نے آپ سے یہ تقاضہ کیا کہ آپ حسب سابق پھر صرف سائل ہی کو اکیلے موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے بدنیتی کی بنا پر ایک بار پھر حدف بنائیں؟ جیسا کہ پہلے دن جب انکوائری افسر نے عدالتی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فریقین کو آمنے سامنے بٹھانے کے بجائے الگ الگ سُنا اور جب سائل کی باری آئی تو سپرنٹنڈنٹ جناب عادل خان صاحب اور DO جناب سید علی بخش صاحب جو انکوائری افسر کو ڈکٹیٹ کررہے تھے جناب عادل خان صاحب نے بھی دوران گفتگو سائل کے اِس نقطہ اور مذکورہ بالا قانون کو تسلیم کیا لیکن انکوائری افسر نے سائل کے خلاف تو اُنکی ڈکٹیشن کو تسلیم کیا مگر ایسے نقاط جو سائل کے حق میں تھے اور جن کی طرف اُن کی توجہ دلائی گئی انہیں نظر انداز کرتے ہوئے بدنیتی کی بنا پر اور ملی بھگت کا ثبوت دیتے ہوئے زد اور تعصب اور بغض وعناد کی بنا پر صرف سائل کو نہ صرف حدف بنایا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ غیر حاضریوں کا الزام عائد کردیا۔ حالانکہ جہاں تک سائل کو یاد پڑھتا ہے 2013 میں جب سابق سپرنٹنڈنٹ صاحبزادہ شمس الرحمان صاحب مذکورہ بدنیتی، زد و تعصب اور بغض وعناد کی بنا پر جب سائل پر غیر حاضریوں کا الزام لگا کر اِس کی جواب طلبی کرتے تو سائل ایسی explanation calls کا زبردست جواب دیتے ہوئے نہ صرف اپنی پوزیشن کو واضح کرتا بلکہ دیگر لوگوں کی طرف بھی توجہ دلاتا جو گھر بیٹھے حاضریاں لگوا رہے یا جن کی تقرریاں ہی سرے سے غلط تھیں اور سائل کا ہمیشہ یہی موقف رہا نیز جس ٹیلیفونک ڈیٹا کو انکوائریوں کا حصہ بنانے کی سائل نے بار بار درخواست کی اِسے بھی حسب سابق پھر نظر انداز کردیا گیا۔

سائل نے دوران انکوائری یہ بھی انکشاف کیا کہ انتظامیہ نے بعد از ضمانت وجیل سے رہائی سائل کو ڈیوٹی پر نہ آنے دیا اور ممکنہ خطرات کی طرف توجہ دلائی اور اِن لوگوں میں ورک اور سیئر منیر صاحب بھی تھے جن کا بھی ٹیلیفونک ڈیٹا ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے اور اگر اُس وقت سائل یہ تقاضہ کرتا کہ مجھے لکھ کر دیں کہ میں ڈیوٹی پر نہ آؤں یا صرف گیٹ سے واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ خود کو ہر طرح کی ذمہ داری سے بری الذمہ کرتے ہوئے سائل کی جان کو خطرہ میں ڈال سکتے تھے۔

چنانچہ عادل صاحب نے کہا کے ''اچھا منیر نے آپ کو نہیں آنے دیا؟'' چنانچہ بار بار اصرار کرنے پر بلآخر انکوائری افسر نے اِس بات کی حامی بھر لی کہ مطلوبہ ٹیلیفونک ریکارڈ حاصل کرنے کے لئے متعلقہ اداروں سے رابطہ کیا جائے گا کیونکہ سائل جو اکیلا اور کمزور ہے اِس کی کہیں نہیں سُنی جاتی مگر اب اِس بات پر اُنہوں نے اپنی انکوائری میں مکمل خاموشی ظاہر کردی کیونکہ آپ لوگوں کی پیشِ نظر **صرف سائل ہی کو ٹارگٹ کرنا مقصود ہوتا ہے۔**

☆ جناب والا! جیسا کہ سائل بار بار اپنی شکایات میں ادارہ ھذا سے ریٹائر ہونے والے **سابق نابینا کین سپر وائزر (cane supervisor) جناب عبدالبصیر صاحب افغانی** کا بھی ذکر کرتا رہا جن کے حوالے سے بھی سائل بطور ثبوت کئی ٹیلیفون کالز کا ریکارڈ حاصل کرنے کے لئے زونگ فرنچائز سے رابطہ کرتا رہا جو بے سود رہا۔ سائل نے اپنا تمام شکایات پر مشتمل ریکارڈ جو عدالتوں میں بھی پیش کیا اور انکوائری افسر کو بھی DVD کی شکل میں پیش کیا جس پر نا تو افسوس ناک طور پر عدالتوں نے اپنے فیصلوں میں کوئی خاص ذکر فرمایا اور نہ ہی اِس پر انکوائری افسر نے کوئی لب کشائی کی: اِس ریکارڈ میں زونگ فرنچائز مینیجر کے نام وہ درخواست/سوال نامہ بھی شامل تھا جو Right To Information / Access To Information ایکٹ کے تحت مذکورہ ٹیلیفون کال کا ریکارڈ مفادہ عامہ کے پیشِ نظر طلب کیا گیا تھا جو سائل نے مذکورہ افغانی کے ایک دوست کو کی تھی اور اپنے پاس بھی کال کا ریکارڈ محفوظ کیا تھا مگر متعلقہ اداروں نے لاپرواہی کی اور وہ کال زیادہ دیر تک سائل کے پاس محفوظ نہ رہ سکی تھی اور **زونگ فرنچائز ایبٹ آباد نے بھی ضمن میں سائل کے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا۔**

☆ عبدالبصیر افغانی صاحب کا جملہ ریکارڈ مثلاً اُن کا نادرا سے تصدیق شدہ CNIC، اُن کے ڈومیسائل و دیگر کاغذات کی نقول

لئے یہ مصرع دہرایا تھا اب یہی مصرع سائل نے تجمل کے لئے دہرایا:

سجناں کوں ٹور بیٹھی آں، سے کوں منھ کھوں لگے ارمان

یعنی جناب علی زمان صاحب نے بصد شکریہ سائل کی حوصلہ افزائی مگر ادارہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے سائل کو ٹیلیفون کال پر بار ہا یہ مصرع سنایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر یہ لوگ سائل کے مشوروں اور تجاویز پر عمل کر لیتے تو گاڑی چوری / گمشدگی کا واقع پیش نہ آتا اور اب سائل یہ درخواست کر رہا تھا کہ یہ مصرع تجمل کے لئے بھی دہرایا جائے جس کی عدم موجودگی میں ہمیں پرکن نہ چلانے جیسی مشکلات پیش آرہی ہیں۔

بعد ازاں مادام نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تجمل سے اُس کی آمد پر پرکن کی تربیت لیں اور جب تجمل کی ادارہ میں دوبارہ آمد ہوئی تو سائل نے ذاتی دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے جیسا کہ پہلے بھی تجمل سے پرکنز سکھانے کی کئی مرتبہ درخواست کی تھی اب پھر دہرائی اور مادام کے حکم کا بھی حوالہ دیا چنانچہ تجمل صاحب نے بصد شکریہ یہ درخواست قبول کرتے ہوئے بتایا کہ اِن کا فلاں فلاں پیریڈ خالی ہوتا ہے اُس میں آکر مجھ سے پرکن سیکھ لیجیئے گا۔

چنانچہ ایک دن ہم مطلوبہ سٹاف ممبران تجمل کے کمرے میں بیٹھے تھے اور یہ بات بھی ہمیں یاد آ گئی اور مادام نے تجمل کو حکم دیا کہ وہ ہمیں پرکن سکھائے جس کی تعمیل میں تجمل نے سائل اور علی زمان صاحب کی ایک دن کی کلاس لے کر ہمیں پرکن کا ضروری تصور دیتے ہوئے ہمیں معلومات دینے کے علاوہ اِس کے تعارف کے ساتھ ساتھ عملی مشق بھی کروائی اور اگرچہ ایک دن میں پرکن سیکھا جا سکتا ہے لیکن اِس میں لکھنے کی رفتار بار بار عملی مشق پر منحصر ہے۔ بہرحال زندگی میں پہلی مرتبہ سائل نے پرکن پر لکھا۔

6۔ یہ کہ سائل جب فیصل آباد میں زیرِ تعلیم تھا تو دریں اثنا مس شمشاد صاحبہ سربراہ ادارہ بی جن کا پہلا دور 2006 تا 2009 تھا جو کہ سائل کی نظر میں ادارہ کی پوری تاریخ کا ایک بدترین دور رہا۔ پہلے کے مقابلہ میں مادام آج ایک اچھی منتظمہ بن کر سامنے آرہی ہیں اور ادارہ میں جب سے CCTV کیمرہ جات کی تنصیب ہوئی ہے ادارہ میں کافی بہتری اور نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے اور سائل اللہ کے بعد مادام کا شکر گزار ہے کہ اب وہ پہلے کی سی غلطیاں نہیں دہرا رہی۔ ماضی میں سائل کو اِن پر یہ شدید اعتراض رہا کہ اُنہوں نے سابقہ افسران کے برعکس سٹاف کو شدید کام چوری کی عادت ڈالی اور گھر بیٹھے ہی سٹاف کی حاضریاں لگ جایا کرتی تھیں چونکہ ہمارے کلرکس ہی اکثر ہماری حاضریاں لگاتے ہیں اور ادارہ میں اُس وقت نہ تو CCTV کیمرے تھے اور نہ ہی تا حال سائل کی اِس تجویز پر عمل درآمد ہوا ہے کہ چوکیدار بھی رجسٹرز میں ہر آنے جانے والے شخص کی آمد و رفت کا ریکارڈ مرتب کریں۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی من پسند سے حاضریاں لگاتے ہیں۔ چنانچہ سائل پر پہلے تو بعد از ضمانت و جیل سے رہائی 8 ماہ تک مسلسل غیر حاضری کا الزام تھا لیکن اب موجودہ بدنیت انکوائری افسر نے 2013 کی غیر حاضریاں بھی سائل کے کھاتے میں ڈال دی ہیں اور اتنی پرانی باتیں یاد رکھنا بھی نہایت مشکل ہے۔ چنانچہ قانوناً مسلسل غیر حاضر ملازم کو سات یوم کے اندر اظہارِ وجوہ نوٹس جاری کرنا پڑتا ہے اور بدورانِ اپیل گزشتہ سروس ٹریبونل میں جب سائل کی نام نہاد 8 ماہ کی مسلسل غیر حاضریوں کا مسئلہ زیرِ بحث آیا اور سائل نے مذکورہ قانون کا حوالہ دیتے ہوئے گزارش کی کہ اگر سائل مسلسل 8 ماہ تک غیر حاضر تھا تو مذکورہ قانون کے مطابق سائل کو اظہارِ وجوہ نوٹسز جاری کیوں نہ ہوئے؟ عدالت نے بھی سرکاری وکیل پر اظہار برہمی کرتے ہوئے پوچھا کہ "اگر یہ 8 ماہ تک مسلسل غیر حاضر تھا تو کیا ڈیپارٹمنٹ اس دوران سویا رہا؟"

جناب والا! کیا اب آپ کو معلوم ہوا کہ عدالت نے کن کن وجوہ کی بنا پر De Novo انکوائری کا حکم دیا تھا کیا عدالت

نے نقاط ایک ۔دو لکھنے ہوں تو ہم دونوں بٹنوں کو اکھٹا دبا دیتے ہیں اور کاغذ کو ٹائپ رائیٹر ہی کی طرح اُس میں فٹ کرتے ہیں۔ پرکن میں ایک لائن میں 42 سیل ہوتے ہیں اور لائن ختم ہونے سے کچھ دیر قبل گھنٹی بھی بجتی ہے تا کہ ہم جو لکھنا چاہیں اُسے باقی ماندہ خانوں کو مدِ نظر رکھ کر لکھیں اِس میں ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ جو کچھ لکھا جا رہا ہو پرکن کے اوپر ظاہر بھی ہوتا رہتا ہے اور غلط لکھائی کو مٹانے کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ یوں خصوصاً ریاضی لکھنے کے لئے یہ بہت موزوں ہے۔ اور ہم اپنے زمانہ طالبعلمی میں سنا کرتے تھے کہ جماعیت پنجم تک طلباء کو پرکن مشنیں مل جانی چاہئیں لیکن ہمیں کسی نے نہ دی۔ ہم سنتے تھے کے پنجاب میں جماعت پنجم تک طلباء کو ان مشینوں کا استعمال بھی سکھایا جاتا ہے۔لیکن اصرار کے باوجود سائل کو پنجاب میں بھی کسی نے پرکن سکھانے کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی مگر تجمل اِسے سیکھنے میں کامیاب ہوگیا۔اور سائل کا چھوٹا بھائی کبیر بھی۔

ہمارے زمانہ طالبعلمی میں یونس صاحب ہمیں بریل چارٹس اور کتابیں بریل میں پرکن مشین کے ذریعے ہی لکھ کر دیا کرتے تھے اور غالباً ادارہ میں صرف دو پرکن مشینیں تھیں ایک علی زمان صاحب کے تحویل میں اور دوسری یونس صاحب کے تحویل میں تھی۔

جب سائل جماعت ششم میں المینار مرکز فیصل آباد میں داخل ہوا تو اسے اس مشین کا نام بھی درست طور پر نہیں آتا تھا اور یہاں ''پرکن'' کا لفظ ''پارکل' غلط اور عام تھا۔ چنانچہ سائل نے پہلے دن ہی المینار کے اُستاد جناب نعیم بٹ صاحب سے دریافت کیا کہ ''جناب کیا آپ مجھے پارکل بھی سکھائیں گے؟'' پہلے تو اُنہیں بات سمجھ نہ آئی اور جب سمجھ آئی تو خوب ہنسے اور بتایا کہ اس کا نام ''پارکل'' نہیں بلکہ ''پرکن بریلر'' ہے''۔ گزشتہ دنوں جب تجمل کو ایک تربیت دینے کے سلسلہ میں باہر جانا پڑا اور باہر سے کمشنر صاحب یا کسی اور وزٹر نے آنا تھا تو مادام یہ سمجھتی تھیں کہ سائل کو پرکن کا طریقہ استعمال معلوم ہے اور دیگر سٹاف کے مقابلہ میں تجمل کی کمی کو صرف سائل ہی پورا کرسکتا ہے لیکن انہیں یہ جان کر شدید مایوسی ہوئی کے سائل سمیت کوئی بھی اس کا استعمال نہیں جانتا تھا اور کسی سے پرکن میں کاغذ بھی فِٹ نہ ہوتا تھا۔ جس پر مادام شدید پریشان ہوئیں حالانکہ پہلے کے مقابلہ میں پرکنز نئے منگوانے کی وجہ سے اِن کی تعداد بھی زیادہ ہوگئی لیکن تجمل کی گیر موجودگی میں ہم میں سے کوئی ایک بھی اِسے استعمال نہ کرسکا اور ہمارے پاس سوائے کمشنر صاحب سے جھوٹ بولنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ پرکنز چونکہ نئے منگوائے گئے ہیں لہذا یہ خراب ہیں اور یہ ترکیب ہمیں محترم DO صاحب اور سپرنٹنڈنٹ صاحبہ نے سمجھائی اور وہ پریشان ہوکر دعا کرنے لگیں کہ اللہ ہماری عزت کی حفاظت فرمائے۔ چنانچہ جب بھی ادارہ میں نئے پرکنز وغیرہ آتے ہیں تو تجمل ہی اُنکا معائنہ کر کے اُن کی اچھی یا بُری کنڈیشن کے بارے میں رپورٹ تیار کرواتا ہے۔

اِس موقع پر علی زمان صاحب یہ عزر و اعتراض پیش کرنے لگے کہ کافی عرصہ ہوا ہم نے پرکنز کو چھوا تک نہیں۔ بدیں وجہ ہمیں اِس کے استعمال کی مشق نہیں رہی۔ حالانکہ وہ اِس بات سے اپنی کمزوری ظاہر کر رہے تھے اور خود یہ ثابت کر رہے تھے کہ اُنہوں نے جماعت پنجم کے طلباء کو پرکنز پر ریاضی نہیں سکھائی اور نہ ہی ریاضی کی کتابیں پڑھائیں جس کے باعث وہ خصوصاً میٹرک میں ریاضی کا امتحان پاس کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور مذکورہ غیر قانونی طریقوں سے اِن طلباء کے امتحان پاس کرنے اور محکمہ کے لوگوں کی طرف سے امتحانی عملہ کے ساتھ ملی بھگت کرتے ہوئے امتحان غیر قانونی طریقوں سے پاس کروانے کے حوالے سے سائل کے پیش کردہ حقائق بالکل درست ہیں۔

اِس موقع پر جب کے ہمیں پرکن چلانا نہیں آرہا تھا سائل نے علی زمان صاحب کی جانب سے جو معروف گلوکار عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی صاحب کا گایا ہوا ایک سرائیکی مصرع جو علی زمان صاحب نے ادارہ کی گاڑی کی چوری / گمشدگی کے موقع پر سائل کے

اِس طرح زیادہ سے زیادہ اشکال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جیسا کہ اُردو میں حرف ژ وہ واحد اُردو کا حرف ہے جسے ایک نہیں بلکہ دو خانوں میں لکھا جاتا ہے پہلے پانچ کے خانے میں ایک نقطہ لگا کر اگلے سیل میں ۱-۳-۵-۶ جو کہ ز کا کوڈ ہوتا ہے لکھا جاتا ہے تو نقاط ۵-۱-۳-۵-۶ ژ بن جاتا ہے۔

اِسی طرح گنتی ودیگر علامات ریاضی کے لیئے بھی دو دو خانے استعمال ہوتے ہیں۔ پہلے خانے میں نشان گنتی لگایا جاتا ہے جس کا کوڈ ۳-۴-۵-۶ ہے اور بعد ازاں انگریزی کی تہجی ترتیب کے مطابق A تا J حروف گنتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ A ایک اور J صفر کا ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ نشان گنتی جمع A برابر 1، نشان گنتی جمع B برابر 2، نشان گنتی جمع C برابر 3، نشان گنتی جمع D برابر ۴، اسی طرح نشان گنتی جمع E برابر ۵، اسی طرح نشان گنتی جمع F برابر ۶، نشان گنتی جمع G برابر ۷، نشان گنتی جمع H برابر ۸، اور اسی طرح نشان گنتی جمع I برابر ۹، نشان گنتی جمع J برابا صفر۔ اگر دس لکھنا ہو تو نشان گنتی کے بعد بغیر سپیس کے A جو کہ ایک کی علامت ہے اور پھر J صفر کی علامت درج کی جاتی ہے۔ وعلیٰ ھذ القیاس۔

علاوہ ازیں نشان گنتی درجہ دوئم میں یعنی مخففات والی بریل میں بھی استعمال ہوتا ہے جو کُل لفظ اور جزو لفظ ہر دو صورتوں میں نے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کُل لفظی مرکب مخففات میں A تا J کی انگریزی تہجی ترتیب اور الف تا ج جو گنتی کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ علاوہ کسی حرف کے ساتھ مل کر کوئی نیا لفظ بنا دیتا ہے۔

نوٹ: چونکہ طلباء حروف کے علاوہ کچھ علامتوں اور حرکات کے کوڈز بھی پہلی جماعت میں یاد کرتے ہیں اور انہیں بھی غلطی سے حروف سمجھ لیتے ہیں چنانچہ اُن کا یہ نظریہ ہے کہ بریل کے حروف تہجی عام لکھائی کے حروف تہجی سے زیادہ ہیں۔

سٹائلس ایک سوئی کے اوپر ایک کسی چیز کے بنی ہوئی ایک رکاوٹ ہوتی ہے جسے ہم ہاتھ سے پکڑ کر اُس کے نچلے حصے یعنی سوئی سے سوراخ کر کر کاغذ میں لکھتے جاتے ہیں یعنی جس کریکٹر کی جو پہچان یا جو کوڈ ہوتا ہے اُس کے مطابق خانوں میں نقطے ڈال کر اُس کی پوزیشن بنتی چلی جاتی ہے۔ اور کاغذ پر مخصوص شناخت کے ذریعے پڑھا جاتا ہے لیکن جیسا کہ مندرجہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ لکھنے کے دوران ہم اِسے عموماً پڑھ نہیں سکتے کیوں کہ یہ ایک مشکل کام ہوتا ہے اور کاغذ کی دوسری طرف لکھا جاتا ہے چنانچہ اِسے پڑھنے کے لئے بار بار کاغذ کو فریم سے نکالنا پڑھے گا مگر بریل کے ماہرین اس وقت طلب کام کو بھی با آسانی اور بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں۔ بہر حال فریم پر ریاضی لکھنا بہت مشکل ہے۔ اِس مقصد کے لئے پرکن بریلر زیادہ موزوں ہے۔

پرکن بریلر

پرکن ایک انگریز باشندے کا نام تھا جس کے نام پر امریکہ میں ایک نابینا ادرہ بھی قائم ہے اِس شخص نے عام ٹائپ رائٹر سے ملتی جلتی نابینا افراد کے لئے ایک بریل مشین ایجاد کی جسے "پرکن بریلر" کہا جاتا ہے۔ ٹائپ رائٹر میں تو کمپیوٹر کے keyboard طرح ہر حرف اور ہندسے کے بٹن اور ضروری function keys بھی ہوتی ہیں اور لوگ پرکن بریل کو بھی بریل ٹائپ رائٹر سے تشبیہ دیتے ہیں مگر اِس میں ٹائپ رائیٹر یا کمپیوٹر keyboard کی طرح بہت زیادہ اور الگ الگ numerical، alphabetaical اور function keys نہیں ہوتیں بلکہ بائیں اور دائیں جانب تین تین بٹن اور درمیان میں سپیس کا بٹن ہوتا ہے جو بریل کوڈز لکھنے کے لئے کافی بٹن ہوتے ہیں۔ بائیں طرف کی شہادت کی انگلی کا بٹن ایک، درمیانی انگلی کا بٹن دو اور سب سے چھوٹی انگلی سے پہلی انگلی کے نیچے تین کا بٹن ہوتا ہے اور دائیں جانب پہلی شہادت کی انگلی کے نیچے چار، دوسری انگلی کے نیچے پانچ اور تیسری کے نیچے چھ کا بٹن اور درمیان میں انگوٹھوں کے نیچے سپیس کا بٹن آجاتا ہے۔ اگر ہم

اور چیک کرتے ہیں اگر جواب درست ہو تو اگلا سوال لکھوا دیتے ہیں اور ایک سال تک مسلسل ایک ہی طرح کے سوالات پر لگائے رکھتے ہیں۔ مثلاً پہلی جماعت میں صرف گنتی لکھنا سکھاتے ہیں، دوسری جماعت میں جمع، تیسری جماعت میں تفریق، چوتھی جماعت میں ضرب اور پانچویں جماعت میں تقسیم۔ عموماً اِن کے طلباء اِس سے آگے جاتے ہی نہیں اور سب سے زیادہ ان سے ادارہ کے سینئر موسٹ دو طالبعلموں یعنی موجودہ کین سُپر وائزر شکیل صاحب اور پروفیسر ثاقب محمود صاحب نے پڑھا تھا جو فیصد کے سوالات تک پہنچے اور وہ جماعت ہشتم تک یہاں پڑھے اگر چہ ادارہ قانوناً پرائمری تک تھا اور صرف پرائمری کا ہی سرٹیفکیٹ دیتا تھا مگر اُس وقت اساتذہ میں پڑھانے کا جذبہ بہت تھا اور آٹھویں کے بعد طلباء اِن کے پرائمری سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر بھی میٹرک کر لیتے تھے اور کچھ طلباء پنجم کے بعد ڈائریکٹ میٹرک کر لیتے ہیں جس کے حق میں سائل کبھی بھی نہ رہا اور اِس کا ارادہ تھا کہ یہاں سے باقاعدہ جماعت ہشتم تک پڑھنے کے بعد میٹرک کر کے ثاقب اور شکیل صاحبان کی طرح گورنمنٹ ڈگری کالج نمبر 1 ایبٹ آباد میں داخلہ لے لے یا جماعت ششم میں کسی بینا سکول میں داخلہ لے لے اور تیسرا راستہ یہ تھا کہ گورنمنٹ قندیل ہائی سکول راولپنڈی میں جماعت ششم میں داخلہ لیا جائے لیکن ان اساتذہ نے سائل کو انتہا پسند اور شدت پسند لوگوں کے دینی مدرسہ میں بھجوا دیا اور اِس کے اثرات تا حال سائل کی زندگی اور شخصیت پر پائے جاتے ہیں لیکن یہ اچھا ہوا کہ سائل اِن سے جماعت ہشتم تک نا پڑھا ورنہ جو چیزیں بعد ازاں سائل نے فیصل آباد سے سیکھیں یا تجمل نے پروفیسر شمس الرحمان صاحب اور پروفیسر ثاقب محمود صاحب لیکچرز گورنمنٹ ڈگری کالج نمبر 1 ایبٹ آباد جو کہ اب گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر 1 ایبٹ آباد کہلاتا ہے تجمل نے اِن پروفیسر صاحبان سے نجی طور پر استفادہ کیا اور اسلام آباد سے بھی تعلیم حاصل کی یوں آج ہم اِن اساتذہ سے بہتر ہیں۔

سائل نے تقسیم سے آگے کی ریاضی فیصل آباد کے اساتذہ کے علاوہ لاہور میں اپنی پھوپی ذات بہنوں سے دوران تعطیلات سیکھی اور رشید صاحب نے جو مجھے ساتھ سالوں میں سکھایا تھا چند ہفتوں میں اُس سے زیادہ سیکھ گیا اور سائل کا چھوٹا بھائی کبیر جو کہ بعد ازاں اُن کا شاگرد ہوا جماعت سوم تک پہنچنے کے باوجود گنتی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا لیکن سائل نے جو کچھ سیکھا تھا چند ہفتوں میں اِسے سکھا دیا اور Algebra کی سلیٹ اور ہندسے بھی ہم نے پنجاب میں دیکھے تھے۔ رشید صاحب کا یہ کہنا ہے کہ انہیں Algebra سے کوئی سروکار نہیں۔

رشید صاحب جو سلیٹ الگ اور ڈبی میں ہندسے الگ رکھتے تھے اِس کے برعکس پنجاب میں سلیٹ کے اندر ہی ہندسوں کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت کی حامل سلیٹیں موجود تھیں اور بعد ازاں چھٹی کے بعد بھی ہم ریاضی کا کام اُن سلیٹوں پر کر سکتے تھے لیکن رشید صاحب اپنے پیریڈ کے اختتام پر ہندسے دوبارہ ڈبی میں ڈال کر ڈبی اور سلیٹیں الماری میں رکھ دیتے ہیں اور یہ عذر و اعتراض بھی پیش کرتے ہیں کہ طلباء اِن کی حفاظت میں لاپرواہی کریں گے۔ چنانچہ چھٹی کے بعد بچے بطور ہوم ورک ریاضی کا کام کرنے سے محروم ہیں۔

ریاضی مندرجہ بالا طریقے سے سلیٹ پر لکھ کر حساب کتاب محفوظ نہیں رکھا جا سکتا اور عام لوگ جو ریاضی پڑھ کر اپنی تعلیم سے بہرہ ور ہوتے ہوئے اپنے روزمرہ کے حساب کتاب کا ریکارڈ رکھتے ہیں یہ نابینا طلباء اِس سے محروم ہیں۔ چنانچہ ریاضی بریل میں لکھنے کا طریقہ بھی موجود ہے اور کاغذ پر لکھ کر ہی ریاضی کو محفوظ کیا جا سکتا ہے جو کہ یہ طریقہ بلخصوص یہاں کے طلباء کو اور بل عموم دیگر سرکاری نابینا اداروں میں سکھایا ہی نہیں جاتا۔

نوٹ: جیسا کہ پہلے تفصیلات عرض کی گئیں کہ بریل میں کُل 63 اشکال ہوتی ہیں جن میں ممکنہ حد تک تمام علامات زبانوں اور اعداد کا احاطہ کرنا ہوتا ہے اور اگر یہ احاطہ نہ ہو سکے تو ایک کریکٹر کو ایک خانے کے بجائے دو خانوں میں بھی لکھنے سے کام چلایا جاتا ہے اور

لائنوں والے فریم کو بھی "پاکٹ فریم" کہہ دیتے ہیں۔

چار لائنوں والے فریم میں جب چار لائنیں مکمل ہو جاتی ہیں تو کاغذ کو نکال کر فریم کو لکھائی سے ذرا نیچے کر کے دوبارہ کاغذ کو فریم میں دوبارہ فٹ کر لیتے ہیں اور پھر سٹائلس سے لکھنا شروع کر دیتے ہیں جو مستقل لکھائی ہوتی ہے اور عموماً پھٹی یا بریل بورڈ کی طرح removeable نہیں ہوتی۔ یوں چار لائنوں کے بعد فریم نکال کر دوبارہ فٹ کریں تو عموماً جو کاغذ ہمیں دیا جاتا تھا اُس میں ستائیس لائنیں ہوتی تھیں یوں ہم تقریباً چھ، سات مرتبہ فریم نکال کر دوبارہ لگاتے تھے۔

اِسی طرح نو لائنوں والے فریم کو تین مرتبہ لگاتے اور ستائیس لائنوں والا فریم ایک ہی مرتبہ لگایا جاتا تھا۔ دوسرے فریم لوہے یا سٹیل کے بنے ہوتے تھے جب کہ ستائیس لائنوں والا فریم پلاسٹک کا بنا ہوتا تھا جسے گر کر ٹوٹنے کا بھی احتمال ہوتا تھا۔ چنانچہ ہمارے زمانہ طالبعلمی میں ستائیس لائنہ فریمز ادارہ ھذا میں استعمال ہی نہیں ہوتے تھے اور سرکاری املاک کی حفاظت کا بہتر انتظام تھا۔

ستائیس لائنوں والے فریم صوبہ پنجاب کے نابینا اداروں میں استعمال ہوتے تھے اور ہم نے پہلی مرتبہ وہیں دیکھے جو اکثر بھارت سے بن کر آتے تھے اور اِن کی خوبی یہ بھی ہوتی تھی کہ خانوں کے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد خانوں کے اوپر خالی جگہوں پر مخصوص نشانات بھی ہوتے تھے اور ہر دوسری لائن میں لائن کا نمبر بھی بریل میں درج ہوتا تھا اور جہاں سے وہ فریم بن کر آتے تھے اُنکا نام بھی اوپر درج ہوتا تھا۔ کاش! ہمارے ملک پاکستان کو یہ توفیق ہوتی کہ اِس طرح کی مصنوعات ہمارے ملک میں تیار ہوتی۔ یہ سائل کا خواب تھا جو بھارتیوں نے پورا کیا اور ریاضی کی سلیٹیں بھی اکثر بھارت سے بن کر آتی تھیں۔

ریاضی کی جو سلیٹ بریل میں استعمال ہوتی ہے اُس میں بہت سے خانے بنے ہوتے ہیں جن میں مخصوص دھات کے سکے بطور ہندسوں کے استعمال ہوتے ہیں جو کہ یہ لکھائی removeable ہوتی ہے ہر خانے میں مخصوص زاویوں کے مطابق گما پھرا کر ہندسے ڈالے جاتے ہیں جن سے ریاضی میں Arithmetic کی اشکال وجود میں آتی ہیں اور Algebra کی سلیٹ اور ہندسے الگ ہوتے ہیں جو اِنہی اشکال کی طرح لکھے جاتے ہیں اور یوں ریاضی کی 32 شکلیں وجود میں آتی ہیں جن میں 16 شکلیں Arithmetic اور 16 شکلیں Algebra کی ہوتی ہیں عموماً نابینا طلباء کو پڑھایا ہی نہیں جاتا۔ جناب والا! اِن حقائق سے کون انکار کر سکتا ہے کیوں سائل کی درخواستوں کو جھوٹی اور بے بنیاد قرار دیا جاتا ہے؟

عبدالرشید صاحب جو ادارہ ھذا میں بریل ٹیچر کی پوسٹ پر بھرتی ہوئے اور تاحال وہ بریل کے بجائے ریاضی پڑھا رہے ہیں جو سلیٹیں اور ہندسوں والی ڈبی اپنی پیریڈ میں اپنی الماری سے نکال کر لاتے ہیں اور سلیٹیں میزوں طلباء کے سامنے رکھ کر ڈبی کا ڈھکن کھول کر اُن میں وہ مخصوص دھات کے بنے ہوئے ہندسے ڈال کر طلباء کو بے ڈھنگے طریقے سے سوالات بول کر لکھوا دیتے

کہ ایک مرتبہ کتاب میں ''ارب'' لکھا ہوا تھا جو واوین میں تھا جو اُس اُستاد نے ''حابرج'' پڑھا۔

یہی صورت حال ہمارے اِن اساتذہ کی بھی ہے جو اول تو ان علامات کے متعلق کچھ جانتے ہی نہیں اور اگر طلباء بھول کر ان سے پوچھ ہی لیں کے یہ کیا چیزیں ہیں تو کہتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دو یہ ہمارے مطلب کی چیز نہیں یہ کتاب لکھنے والوں کے مطلب کی چیز ہے اور پیراگرافنگ کے متعلق بھی ان کا یہی نظریہ ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ آخر اعلیٰ تعلیمی مدارج تک کیسے پہنچے ہیں اور کیسے اتنے بڑے بڑے امتحانات پاس کر لیتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اُن خرابیوں کے نتیجہ میں اور ہمارے نظامِ امتحان کی اُن کمزوریوں کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایسا کرتے ہیں جن کی نشاندہی سائل نے اپنی پاکستان سٹیزن پورٹل سمیت متعدد فورمز پر شکایات کے ذریعے نشاندہی کی خصوصاً آخری شکایت کا نمبر یہ ہے PU130421-88234042۔

جب سائل اگست 1992 بطور طالبعلم ادارہ ھذا میں پہلی جماعت میں داخل ہوا تو اگلے سالانہ امتحانات یعنی 1993 تک اگرچہ سائل بہت زیادہ لائق تھا اور اُس کا حافظہ اچھا ہونے کی وجہ سے بریل میں تمام کوڈز یاد کر لئے تھے لیکن ابھی پھٹی لکھنی نہیں آتی تھی جس وجہ سے سائل کا کورس نامکمل تھا اور 1993 کا سال بھی سائل کو پہلی جماعت میں گزارنا پڑھا اور تجمل حسین دانش جو دسمبر 1991 میں ادارہ میں آیا تھا اُس کا بھی کورس نامکمل ہونے کی وجہ سے اُسے ایک سال مزید اسی جماعت میں گزارنا پڑھا مگر آج طلباء بنیادی لکھنے پڑھنے سے ناآشنا ہونے کے باوجود بھی اگلی جماعتوں میں بھیج دیے جاتے ہیں اور انکوائری افسر نے مجھے تجمل وغیرہ سے مکمل سوالات نہ کرنے دیئے۔

پھٹی اور بریل بورڈ پر طلباء اُردو کے پیریڈ میں اُردو اور انگریزی کے پیریڈ میں انگریزی سیکھتے ہیں مگر جب سائل اِن طلباء کی کلاس باحکمِ انچارج ادارہ اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے لیتا تو سائل نے مشاہدہ کیا کے ان اساتذہ نے طلباء میں اتنی سینس بھی پیدا نہیں کی کہ اکثر پہلی جماعت کے طلباء سائل کو یہ کہا کرتے کہ ہمارے پاس اُردو کی پھٹی یا اُردو کا بریل بورڈ ہے، انگریزی کی پھٹی یا انگریزی کا بریل بورڈ نہیں اور سائل بھی بچپن میں ایسا ہی کہا کرتا تھا جس پر اب ہنسی آتی ہے اور جیسا کہ مندرجہ بالا تفصیلات میں بتایا گیا کہ یہ آلات یا علامات اُردو اور انگریزی میں الگ الگ نہیں بلکہ ان کے کوڈز اُردو اور انگریزی میں الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے ایک دو، تین، چار، پانچ، چھ اور انگریزی میں 1,2,3,4,5,6 اور ان کے نام بھی ایسے تبدیل ہوتے ہیں کہ A کا نام اُردو میں الف ہے وغیرہ وغیرہ۔

بریل کے کوڈز یاد کروانے کے بعد پھٹی اور بریل بورڈ پر نقاط، اشکال اور خانوں کی پہچان کے بعد اگلا مرحلہ کاغذ پر بریل لکھنے، پڑھنے، منتقل کرنے اور اس کی شناخت کا مرحلہ آتا ہے۔ چنانچہ طلباء کو اُردو اور انگریزی کے بریل چارٹس بنا کر یعنی ایک کاغذ پر اُردو یا انگریزی کے حروف تہجی اور کچھ الفاظ لکھ کر دے دیئے جاتے ہیں اور اِس طرح بچے اُس کے بعد قاعدہ اور پھر کتابیں پڑھنے لگتے ہیں۔

لکھنے کے لئے کاغذ پر بریل فریم استعمال ہوتے ہیں جو مختلف اقسام کے ہوتے ہیں جن میں سے بعض فریم چار لائنوں کے بعض نو لائنوں کے اور بعض ستائیس لائنوں والے فریم ہوتے ہیں جن میں بریل بورڈ کی طرح مستطیلی خانے بنے ہوتے ہیں اور فریم میں کاغذ کو فٹ کرنے کے بعد دائیں طرف سے سٹائلس کی مدد سے لکھا جاتا ہے جو کاغذ کے دوسری طرف لکھا جاتا ہے اور جب کاغذ کو فریم سے باہر نکالا جاتا ہے تو صفحہ اُلٹا کر بائیں طرف سے پڑھا جاتا ہے۔

چھوٹے بریل فریمز کو ''پاکٹ فریمز'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جیب میں بھی سما سکتے ہیں لیکن یہ جاہل لوگ بڑے ستائیس

کی بریل خانی (Braille Reading) کی رفتار بھی سست رہتی ہے جبکہ بریل پڑنے کا صحیح طریقہ یہ کہ جیسا کہ بریل بائیں طرف سے پڑھی جاتی ہے چاہے دائیں طرف سے ہی کیوں نہ لکھی ہو۔ چنانچہ بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی (index fingure) پہلی شکل پر رکھتے ہوئے دائیں ہاتھ کی index fingure فوراً ہی اگلی شکل پر رکھ دی جائے اور اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے پہلے دائیں اور پھر بائیں انہی انگلیوں کو حرکت دی جائے اور لائن کا اختتام پر جب آخری شکل آئے تو بائیں اُنگلی پہلے ہی نیچے والی لائن پرلے جا کر پہلی شکل پر رکھ دی جائے۔ بریل کی انتہائی مشق کے نتیجہ میں اُنگلی شکل پر رکھتے ہی فوراً اُس کی پہچان ہو جاتی ہے مگر جیسا کہ مندرجہ بالا تفصیلات سے ظاہر ہے کہ مشابہ حروف اگر پھٹی یا بریل بورڈ پر لکھے ہوں تو اُن کی اشکال آسانی سے شناخت ہو جاتی ہیں کیونکہ اُن کے خانے اُنگلیوں سے محسوس ہوتے ہیں لیکن اگر یہی اشکال کاغذ پر ہوں تو اُنہیں پہچاننا یا اُن میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے جن کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں لیکن عربی میں کھڑی زیر یعنی نقاط ۴-۵ اور اسی طرح اُردو میں نون غُنہ (ں) کا نشان نقاط ۵-۶ اپر ب اور لوئر ب جو کہ سیمی کالن اور عربی کے دوزبر کے مشابہ ہو جاہے اور کاغذ پر اِن علامات کو پہچاننا اگر چہ مشکل ہوتا ہے اور یہی صورت حال بریل میں گول ہ اور دو چشمی ھ کی بھی ہے مگر اِن کے آگے اور پیچھے کے نشانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اندازہ لگانا چاہیئے کہ یہ کس کے برابر یا کس سے اوپر اور کس سے نیچے ہیں؟ مثلاً اگر الف ب اب لکھا ہو تو ظاہر ہے کہ ب کے ایک کا نقطہ اپنے پیچھے کے الف کے ایک نقطہ کے برابر ہوگا اور اگر الف کے بعد لوئر ب لکھا ہو تو اُس کے اوپر کا نقطہ الف کے ایک کے نقطے سے ذرا نیچے ہوگا۔ اِسی طرح اگر با لکھا ہو تو ب کا جو ایک کا نقطہ ہوگا اُس سے اگلا ایک کا نقطہ اُس کے برابر ہوگا لیکن بً لکھا تو ب کے دو کے برابر اگلا دوزبر کا نقطہ ہوگا جس سے پتہ چل سکے گا کہ یہ با نہیں بلکہ بً ہے وغیرہ وغیرہ نیز اگر غلطی سے کوئی نقطہ کسی اور خانے میں پڑھ جائے تو یہ بھی پتہ چل جاسکتا ہے کہ یہ نقطہ اُس سے بہت دور ہے جہاں اُسے ہونا چاہیے تھا۔

چنانچہ جب تجمل کو جسے پہلے اپاس ٹرانی کے نشان کا علم ہی نہ تھا جو اِن اساتذہ کی بدولت تھا لیکن بعد ازاں جب اُسے یہ علم ہوا کہ اپاس ٹرانی کا ایک نقطہ ہوتا ہے جو ایک یا دو سے ذرا نیچے ہوتا ہے تو اُس نے تین کے بجائے چھ کا نقطہ سمجھ لیا۔ چنانچہ جب وہ اپاس ٹرانی کا نشان استعمال کرتا تو نقطہ نمبر تین کے بجائے چھ میں ڈال لیتا۔ چنانچہ جب پروفیسر شمس الرحمان صاحب نے اُس کی نگرانی کی اور دیکھا کہ یہ نقطہ نمبر تین کے بجائے چھ میں ڈال دیتا ہے تو اگلے حرف کے بالکل قریب ہو جانے سے بطور بریل کے ماہر کہ شمس الرحمان صاحب کو تو اِس غلطی کا علم ہو گیا لیکن تجمل چونکہ طالبعلم تھا لہذا اُس کی یہ غلطی شمس صاحب نے دور کر دی مگر اب تجمل تو بریل میں سائل سے بھی زیادہ ماہر ہو چکا ہے لیکن یہ اساتذہ نہیں۔

بہر حال سائل کو پنجاب میں جا کر اِن چیزوں کا علم ہوا اور یہ نقطے اور اِن کا استعمال اگر ہمارے اساتذہ لائق ہوتے تو وہ بھی ہمیں سمجھا سکتے تھے لیکن اب علی زمان صاحب جیسے لوگ یہ کہہ کر اپنے مذکورہ جرائم پر پردہ ڈالتے ہیں کہ پنجاب میں تمہیں اِس لیے یہ باتیں سمجھائی گئیں کہ وہاں وسائل زیادہ ہیں اور یہاں نہیں جو کہ انتہائی مزاحقہ خیز بات ہے جناب والا کیا سائل نے آپ کو یہ باتیں زیادہ وسائل سے سمجھائی ہیں؟ **اصل بات یہ ہے کہ اِن اساتذہ میں اتنی اہلیت ہی نہیں اور یہ ایسی باتیں کر کے خود اپنا مزاق بناتے ہیں۔ ان کے تصوارت انتہائی غلط ہیں جو بچوں کی زندگیوں اور قوم کے مستقبل کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں۔**

اگر چہ پنجاب ہماری نسبت تعلیم میں بہت آگے ہے مگر بدقسمتی سے پورے ملک میں سرکاری اداروں کا معیار نجی اداروں کے مقابلہ میں گرا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ سائل کا ایک ہم جماعت حافظ محمد یوسف مرزا جس کا تعق ضلع گجرات سے تھا اور وہ بھی سائل کی طرح پرائمری تک سرکاری سکول سے پڑھا تھا اور وہاں کے اساتذہ کو بھی یہاں کے اساتذہ کی طرح واوین کا تصور نہ تھا۔ واوین شروع کا نشان جیسا کہ دو چشمی ہے یعنی ۲-۳-۶ ہوتا ہے اور واوین ختم کا نشان لوئر ز یعنی ۳-۵-۶ ہوتا ہے اور یوسف نے بتایا

صرف کالن استعمال ہوتا ہے اور نوری نستعلیق میں چونکہ تفصیلیہ کا نشان بُرا لگتا تھا اس لیئے اِس انداز کو تبدیل کیا گیا اور بریل میں بھی اب صرف عام تحریر کی نقل کی وجہ سے دو ہائفن استعمال کرنے کے بجائے صرف کالن ہی استعمال ہوتا ہے جس کے بارے میں بھی ہمارے اساتذۃ نہیں جانتے۔

لوئر D یعنی فل سٹاپ (۔) جو د کا ہم شکل ہوتا ہے یعنی د کا نشان نقاط ۱-۴-۵ ہے یعنی اوپری جوڑے میں دو نقطے اور نچلے جوڑے کے پانچ کے خانے میں ایک نقطہ یعنی اس کے تین نقطے ہوتے ہیں اور فل سٹاپ کا نشان نقاط ۲-۵-۶ اور درمیانے جوڑے میں د کی طرح آمنے سامنے دو نقطے اور اُس سے نیچے یعنی آخری جوڑے کے چھ کے خانے میں ایک نقطہ یعنی اس کے بھی تین ہی نقطے ہوتے ہیں مگر یہ د سے چونکہ نیچے ہوتا ہے جو کہ انگریزی میں ۱-۴-۵ D ہوتا ہے اِس سے ذرہ نیچے یعنی ۲-۵-۶ میں واقع ہونے کی وجہ سے لوئر D کہلاتا ہے۔

لوئر E یعنی ۱-۵ زیر جو انگریزی میں ۱-۵ E ہوتا ہے کو اِس کا ہم شکل اِس سے نیچے ڈاٹ ۲-۶ یعنی اس کے بھی E کی طرح دو نقطے ہوتے ہیں جو لوئر E کہلاتا ہے جو عربی میں دو پیش کا نشان اور اردو بریل درجہ دوئم یعنی کنٹریکٹڈ بریل میں بطور نا جز لفظ کے طور پر استعمال ہوتا ہے مگر ہمارے اساتذہ کو بریل درجہ دوئم (Braille Grade II) پر بھی عبور حاصل نہیں اور جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے ظاہر ہے کے بریل طرزِ تحریر بہت زیادہ جگہ گھیرتا ہے اور بریل قرآن مجید بغیر ترجمہ کے بھی چھ جلدوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر جلد میں پانچ پارے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جماعت سوئم تک جب بچے ہجوں میں ماہر ہو جاتے ہیں تو بریل کو مختصر نویسی کے اُصول پر تحریر کیا جاتا ہے جو بریل کا درجہ دوئم یعنی گریڈ 2 یعنی کنٹرکٹڈ بریل کہلاتا ہے اور جماعت سوم تک درجہ اول ہی استعمال ہوتا ہے تا کہ بچے ہجوں میں مہارت حاصل کرلیں تا کہ بعد ازاں انہیں کنٹریکٹڈ بریل میں ہجوں کی کمی کا مسئلہ اور احتیاج نہ ہو۔

لوئر F کے بھی اپر F کی طرح تین نقطے ہوتے ہیں جس کا کوڈ ۱-۲-۴ ہے جب کہ اِس کا ۲-۳-۵ ہے جو نشان مخاطب اور نشان تعجب کے علاوہ کنٹریکٹڈ بریل میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

لوئر G کے بھی اپر G کی طرح چار نقطے ہوتے ہیں یعنی ۱-۲-۴-۵ اور اِس کے ۲-۳-۵-۶ جو بریکٹ شروع اور بریکٹ ختم کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بریل درجہ دوئم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

گول ہ یعنی ۱-۲-۵ انگریزی میں 1-2-5 یعنی اپر H اور دو چشمی ھ / سوالیہ نشان / واوین شروع یعنی ۲-۳-۶، لوئر H کہلاتا ہے جو درجہ دوئم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

لوئر I یعنی اپر ۲-۴ سے نیچے ۳-۵ کے مقام پر واقع ہوتا ہے اور یہ بھی درجہ دوئم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

لوئر J یعنی اپر J کے تین نقطوں یعنی ۲-۴-۵ سے نیچے یعنی ۳-۵-۶ ہوتا ہے اور یہ بھی درجہ دوئم کے علاوہ واوین ختم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

انگریزی حروف تہجی کی ترتیب میں A تا J لوئر signs کے طور پر بھی استعمال ہو سکتے ہیں چنانچہ اِن سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور اِس سے آگے کے نشانات لوئر signs کے طور پر استعمال نہیں ہو سکتے جیسا کہ K کا نشان ۱-۳ ہے اور L کا نشان ۱-۲-۳ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سے اوپر اور تین سے نیچے کوئی خانہ نہیں اور دوسری طرف چار سے اوپر چھ سے نیچے کوئی خانہ نہیں لہذا L سے آگے لوئر اور اپر signs نہیں ہو سکتے۔

اگر بریل پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اِس میں دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں استعمال کی جائیں۔ جو کہ اکثر نادان لوگ صرف ایک ہی بے تکی انگلی کا استعمال کرتے ہیں جس سے بریل کے حروف یا نقاط پہچاننے میں اُنہیں دیر لگتی ہے اور اُن

''بریل کریکٹرز'' کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے کیونکہ اگر ہم کمپیوٹر میں کریکٹرز کا حساب لگاتے ہوئے حروف سے ان کا موازنہ کریں گے تو یہ درست نہیں ہوگا۔

چنانچہ پھٹی میں اگر ہم الف زبر (اَ) لکھنا چاہیں تو جیسا کہ الف کا کوڈ نقطہ نمبرا ہے اور زبر کا نقطہ نمبر۲۔ تو پھٹی میں یہ ایک۔ دوب بن جائے گا کیونکہ اِس میں تو آگے کوئی خانہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک کی دوسری جانب آگے چار، دو کی دوسری جانب پانچ اور تین کی دوسری جانب چھ کا خان ہوتا ہے۔

اِس مشکل کو حل کرنے کے لئے اگلا مرحلہ بریل بورڈ کا ہوتا ہے جو چھوٹے چھوٹے چھ خانوں والے بڑے سیلز پر مشتمل ہوتا ہے اور پھٹی کی نسبت بڑا ہوتا ہے تاہم اس کے ایک تا چھ خانے پھٹی کی نسبت چھوٹ چھوٹے ہوتے ہیں جنہیں جب طلباء محسوس کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں تو اگلا مرحلہ بریل بورڈ کا آتا ہے جس میں تین لائنیں ہوتی ہیں اور اِس میں لکھنے کے لئے لوہے کی چھوٹی چھوٹی کیلیں استعمال ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل تصویر ملاحظہ فرمائی جائیں۔

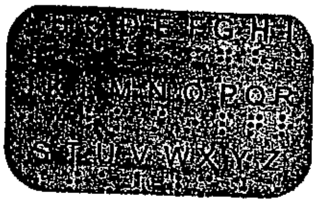

یعنی بریل بورڈ سے طلباء اِس قابل ہوجاتے ہیں کہ ایک کریکٹر کے بعد دوسرا کریکٹر لکھنے کی بھی مشق کریں۔ چنانچہ اگر الف زبر (اَ) بریل بورڈ میں لکھنا ہو تو پہلے بڑے چھ خانوں والے سیل میں سب سے پہلے اوپری خانے میں یعنی ایک کے مقام پر کیل ڈال کر ایک نقطہ لگائیں گے اُس کے بعد اگلے بڑے چھ خانوں والے سیل میں خانے سیل کو چھوڑ کر دوسرے میں یعنی دو کے مقام پر اِسی طرح نقطہ لگائیں گے تو الف زبر (اَ) بن جائے گا۔ چونکہ ایک تو خانے بھی انگلیوں سے محسوس ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں دونوں نقطوں پر برابر نہیں ہونگی۔ دوز بر والی دائیں طرف کی انگلی ایک الف کی بائیں طرف کی شہادت والی انگلی سے ذرا نیچے ہوگی۔ یوں اگرچہ الف، زبر، ہمزہ (ء) اور شد وغیرہ کا اگرچہ ایک ایک ہی نقطہ ہوتا ہے مگر مذکورہ طریقہ سے اِن نقطوں میں امتیاز کرنا ممکن ہے۔

اِسی طرح ب میں سب سے اوپری بائیں طرف والے دو خانوں میں اوپر نیچے دو نقطے ہوتے ہیں لیکن یہی کالن جس کے بارے میں نابینا اساتذہ کو بالکل معلوم نہیں اِس کے نقاط دو اور تین ہوتے ہیں یعنی اوپر کا پہلا خانہ خالی چھوڑ کر دو اور تین کے خانوں میں دو نقطے لگا دیئے جاتے ہیں یوں اِس کی شکل اگرچہ ب جیسی ہوتی ہے مگر پہلا اور دیگر خانے خالی ہونے کی وجہ سے پھٹی اور بریل بورڈ میں لکھتے اور پڑھتے وقت محسوس ہوجاتے ہیں اور دیگر آلات بریل میں پڑھنے میں دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اور یہ چونکہ ب کے مشابہ اور اُس سے ذرا نیچے کر کے لکھا ہوتا ہے اِس لیے اِسے نچلا ب یا لوئر ب بھی کہا جاتا ہے۔ نیز زبر جو کہ ایک نقطہ ہونے کی وجہ سے الف سے مشابہ ہے جو الف سے ایک خانہ نیچے یعنی نقطہ نمبر 2 ہوتا ہے اس لئے الف اور A سے مشابہت اور اِس سے نیچے ہونے کی وجہ سے لوئر A کہلاتا ہے۔ جو commma (،) کی علامت کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور جزم (ْ) جس کا مقام دو اور پانچ یعنی نچلے جوڑے میں ہوتا ہے اور ایک - چار چ یعنی C4-1 کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے لوئر C کہلاتا ہے جو کالن یا تفصیلیہ کی علامت کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

نوٹ: تفصیلیہ کا نشان جو سُرخی یا عنوان دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے پہلے دو۔ پانچ جمع دو (-) یعنی نقاط تین۔ چھ دو مرتبہ ڈالنے سے تفصیلیہ بن جاتا تھا جو کالن کے نشان سے ہائفن کے نشان با آسانی نیچے محسوس ہوتے تھے مگر نئے طرزِ تحریر میں عام لکھائے میں بھی

میں اُن رکاوٹوں کا شکار تو نہیں ہوئے جن کا نابینا افراد ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ پڑھائی میں تو لائق ہیں مگر اُن کی بریل میں جو خامیاں ہیں وہ انہی اساتذہ کے مرہونِ منت ہے۔

یہ کوڈز یاد کروانے کے بعد اگلے مرحلہ میں بچے کو ایک لکڑی کی مستطیل شکل کی چھ بڑے خانوں والی پھٹی دی جاتی ہے تا کہ وہ خانوں اور اُن میں درج نقاط کی اچھی طرح پہچان کر لے۔ چنانچہ پھٹی کے خانوں میں بلوریں یا کنکڑ ڈال کر بچے کو حروف تہجی کی پہچان کروائی جاتی ہے جس میں صرف ایک ہی کریکٹر لکھا جا سکتا ہے مثلاً اگر الف یا A لکھنا ہو تو سب سے اوپر ایک یا one کے خانے میں بلور یا کنکڑ ڈال کر ایک نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر زبر لکھنا ہو تو دو کے خانے میں جو ایک سے نیچے ہوتا ہے نقطہ ڈال کر دو زبر کی پہچان کروائی جاتی ہے۔ اگر حمزہ (ء) لکھنا تو بائیں طرف کے سب سے نچلے خانے یعنی تین میں ڈال کر نقطہ نمبر 3 حمزہ (ء) کی پہچان کروائی جاتی ہے اور نقطہ نمبر 6 کے لئے سب سے آخری خانے یعنی دائیں طرف کے چار اور پانچ کے نیچے اور بائیں طرف کے تین کے بالکل ساتھ چھ کا نقطہ شد کی علامت ہے۔

۴	۱
۵	۲
۶	۳

اس طرح کی مستطیل پھٹی ہوتی ہے جس میں بائیں اور دائیں تین خانوں کے جوڑے ہوتے ہیں یعنی بائیں طرف ایک، اُس کے نیچے دو اور پھر تین اور دائیں طرف پہلے چار اُس کے نیچے پانچ اور چھ کے خانے ہوتے ہیں۔ اور ان کے تین جوڑے یوں بنتے ہیں۔ ایک کے ساتھ چار، دو کے ساتھ پانچ اور تین کے ساتھ چھ کا خانہ ہوتا ہے۔ اِن جوڑوں کی بریل طرزِ تحریر میں بڑی اہمیت ہے مگر ہمارے اِن اساتذہ کے نزدیک ایک فضول چیز ہے۔

اُس سے آگے کا مرحلہ بریل بورڈ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ پھٹی میں تو صرف اشکال کی پہچان کروانا مقصود ہوتا ہے اور طلباء اتنی پریکٹس کر لیتے ہیں کہ اُنہیں بعد ازاں بریل کوڈز اور پھر اشکال پر غور کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی بلکہ کسی بھی شکل پر اُنگلی رکھنے سے اُس کی فوراً پہچان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پھٹی میں صرف ایک وقت میں ایک ہی شکل برائے شناخت درج کی جا سکتی ہے اگر ایک الف یا One A اوپر کے خانے میں ایک نقطہ سے ظاہر کیا گیا ہو تو دیگر پانچ خانے خالی ہوتے ہیں اسی طرح اوپر اور نیچے بائیں طرف یعنی پہلے دو خانوں میں ایک۔ دو ب لکھنے کے لئے پہلے دو خانوں میں اوپر نیچے دو نقطے لگا کر باقی چار خانے خالی چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ پ لکھنے کے لئے ایک۔ دو۔ تین۔ چار یعنی بالترتیب پہلے چار خانوں میں چار نقطے لگا کر باقی دو خانے خالی چھوڑ دیے جاتے ہیں اور پہلے تین نقاط اوپر نیچے اور چوتھا اور ایک کے سامنے چار کے خانے میں آ جاتا ہے اور باقی دو خانے خالی ہونے کی وجہ سے پ کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور ت لکھنے کے لئے پہلا خانہ خالی چھوڑ کر دو۔ تین۔ چار۔ پانچ کے خانوں میں نقطے لگا کر پہلا اور آخری خانہ خالی ہونے کی وجہ سے ت کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

ظاہر ہے کہ اگر الف جمع زبر لکھنا ہو تو پھٹی پر یہ لکھنا ممکن نہیں اور عام طرزِ تحریر کے برعکس بریل میں حرکات یعنی زبر، زیر، پیش، کھڑا زبر، کھڑی زیر، اُلٹا پیش، شد اور مد وغیرہ حروف کے اوپر نیچے لگانے کے بجائے حروف کے آگے لگا دیے جاتے ہیں جیسا کہ انگریزی میں vowels لفظ بنانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ بدیں وجہ سائل نے اوپر بریل کے حروف لکھنے کے بجائے

S4-3-2,R5-3-2-1,Q5-4-3-2-1,P4-3-2-1,O5-3-1,N4-3-2-1,M4-3-1,L3-2-1

فل سٹاپ۔ 6-5-2,Z6-5-3-1,Y6-5-4-3-1,X6-4-3-1,W6-5-4-2,V6-3-1,T5-4-3-2

انگریزی	اردو
A1	۱ الف
B2-1	۱-۲ب
P4-3-2-1	۱-۲-۳-۴پ
T5-4-3-2	۲-۳-۴-۵ت
J5-4-2	۲-۴-۵ج
C4-1	۱-۴چ
X6-4-3-1	۱-۳-۴-۶خ
D5-4-1	۱-۴-۵د
R5-3-2-1,	۱-۲-۳-۵ر
Z6-5-3-1,	۱-۳-۵-۶ز
S4-3-2	۲-۳-۴س
F4-2-1	۱-۲-۴ف
Q5-4-3-2-1	۱-۲-۳-۴-۵ق
K3-1	۱-۳ک
L3-2-1	۱-۲-۳ل
G5-4-2-1	۱-۲-۴-۵گ
N4-3-2-1,	۱-۳-۴-۵ن
W6-5-4-2	۲-۴-۵-۶و
H5-2-1	۱-۲-۵ہ
I4-2	۲-۴ے
4-3-1,L	۱-۳-۴م
O5-3-1,	۱-۳-۵الف مقصورہ (یٰ)
V6-3-1	۱-۲-۳-۶لا
E5-1	۱-۵ِ

نوٹ: مندرجہ بالا جدول میں جو کالمز خالی ہیں انہیں اِنہی اساتذہ سے پڑ کروایئے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ بریل پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ سوائے سائل اور تجمل حسین دانش کے ادارہ ھذا میں کوئی بھی ایسے سوالات کا جواب نہیں دے سکتا حتیٰ کہ بینا اساتذہ بھی۔ مثلاً ایک بینا معلم جناب سعادت علی خان صاحب نے ان ہی اساتذہ سے بریل سیکھی ہے۔ چنانچہ وہ بینا ہونے کی وجہ سے پڑھائی

سب سے پہلے جب کوئی بچہ پہلی جماعت میں داخلہ لیتا ہے تو اُسے اُردو کے پریڈ میں اُردو اور انگریزی کے پیریڈ میں انگریزی حروف تہجی کے کوڈز یاد کروائے جاتے ہیں جنہیں یہ لوگ ''اُردو کی گنتی'' اور ''انگریزی کی گنتی'' کہتے ہیں۔ چنانچہ عموماً یہ لوگ خصوصاً اِن کے طلباء لفظ ''کوڈ'' سے نا آشنا ہوتے ہیں چنانچہ اگر ان سے کسی کریکٹر کی شناخت بریل میں پوچھنا ہو تو یہ پوچھا جاتا ہے کہ فلاں حرف کی گنتی کیا ہے؟ یا فلاں حرف یا حروف کی گنتی سناؤ اور اِن کوڈز کو یاد کرنے کو طلباء ''گنتی یاد کرنا'' کہتے ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اُردو حروف تہجی

۱الف، ۱-۲ب، ۱-۲-۳-۴پ، ۲-۳-۴-۵ت، ۲-۴-۶ٹ، ۱-۴-۵-۶ث، ۲-۴-۵ج، ۱-۴چ، ۱-۵-۶ح،
۱-۳-۴-۶خ، ۱-۴-۵د، ۳-۴-۶ڈ، ۲-۳-۴-۶ذ، ۱-۲-۳-۵ر، ۱-۲-۴-۵-۶ڑ، ۱-۳-۵-۶ز، ۵-۱-۳-۵-۶ژ،
۲-۳-۴س، ۱-۴-۶ش، ۱-۲-۳-۴-۶ص، ۱-۲-۴-۶ض، ۲-۳-۴-۵-۶ط، ۱-۲-۳-۴-۵-۶ظ،
۱-۲-۳-۵-۶ع، ۱-۲-۶غ، ۱-۲-۴ف، ۱-۲-۳-۴-۵ق، ۱-۳ک، ۱-۲-۴-۵گ، ۱-۲-۳ل، ۱-۳-۴م،
۱-۳-۴-۵ن، ۵-۶ں، ۲-۴-۵-۶و، ۱-۲-۵ہ، ۲-۳-۶دوچشمی (ھ)، ۳ء، ۲-۴ے، ۳-۴ی، ۳-۴-۵آ، ۲-َ،
۱-۵ ِ، ۱-۳-۶ ُ، ۲-۵ ً، ۶ ّ، ۳-۴-۵-۶ نشانِ گنتی، ۲-۳-۶ سوالیہ نشان (؟)، ۲-۳-۵-۶ ()، ۱-۳-۵ الف مقصورہ (یٰ)، ۱-۲-۳-۶لا، ۱-۳-۴-۵-۶یا، ۳-۶(-)، ۲-۵-۶فل سٹاپ،

نوٹ: علامات اُردو اور انگریزی میں تمام بریل میں یکساں ہی ہوتی ہیں۔

نوٹ: جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ بریل میں کُل 63 اشکال ہوتی ہیں جن میں رہتے ہوئے تمام زبانوں اور اعداد کا احاطہ کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ اوپر کی تفصیلات میں نقاط نمبر ۲-۳-۶ دوچشمی ھ اور سوالیہ نشان کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن اگرچہ دونوں لفظ کے آخر میں آتے ہیں مگر فکرہ یا لفظ کے قرینے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ دونوں شکلیں یکساں ہونے کے باوجود دوچشمی ھ کونسی ہے اور سوالیہ نشان کونسا ہے۔ مثلاً اگر لکھا ہو کہ ''کتنے ہاتھ؟'' یا ''کتنے لاکھ؟'' تو پہلی شکل لازماً دوچشمی ہے اور دوسری سوالیہ نشان کی ہے۔ چنانچہ پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی اور اِسی علامت کو اگر کسی لفظ کے شروع میں لکھا ہو تو یہ داوین (inverted comma) شروع کا نشان ہوگا کیونکہ دوچشمی ھ یا سوالیہ نشان کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتے اور عام طرز تحریر میں جو گول ہ کہ جگہ دوچشمی ھ لکھی جاتی ہے یہ غلط اور عام ہے۔ جس غلطی سے بریل میں بچنے کا اہتمام موجود ہے لیکن جب کمپیوٹر وغیرہ میں عام طرز تحریر کو بریل میں منتقل کیا جاتا ہے تو یہ غلطی بریل میں بھی درج ہو جاتی ہے جسے بعد میں درست کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ''بہت'' اور ''ہاتھی'' میں پہلے لفظ کے درمیان اور دوسرے لفظ کے شروع میں دوچشمی ھ لکھنا درست نہیں ہے۔

نوٹ: عربی اور فارسی کے علاوہ اُردو میں جو ہندی کے زائد حروف ہیں اِنہیں منفی کرنے سے عربی اور فارسی بریل وجود میں آجائے گی جس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں تاہم عربی میں نقاط نمبر ۲-۳ کہ دو زبر (ً)، نقاط نمبر ۳-۵ دو زیر، نقاط نمبر ۲-۶ دو پیش، نقطہ نمبر ۴ کھڑا زبر، نقاط نمبر ۴-۵ کھڑی زیر، نقاط نمبر ۳-۴-۶ اُلٹا پیش، نقاط نمبر ۳-۴ الف ء، نقاط نمبر ۱-۲-۵-۶ ہمزہ بشکل و، نقاط نمبر ۱-۳-۴-۵-۶ ء بشکل ی کے لیئے استعمال ہوتے ہیں اور نقاط نمبر ۱-۶ ۃ (تائے مربوطہ یا تائے تانیث) کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

انگریزی حروف تہجی

K3-1,J5-4-2,I4-2,H5-2-1,G5-4-2-1,F4-2-1,E5-1,D5-4-1 ,C4-1,B2-1,A1

تجمل کو پہلے تو سمجھ ہی نہ آ رہی تھی کہ وہ یہ علامت کیسے ڈالے لیکن کسی طرح شاید شمس الرحمان صاحب سے اُس نے بریل میں بھی مطلوبہ اسباق منتقل کروا لیے تو چونکہ نقطہ نمبر 3 اور نقطہ 6 قریب قریب ہوتے ہیں اِس لئے لکھتے وقت تو ہمیں پھر بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور بریل پھٹی اور بریل بورڈ میں لکھتے اور پڑھتے وقت اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ اُن میں بریل کے 6 خانے بہت واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں مگر اِس سے آگے کہ مدارج یعنی دیگر آلات مثلاً بریل فریم میں لکھتے وقت تو پتہ چل جاتا ہے لیکن پڑھتے وقت اِس کا اندازہ عموی طور پر لگانا مشکل ہوتا ہے۔ آپ کو تو اب ان باتوں کا کچھ نہ کچھ علم اور کچھ نہ کچھ اندازہ ہے مگر دیگر حکام بالا جنہیں درخواست کی نقول جائیں گی اُن کے لئے خصوصی طور پر چند ضروری معلومات درج ذیل ہیں:

نوٹ: بریل (Braille) ایک ایسے طرزِ تحریر کا نام ہے جو نابینا / بے بصر افراد کے لئے اُن کی نظر کی کمی کے باعث تعلیمی وقت کو ممکنہ حد تک دور کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جو اُبھرے ہوئے characters پر مشتمل ہوتا ہے اور نقاط کی صورت میں زیادہ سے زیادہ چھ نقطوں پر مشتمل مخصوص بریل کوڈز پر مشتمل ہوتا ہے جس کے ذریعے خصوصی تعلیمی اداروں میں نابینا افراد کو حتی لامکان پڑھنے اور لکھنے کے قابل بنا کر معاشرہ کا مفید فعال اور کارآمد حصہ بنایا جاتا ہے۔

بریل موجد لوئی بریل (Louis Braille) فرانس کا رہنے والا تھا اور فرانسیسی زبان میں اکثر ناموں کے آخر میں S آتا ہے جو پڑھنے میں نہیں آتا اور اُس کی ذات کا نام بریل ہے جس وجہ سے اپنے موجد کے خاندانی نام پر اِس کا نام "بریل" پڑھ گیا۔

بریل میں ممکنہ طور پر 63 اشکال میں تمام زبانوں کے حروف اور ہندسوں کو کور کیا جاتا اور اِس میں چھ نقطوں کے اندر رہتے ہوئے تمام اشکال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو لکھنے اور پڑھنے کی ضروریات کو پورا کریں۔ جس میں مختلف قومی اور بین الاقوامی زبانیں اور اعداد شامل ہیں چونکہ پاکستان میں ہماری تدریس اُردو، انگریزی، عربی اور فارسی وغیرہ میں ہوتی ہے اور یہی چار معروف زبانیں پاکستانی تعلیمی نظام میں عموماً کارفرما ہیں۔ چنانچہ بریل میں بھی پاکستانی نابینا افراد کو اِن ہی زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے اور نقطہ نمبر 1 جو سب سے اوپر کے خانے میں ایک نقطہ ہوتا ہے یہ الف کی علامت ہوتا ہے اور انگریزی میں A کی علامت ہوتا ہے جسے اُردو وغیرہ میں "ایک الف" اور انگریزی میں "One A" پڑھا جاتا ہے۔

نقطہ نمبر 2 اگر کسی لفظ کے درمیان میں آجائے تو زَبر کی علامت ہے اور اگر آخر میں آجائے تو comma کی علامت ہے اور نقطہ نمبر 3 کی تفصیل پہلے گزر چکی اور نقطہ نمبر 6 اُردو میں اگر کسی لفظ کے درمیان میں آجائے تو شد اور لفظ کے آخر میں آجائے تو دو زَبر کی علامت ہے اور انگریزی میں کسی حرف سے پہلے یا لفظ کے شروع میں آجائے تو بڑے حرف کیپیٹل لیٹر کی علامت ہے۔ چونکہ اُردو اور انگریزی بریل کے حروف تہجی گویا ایک سے ہوتے ہیں اور اُردو اور انگریز بریل کی گنتی اور دیگر علامات میں بھی کوئی فرق نہیں اور یہ دونوں بائیں طرف سے لکھی جاتی ہیں۔ لہٰذا انگریزی بریل کی پہچان یہ ہے کہ وہ کیپیٹل یعنی بڑے حرف سے شروع ہوتی ہے جس کی علامت بریل میں نقطہ نمبر 6 ہے اور یہی نقطہ نمبر 6 اگر انگریزی میں لفظ کے درمیان آجائے تو یہ موضوع بہت طویل ہے تاہم ہمارے اساتذہ اِن مسائل کو حل کرنے اور ایسے سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہیں اور جب سائل اِن اساتذہ کی ایسی کمزوریاں بیان کرتا ہے تو اس سے مراد تجمل حسین دانش نہیں ہوتا۔ وہ تو ویسے بھی یہاں کا مستقل اُستاد نہیں بلکہ اصل میں اُس کی تقرری مردان میں ہوئی تھی اور وہ یہاں attachment پہ تعینات ہے جو مردان سے تنخواہ لے رہا ہے۔
بہر حال جیسا کہ بیان کیا گیا کہ بریل میں زیادہ سے زیادہ چھ نقطے ہوتے ہیں جنہیں اگر اکھٹا لکھا جائے تو مستطیل شکل میں اُردو وغیرہ میں ظ اور انگریزی میں for کا کنٹریکشن بن جائے گا جس کا کوڈ ایک - دو - تین - چار - پانچ - چھ اور 1-2-3-4-5-6 ہے۔

الزامات کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تو اب موجودہ افسر بھی سائل کے سامنے یہی جھوٹ دہرانے لگا اور کہا کہ آپ نے جو مجھے 78 صفحات کا جواب جمع کروایا ہے اُس میں اپنے الزامات کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا۔ سائل نے یاد دلایا کہ یہی غلطی تو ریاض الحق ثانی نے بھی کی تھی۔ اگر سائل تاخیری حربے استعمال کرنا چاہتا تو ایسی غلطیوں کی نشاندہی نہ کر کے آپ کو مزید ذلیل و خوار کرتا مگر آپ لوگوں کے پاس کسی بھی مخلص شخص کی کوئی قدر نہیں۔

جناب والا! اگر آپ کو گالیوں کی اتنی ہی غیرت ہے تو آپ سائل کو بے جا تنگ و پریشان والے ایسے کام کیوں کرتے ہیں جن سے تنگ آ کر کوئی آپ کو بادلِ ناخاستہ گالیاں دینے پر مجبور ہو جائے جس کا سائل کو بھی نہایت افسوس ہوتا ہے اور آپ سے اِس حوالے سے معزرت خواہ ہوں لیکن آپ ہمیشہ مخالفت برائے مخالفت کی پالیس پر عمل کرتے ہوئے پہلے سے طے شدہ ذہن کے مطابق زدو تعصب کی بنا پر سائل کو ہمیشہ ٹارگٹ کیوں کرتے ہیں؟ آپ کو اپنی گالیوں کی تو فکر ہے مگر قائدِ اعظم اور عدالتوں کو گالیاں دینے کی فکر کیوں نہیں؟ کیونکر آپ سائل کو بے جا درخواست بازی کا عادی مجرم قرار دے سکتے ہیں جب کہ ایسی سنگین شکایات کے باوجود بھی آپ کسی کے خلاف بھی انکوائری نہ کر کے اُسے باعزت ریٹائر ہونے کا موقع دیتے ہیں؟ شاید آپ اپنی مکارانہ چالوں کے ذریعے جھوٹی انکوائریاں کر کے سائل کو بدنام کرنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن ایسے باعزت ریٹائر ہونے والے سنگین ملزمان کی انکوائریاں نہ کرنا ہی آپ کے خلاف ایک بہت بڑا ثبوت اور آپ پر ایک بہت بڑا بدنما دھبہ ہے جس پر آپ کے **خلاف ملک دشمنی اور غداری کا مقدمہ بننا چاہیئے۔**

5- یہ کہ سائل 1999 کے بعد زیادہ تر گھر میں ہی قرآن مجید و ذرائع ابلاغ کی وساطت سے تعلیم و تعلم سے وابستہ رہا اور بعد ازاں مختلف مدارس میں قرآن مجید کا دور کرنے جاتا مگر بلا خرطے یہ کیا گیا کہ سائل کو دنیاوی تعلیم مزید جاری رکھنے کے لئے المینار مرکز نابینا برائے بالغاں 279 / بڑی 79 (اُناسی) نادر خان۔ گلی نمبر 4 فیصل آباد بھیج دیا جائے جہاں سائل دسمبر 2004 تا اپریل 2007 زیرِ تعلیم رہا جہاں سے باقاعدہ میٹرک کا امتحان بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد سے پاس کر کے لوٹا اور دینی تعلیم مزید جاری رکھنے کے لئے 2007 میں درسِ نظامی کا طالبعلم ہوا۔

نوٹ: سائل اور ادارہ ھذا کے ایک اور ملازم یعنی سائل کے ہم جماعت تجمل حسین دانش بریل ٹیچر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم دونوں ادارہ کے جملہ ملازمین کے مقابلہ میں پنجاب سے تعلیم یافتہ ہیں اور تجمل حسین دانش ولد جہانگیر خان سکنہ محلہ جلال بابا چوک ملکپورہ ایبٹ آباد وفاقی خصوصی اداروں مثلاً مشہور نابینا لیڈر اور اُستاد بابا بریل جناب عبدالمنان صاحب کے زیرِ نگرانی NTCSP سے بھی وابستہ رہا۔

تجمل حسین دانش کا اپنا یہ کہنا ہے چونکہ یہاں کے نااہل اساتذہ ہمیں مکمل طور پر بریل سکھانے کے قابل نہ تھے چنانچہ اُس نے ایک اور نابینا پروفیسر اور ہمارے اُستادِ محترم جناب اصرار شاہ صاحب کے دوست پروفیسر شمس الرحمان صاحب سے بریل سیکھی اور چونکہ یہ ایک پڑھے لکھے VIP خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور اِس کی ایک بڑی ہمشیرہ محترمہ جنھوں نے بعد ازاں ڈاکٹریٹ کا امتحان پاس کیا وہ اُسکی معلمہ تھیں اور وہ عام کتابوں سے تجمل کو پڑھایا کرتی تھیں۔ ہم نے ''اپاس ٹرافی'' کی علامت ابھی تک نہ پڑی تھی۔

نوٹ: اُردو وغیرہ میں نقطہ نمبر 3 حمزہ کی علامت ہے اور یہی علامت انگریزی میں ڈاٹ 3 اپاس ٹرافی کے لیئے استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے اساتذہ کو اِن چیزوں کا کوئی علم نہیں اور یہ نام نہاد گریجویٹ نابینا اساتذہ انگریزی تو بالکل پڑھا سکتے ہیں نہیں۔ چنانچہ

برائے نابینا ضلعی شاخ ایبٹ آباد کے صدر سردار قاری خورشید صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی سردار محمد ایاز صاحب جو کہ اُس وقت ادارہ ھذا میں نابینا کین ورکر تھے کا رویہ نابینا افراد کے قائدین و نمائندہ گان ہونے کے باوجود نابینا مخالف ہے اور یہ ہر نابینا مخالف کے حامی نظر آتے ہیں۔ اُس وقت سے ہماری مخالفت کا آغاز ہو گیا اور علی زمان صاحب تو ویسے بھی اپنی کمزوریوں کے باعث اِن کے بظاہر وفادار چیلے بنے رہتے ہیں اور اِن لوگوں کو ایک دوسرے کی ایسی ایسی کمزوریاں معلوم ہیں جن پر انہوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے جو اِن کی باہم مخالفت کے نتیجہ میں انکشافات کے نتیجہ میں ایک پنڈورہ باکس کھل سکتا ہے۔ لہٰذا یہ بظاہر آپس میں خصوصاً سائل کے خلاف متحد ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سائل کی تنظیمی رکنیت کی مخالفت کرتے ہوئے عوام و خواص میں سائل کو پاگل مشہور کرنا شروع کر دیا اور انہی بنیادوں پر ملازمت کی بھی مخالفت کی۔ جناب والا! آپ صاحبان کا مسئلہ یہ ہے کہ جب سائل کے حق ملازمت وحقِ تنظیمی رکنیت کو تسلیم کرنے کی باری آتی ہے تو آپ لوگ سائل کو پاگل قرار دے دیتے ہیں مگر جب سائل کو مذکورہ زہر والے مقدمہ جیسے مقدمہ میں پھنسانا مقصود ہو تو سائل کو ایک انتہائی ہوشیار، چالاک اور شریر قرار دے دیتے ہیں یوں جب آپ کی تضاد بیانیوں سے جب سائل کو شک کا فائدہ ملتا ہے تو اِس کا قانونی حق ہے تو آپ کو تکلیف شروع ہو جاتی ہے اور پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی نوعیت کی ایک واحد/ منفرد مثال قائم کرتے ہوئے اور قانون کو تسلیم نہ کرتے ہوئے بلکہ اپنی مرضی کا قانون بناتے ہوئے آپ کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ تم صرف شک کی بنیاد پر بری ہوئے ہو لہٰذا تمہاری بریت اور عدالتی فیصلہ کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور تم ابھی بھی قصور وار ہو۔ جناب والا! کیا آپ اپنی عدالت لگانا چاہتے ہیں؟ کیا آپ with in state state کے تحت اپنی متوازی عدالت قائم کئے ہوئے ہیں؟ پھر آپ نے اور آپ کے انکوائری افسر نے سروس ٹریبونل کے عدالتی طرز پر de novo انکوائری کے فیصلہ کا مزاق اُڑاتے ہوئے یہ کیوں کہا کہ ہم عدالتی طرز پر یعنی E & D rule کے مطابق ضابطہ دیوانی 1908 کے تحت گواہی کا عمل آگے نہیں بڑھا سکتے اور ہم اپنی عدالت نہیں لگا سکتے؟ لہٰذا سائل کے خلاف مذکورہ انکوائری بمطابق E&D رولز نہ تھی۔

جناب والا! سائل پر یہ الزام لگایا گیا کہ یہ خود کو بچانے کے لئے انکوائری کے عمل کو تاخیری حربوں کا شکار اور ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے۔ حالانکہ اگر اس الزام میں صداقت ہوتی تو سائل معزز سروس ٹریبونل سے یہ تقاضہ ہرگز نہ کرتا کہ سائل کے خلاف گواہان چونکہ بہت زیادہ ہیں اور ادارہ میں 35 ملازمین ہیں اور دیگر افسران و پولیس اہلکاران اِن کے علاوہ ہیں۔ جیسا کہ ٹریبونل کی تاریخ مختصر سے مختصر بھی عموماً 2 ماہ بعد آتی تھی چونکہ سائل کو سابقہ انکوائری میں گواہان پر جرح کا موقع نہیں دیا گیا تھا اور عدالت نے یہ تقاضہ کیا تھا مروجہ قانون مذکورہ بالا کی روشنی میں عدالتی طرز پر گواہان پر جرح کی جائے جو کہ نہ ہونے کے باعث بلکہ گواہان کے بیانات ہی سرے سے قلم بند نہ ہونے کے باعث اُس انکوائری میں ایک بڑی خامی تھی۔ چنانچہ سائل نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ اگر مذکورہ گواہان پر ایک ایک تاریخ پر بھی جرح کی جائے تو کئی سال کا عرصہ درکار ہے۔ چنانچہ عدالت نے آپ کو یہ انکوائری ریفر کی تھی تا کہ معاملہ غیر ضروری تاخیر کا شکار نہ ہو جس کا غلط فائدہ اُٹھایا گیا۔

دوئم یہ کہ آپ لوگ پہلے سے طے شدہ بدنیت ذہن کے مطابق نام نہاد انکوائریاں کرتے ہیں جو عدل و انصاف اور قانون کے سراسر منافی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ سابقہ جھوٹے انکوائری افسر ریاض الحق ثانی نے سائل کے متعلق پہلے جھوٹ بولا تھا کہ سائل نے جو مذکورہ 300 صفحات کی درخواست اُسے بطور جواب چارج شیٹ دی تھی جو کہ دراصل سیکرٹری صاحب کے نام ایک رپورٹ تھی جو اِن سب سے مایوس ہو کر لکھی گئی تھی جس میں ملازمت کے علاوہ تنظیمی مسائل بھی زیر بحث تھے اُس میں چونکہ اعتراضات کا مفصل جواب تھا اور سائل کے پاس وقت اور وسائل کی بھی قلت تھی تو اِس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ سائل نے اپنے خلاف عائد شدہ

میں عملِ قوم لوط کے واقعات بھی رپورٹ ہوتے ہیں۔ جناب والا! انگریزی سکولوں میں ہاسٹل کی زندگی ہو یا دینی مدارس میں سائل کا قیام کیا کوئی ایک واقع بھی سائل کے حوالے سے ایسا رپورٹ ہوا؟ اِس کے برعکس علی زمان صاحب جیسے لوگ جو سائل پر بہتان تراشی کرتے ہیں اِن کے زمانہ طالبعلمی کے بہت سارے واقعات ایسے ملتے ہیں۔

سائل کی منشاء یہ بھی تھی کہ اپنے سابقہ مدارس کے ساتھیوں کو بھی اپنے دفاع میں بطور گواہ پیش کرے تاکہ وہ بتا سکیں کہ سائل کا کردار کیسا تھا؟ مگر بدقسمتی سے نہ تو یہ موقع سیشن کورٹ میں ملا، نہ اپنے وکلاء نے ملنے دیا اور نہ ہی کہیں اور۔ نیز اب اُن سابقہ طلباء کا ملنا بھی نہایت مشکل ہے۔ بدیں وجہ جو کہ وکلاء نے سائل کا مقدمہ صحیح طرح حسب منشاء نہ لڑا اور جان چھڑانے کی کوشش کی یہ وکلاء جو عموماً کرپٹ اور حرام خور ہوتے ہیں اور پاکستان کے کس شعبہ میں کام چوری نہیں؟ چنانچہ اِن وکلاء نے دستیاب ریکارڈ کو بھی درست طور پر ملاحظہ کرنے کے بجائے محض شک کا فائدہ سائل کو دلواتے ہوئے بری کروانے پر ہی اکتفا کیا جس پر سائل کو شدید اعتراض رہا اگرچہ شک کا فائدہ بھی سائل کا حق ہے۔ لیکن جناب والا! آپ لوگ سائل کے ساتھ اس قدر انوکھا امتیازی سلوک کرتے ہیں کہ پوری دنیا کا قانون ہر ملزم کو شک کا فائدہ دیتا ہے اور ہر ملزم شک کی بنیاد پر ہی بری ہوتا ہے جب مدعی اُس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرنے میں ناکام ہوتا ہم سائل کے آخری وکیل ملک شمعروز صاحب نے عدالت کے روبرو جو باتیں کہیں جنہیں ریکارڈ کا حصہ نہیں بنایا گیا جن کی رو سے یہ بات بالکل واضح تھی کہ زہر خوارنی والے کام میں سائل کا کوئی ہاتھ نہیں اور سروس ٹربونل میں بھی سائل نے یہ باتیں کیں مگر اُنہیں بھی ریکارڈ کا حصہ نہ بنایا گیا چنانچہ آپ کی طرف سے جاری کردہ چارج شیٹ کے جواب میں سائل نے تحریری طور پر اِن باتوں کو از خود ریکارڈ کا حصہ بنا دیا جو کہ انکوائری افسر ڈی او چارسدہ کو مورخہ 29-07-2020 کو زیر رسید نمبر RGL38089871 اور جناب کو زیر رسید نمبر RGL38089872 ارسال کر کے 78 صفحات پر مشتمل اپنا تفصیلی جواب ارسال کیا مگر آپ نے چونکہ پہلی ہی سے یہ طے کر رکھا ہے کہ آپ نے سائل کی ہمیشہ مخالفت ہی کرنی ہے اور کسی بھی صورت سائل کی بات کو ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے لہٰذا آپ کے سامنے دلائل دینا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ اُمید ضرور ہے کہ کبھی تو انصاف ہوگا اور ان باتوں کو ریکارڈ کا حصہ بنانے سے انشاءاللہ کبھی نہ کبھی تو ضرور فائدہ ہوگا۔

3۔ یہ کہ سائل ایک سال کے اندر قرآن مجید حفظ نہ کر سکا اور مئی 2000 میں مدرسہ چھوڑ کر گھر آ گیا اور باقی ماندہ قرآنی تعلیم گھر ہی میں پہلے اُستاد ٹیوشن پے لگا کر اور بعد ازاں آڈیو کیسٹ اور بریل قرآن مجید کی مدد سے خود ہی مکمل کی۔ دریں اسناں ریڈیو اور ٹیلی ویژن سائل کی معلومات کا ذریعہ تھے۔ چنانچہ وہاں سے گراں قدر معلومات کا ذخیرہ کر کے پرائمری پاس ہونے کے باوجود اِن اساتذہ کے لئے challengable بن گیا۔ دوران طالبعلمی بھی سائل کے ذہن کو یہ لوگ بخوبی سمجھ چکے تھے اور علی زمان صاحب نے دورانِ انکوائری اِس بات کو بھی تسلیم کیا کہ سائل کہ سوالات پر اسے مطمئن کرنا بہت مشکل ہے اور دریں اسنا بھی جب سائل بعد از فراغت اِن صاحبان سے ملنے آتا تو ایسے ایسے سوالات اور نظریات پیش کرتا نیز ایسی پیشن گوئیاں کرتا جن کی اُس وقت اِن کی طرف سے خوب مخالفت ہوتی اور سائل کو شدید طنز و مزاح کا نشانہ بنایا جاتا مگر آج وہی باتیں یہ لوگ خود کر رہے ہیں اور سائل کے حقانیت سامنے آتی جا رہی ہے۔

4۔ دریں اسنا سائل نے محسوس کیا کہ سردار برادران یعنی PAB (پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ) ایبٹ آباد، پاکستان انجمن

ایک یہ کہ سائل اپنے سابقہ سینئر ہم مکتبوں کی طرح جماعت پنجم سے آگے ادارہ ھذا ہی میں تعلیم جاری رکھے اگرچہ قانوناً یہ ادارہ پرائمری تک تھا مگر اُس وقت کی نسبتاً اچھی انتظامیہ کی بدولت اساتذہ میں پڑھانے کا جذبہ تھا جو اب مفقود ہے اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ سائل پنجاب میں جا کر جماعت ششم میں کسی نابینا ادارہ میں داخلہ لے مگر اب چونکہ الیاس صاحب جیسے قدر مختی افسر ادارہ سے جا چکے تھے اور اساتذہ کا جذبہ ماند پڑتا جا رہا تھا۔ چنانچہ یہاں پڑھانے سے تو اساتذہ نے ٹال مٹول سے کام لیا مگر سائل کی مذہبی دلچسپی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اِنہوں نے سائل کو یہ مشورہ دیا کہ تم ایک اُستادِ محترم جناب اصرار شاہ صاحب کے بھائی اور اپنے سابق ہم جماعت اور ہم مکتب عبداللہ شاہ کی طرح دینی مدرسہ میں داخلہ لے لو اور حفظِ قرآن اور عالم کا کورس کرو ساتھ ہی ساتھ آڈیو کیسٹس کے ذریعے میٹرک کی تیاری بھی کرتے رہنا اور تین سالوں میں عالم بن جاؤ گے۔ اُس وقت سائل کی عمر 15 برس تھی اور خصوصاً محترم فردوس عباسی صاحب جو مجھے معاشرتی علوم پڑھاتے تھے۔ جب سید جمال الدین افغانی اور شاہ ولی اللہ جیسی بڑی شخصیات کے متعلق پڑھاتے تو سائل کو عار دلایا کرتے تھے کہ یہ لوگ 18 برس کی عمر میں علماء بن جاتے تھے اور محمد بن قاسم کے متعلق بھی کیوں کہ ہم نے پڑھا تھا کہ اُس نے 17 سال کی عمر میں سندھ پر حملہ کیا تو جناب عباسی صاحب سائل کو کہا کرتے تھے کہ محمد بن قاسم نے 17 برس کی عمر میں سندھ فتح کر لیا تھا اور تم 17 برس کے قریب پہنچ چکے ہو۔ خصوصاً جب 17 برس کا ہوا تو پوچھتے کے تم نے اب تک کیا کیا؟

جناب والا! کیا موجودہ طلباء سے بھی اِن اساتذہ کو یہی اُمیدیں ہیں؟ کیوں کہا جاتا ہے کہ ادارہ میں کوئی بدنظمی نہیں اور سائل کے پاس کوئی ثبوت نہیں محض عادتاً اور شرارتاً چھوٹی، بے جا اور بے بنیاد درخواست بازی کرتا ہے؟ نیز اگر بقول علی زمان صاحب جیسے لوگوں کے اِنہوں نے سائل کے سابقہ بُرے کردار کے پیشِ نظر اِس کی بھرتی کی مخالفت کی تھی تو دینی مدرسہ میں جانے کا مشورہ کیوں دیا تھا اور کیوں رفتہ رفتہ سائل کو بعد از فراغت دینی تعلیم میٹرک وغیرہ کر کے ادارہ ھذا میں نوکری کے بجائے یہ مشورہ دیا گیا کہ دینی شعبہ میں زیادہ آمدنی اور دنیا و آخرت کا سکون وفلاح و بہبود ہے؟ کیوں علی زمان صاحب کی جانب سے یہ کہا جاتا تھا کہ قاری سعد نور صاحب پیٹ بھر کر مسجد میں لیٹ جانے کے باعث شعبہ دینی سے بھی مہینہ کا اُس وقت کا 17 سے 30 ہزار ماہانہ کما لیتے ہیں؟

سائل بدوران فوجداری مقدمہ خصوصاً اپنے وکیل ناصر مشتاق صاحب پر زور ڈالتا رہا کہ چونکہ اب اِنہوں نے یہ قصہ خود چھیڑا ہے لہٰذا سائل کو اپنے لڑکپن کے خصوصاً مذہبی کردار کے حوالے سے بھی بدنیت گواہان پر بھی جرح کا موقع دیا جائے جسے نامعلوم وجہ یا وجوح کی بناء پر اُنہوں نے قبول نہ کیا اور اب جب کہ معزز سروس ٹریبونل نے De Novo انکوائری کے ذریعے سائل کو یہ موقع دیا کہ وہ بغیر وکیل کے اپنا دفاع بھرپور انداز سے کرے تو آپ صاحبان نے اِس موقع سے بھی سائل کو پورا فائدہ نہ اُٹھانے دیا اور علی زمان صاحب نے جو سائل پر یہ اعتراض کرتے ہوئے اور احسان جتلاتے ہوئے فرمایا کہ تم نے حسب معمول ہمارا اِس مرتبہ پھر کافی وقت ضائع کیا لیکن ہم نے پھر بھی تمہیں اعتراضات کا موقع دیا حالانکہ قانوناً تم بغیر وکیل کے ہم پر قانوناً ایسی جرح نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن خوش قسمتی سے گزشتہ شب سائل کو وکیل کی زبانی معلوم ہو چلا تھا کہ De Novo انکوائری میں وکیل کو پیش ہونے کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ سائل نے برموقع علی زمان صاحب کا منہ بند کر دیا لیکن انکوائری افسر اُس وقت اپنا ساز و سامان باندھ کر واپس جانے کی تیاری میں تھا۔

2۔ سائل کا مدرسہ میں دل نہ لگا اور وہاں کی شدت پسندانہ اور انتہا پسندانہ سوچ سے بھی سائل شدید بیزار تھا اور جیسا کے دینی مدارس

چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان افتخار چوہدری صاحب نے بھی نوٹس لیا تھا اور مشہور کیس ہوا تھا۔

جناب والا! جیسا کہ سائل اور تجمل حسین دانش ادارہ میں لائق ترین اور ادارہ کے سابق ہونہار طالبعلم شمار ہوتے ہیں اور ہماری مذکوران پر تعلیمی برتری اِس بنا پر بھی ہے کہ ہماری تعلیم صرف اسی ادارہ کی مرہون منت نہیں بلکہ دیگر ادارہ جات مثلاً صوبہ پنجاب کے خصوصی تعلیمی اداروں کی بھی مرہون منت ہے۔ چنانچہ جب سائل 2004 میں المینار مرکز نابینا برائے بالغاں فیصل آباد میں بطور طالب علم جماعت ششم میں داخل ہوا اور شام کو کمپیوٹر کی بھی کلاس ہوا کرتی تھی تو سائل پہلی مرتبہ لفظ ''سیمی کالن'' (semi-column) سے اشناء ہوا اور جب سیمی کالن کا بٹن کمپیوٹر میں سائل کو بتایا گیا تو سائل یہ سمجھتا تھا کہ سیمی کالن کسی علامت کا نام نہیں بلکہ کمپیوٹر میں استعمال ہونے والے کسی اضافی بٹن کا نام ہے جس سے آہستہ آہستہ آشنا ہوا تو پتہ چلا کہ یہ بھی ایک علامت ہے جو لکھنے میں استعمال ہوتی ہے اِس کا کمپیوٹر کی ایجاد سے کوئی تعلق نہیں۔

قبل ازیں سائل کو صرف فُل سٹاپ (ختمہ / وقف مطلق)، comma (سکتہ) اور سوالیہ نشان کی علامتوں کے بارے میں تھوڑا بہت بتایا گیا تھا اور کچھ نہ کچھ کوسین یعنی بریکیٹس کے استعمال کا علم تھا لیکن اساتذہ کی موجودہ حالت اِس سے بھی بُری ہوگئی ہے اور جب علی زمان صاحب جیسے اساتذہ کو بہت ہی تنگ اور مجبور کیا جائے تو وہ اِن علامات کے متعلق اپنی یہی بات پیش کرتے ہیں کہ یہ علامتیں کسی بات یا نام کو نمایاں کرنے کے لئے ہوتی ہیں اگر آپ اِن سے کوسین، واوین، سیمی کالن، کالن یا بولڈ یا اٹالیک یا انڈر لائن الغرض کسی کے متعلق بھی پوچھ لیں تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ یہ نمایاں کرنے کے لئے ہوتے ہیں لیکن اگر ان سے یہ پوچھا جائے کہ آخر ان علامات میں فرق کیا ہے تو یہ لاجواب ہو جائیں گے۔

جناب والا! جب سائل کو 1992 میں خصوصی نابینا تعلیمی اداروں کے متعلق علم ہوا تھا اور جس خاندان نے سائل کے خاندان کو اِن کے متعلق بتایا تھا تو دونوں خاندانوں میں یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ یہ ادارے اِس لیے بھی بنے ہیں کہ ہمیں ہماری نابینائی کا احساس نہ ہو اور یہ احساس نہ ہو کہ ہم لوگ صرف اپنی نابینائی کی وجہ سے دوسروں سے پیچھے ہیں۔ ہمیں یہ احساس نہ ہو کہ اگر ہم بینا ہوتے فلاں فلاں کامیابیاں حاصل کر لیتے اور فلاں مقام پر فائز ہوتے جو آج ہم نابینا ہونے کی بنا پر نہیں ہیں۔ جناب والا! کیا اِن فلاحی ادارہ جات کے اِن اغراض و مقاصد سے انکار ممکن ہے اور کیا آج یہ ادارے اپنے مذکورہ اہداف و مقاصد حاصل کر رہے ہیں جب کوئی یہ سوال پوچھے تو اُس کا سائل جیسا انجام ہوتا ہے اور یہی اصل مقدمہ کی بنیاد ہے نہ کہ مذکورہ زہر خورانی جیسے مسائل بنیادی مسائل ہیں بلکہ بنیادی مسئلہ وہ ہے جس کی وجہ سے ایسے مسائل پیش آئے۔

☆ جناب والا! جیسا کہ سائل کے علاوہ اِس کے تین بہن بھائی اور بھی معذور ہیں اور ایک بہن نابینا ہونے کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر بھی معذور ہے جس کی طرف بچپن میں توجہ نہ دی جا سکی اور دن بدن اِس کی معذوری میں مزید اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور یہ ہم اہلِ خانہ کے لئے مزید بوجھ اور روز بروز تکلیف و پریشانی کا باعث بنتی جا رہی ہے مگر الحمدللہ سائل نے آج تک اِسے توقتل کرنے کی کوشش نہیں کی آخر اِن لوگوں کو زہر دینے کا کیا مقصد ہے؟

بہر حال سائل لڑکپن ہی سے مذہبی رجحان رکھتا تھا اور علی زمان صاحب جیسے لوگ سائل کے بارے میں انتہائی غلط بیانی اور بکواس کر رہے ہیں کہ اِس کا چال چلن شروع ہی سے اچھا نہیں تھا جس کا یہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے اور ایسی گالیاں دیتے اور ایسے الفاظ سائل کے متعلق استعمال کرتے ہیں جو بدچلن عورتوں کے متعلق استعمال کیئے جاتے ہیں۔ گر اِن کی بیہودگی کسی کو نظر نہیں آتی اور حسب معمول سائل ہی کو ہمیشہ نشانِ ہدف بنایا جاتا ہے۔ بہر حال جب سائل 1999 میں تعلیم سے فارغ ہوا تو اِس کے پاس دو راستے تھے:

کے خلاف کوئی دعویٰ خصوصاً فوجداری مقدمہ نہیں کرسکتے اور اب سائل آپ کو اپنی طرف سے کسی بھی قسم کے پہنچنے والے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہے۔ آپ نے سائل کا کام آسان کر دیا ہے اور سائل کی بڑی دیرینہ خواہش پوری کر دی ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ویسے بھی سائل بہت زیادہ احساسِ محرومی کا شکار تھا کہ آپ جیسے لوگوں کے پاس اللہ کی بے شمار نعمتیں اور طرح طرح کی خوبصورت عورتیں ہیں جن سے سائل محروم ہے اور سائل کو اِس بات سے بھی مذکوران کے برعکس شرم محسوس ہوتی تھی کہ حکومت ہم پر بڑی مہربان ہے لہٰذا سرکاری لوگوں کی خواتین کے متعلق ہمیں بدنیتی کا مظاہرہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے اور ادارہ ھذا کے سیلز مین اقبال صاحب جیسے لوگ جنہیں آپ نے بغیر انکوائری کے ریٹائر کر دیا جو کہ عورتوں کے نہایت شوقین اور بارہا نہایت فخر سے برملا اس بات کا اظہار کرتے رہے کہ اُنہوں نے کئی اعلیٰ شخصیات کی بیگمات اور کئی حساس اداروں کے افسران اور کئی لیڈی ڈاکٹرز کے ساتھ بدکاری کی مگر نہ صرف یہ کہ سائل کی ایسی شکایات پر کوئی توجہ نہ دی گئی بلکہ اِس بے غیرت حکومت نے یہ تاثر دیا کہ اِسے وسائل کی نہیں بلکہ اِن لوگوں کی ضرورت ہے اور جو حکومت اِن لوگوں کی وجہ سے سائل کی دوست بننے کے بجائے دشمن بن گئی اور جس کو بیوی میسر نہ ہو تو شریعت کی رو سے دشمن کی عورتیں لڑائی میں ہاتھ آجائیں بطور لونڈیوں / کنیزوں / باندھیوں کے بغیر نکاح کے بھی حلال ہیں۔

جنابِ والا! ایک طرف تو ہماری ریاست اپنی دشمن ریاست بھارت کے خلاف اِن باتوں کو استعمال کرتی ہے کہ بھارتی فوجیوں کو مقبوضہ کشمیر میں چونکہ چھٹیاں نہیں ملتیں جس کے باعث وہ بیویوں سے دور ہونے کے باعث طرح طرح کے نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں تو اسلامی جمہوریہ پاکستان جہاں غیر شرعی سیکس کی ممانعت ہے اور اقوام متحدہ جیسے اداروں کی رکنیت کے باعث شرعی سیکس پر بھی نیم پابندی یعنی لونڈی غلاموں کی ممانعت ہے، زیادہ شادیاں تو کیا ایک شادی کو بھی مشکل بنا دیا گیا ہے اور معذور افراد کے تو ویسے بھی خصوصی مسائل اور اُن کی مخصوص ضروریات ہوتی ہیں تو یہ بیچارے اگر نفسیاتی امراض کا شکار نہ ہوں تو پھر کیا کریں؟ چنانچہ ضلع ہری پور کا ایک نابینا راجہ نزاکت خان ولد ایوب خان جو کہ سائل کو عدم ازدواج کا طعنہ دیتا رہا خود اُس کی اپنی حالت یہ تھی جیسا کہ اُس کے قریبی رفقاء اور عزیزوں نے بتایا اور خود اُس نے بھی پہلے انکار کے بعد بعد ازاں اِس بات کی تصدیق کی کہ ازدواجی تعلقات زیادہ دیر تک نہ ہونے کا باعث اُس کے اندر نطفہ کا ذخیرہ ہوتا رہا۔ جنابِ والا! نطفہ کے متعلق تو قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ میں بھی بحث آئی ہے۔ چنانچہ آپ اِسے سائل کی بے ہودگی کیوں کر قرار دے سکتے ہیں؟ ترقی یافتہ ممالک بلکہ بھارت جیسے ملک میں بھی جنسیات کا مضمون بطور نصاب پڑھایا جاتا ہے تو اگر سائل ایسے ضروری معاملات کو زیرِ بحث لاتا ہے تو اِس میں کیا قباحت ہے؟ بہرحال جیسا کہ سائل عرض کر رہا تھا کہ راجہ نزاکت ولد ایوب خان کے عضوِ تناسل میں بہت زیادہ نطفہ جمع ہو گیا جیسا کہ جب پانی کی ٹینکی بھر جاتی ہے تو پانی بہنے لگتا ہے مگر ٹینکی تو بڑی اور بے جان ہوتی ہے اور یہ بے چارہ جاندار اور نرم و نازک عضوِ تناسل رکھتا تھا نیز جیسا کہ ہم نابینا افراد کو بہت زیادہ complex کا شکار کیا جاتا ہے کہ ہماری خواہشات پوری نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اِس کا نطفہ ٹھنڈا ہو کر برف میں تبدیل ہوتا گیا اور اِس کی رگیں جام ہو گئیں۔ جس کے باعث یہ شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر رات دن کراہنے لگا اور اِسے زندگی کی اُمید بھی نہ رہی۔ چنانچہ ہر ایک کے سامنے خصوصاً بغرضِ علاج خواتین ڈاکٹروں کے سامنے برہنہ ہو کر اپنا عضوِ تناسل اُن کے سامنے رکھ دیتا تھا۔ اب یہ شادی شدہ ہے اور بقول اُس کے ایک لیڈی ڈاکٹر کی پڑوسن سے اُس کی شادی ہوئی ہے۔

جنابِ والا! جو اپنے ذاتی مسائل کے بجائے ایسے مفادِ عامہ کے حوالہ سے بھی آواز اُٹھائے تو اُس کے ساتھ آپ کا موجودہ منفی رویہ انتہائی افسوسناک اور شرمناک ہے مگر خدارا اب اِس لفظ "شرمناک" کو سائل کے خلاف مسئلہ نا بنا دیجیے گا کیوں کہ آپ کے بڑے یعنی محترم وزیراعظم عمران خان صاحب نے بھی عدلیہ کے متعلق یہی لفظ استعمال کیا ہوا ہے جس پر سابق

سمجھتا تھا؟ نیز جناب ایاز صاحب کے نجی ادارہ لائٹ ہاؤس برائے نابینا طلبات ایبٹ آباد میں بھی سائل نے مذکورہ نذر کے سلسلہ میں دیگ بطورِ صدقہ دی اور اِس donation کی رسید بھی سائل کے پاس بطورِ ثبوت موجود ہے جو کہ لف کی جاتی ہے، جو کہ انکوائری افسر نے بھی سائل سے استفسار کیا تھا کہ مذکورہ donation یا ایاز صاحب کے کسی ڈونر کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ چنانچہ سائل بطور ثبوت مجبوراً خود اِن کا ڈونر بنا۔

☆ یہ کہ مورخہ 28-01-2021 کو جب سائل نے ایاز صاحب وغیرہ کی گفتگو بطورِ ثبوت ریکارڈ کی جو آج وعدہ خلافی کرتے ہوئے علی زمان صاحب کے خلاف سچی گواہی دینے سے ڈر رہے ہیں تو اُس وقت کی گفتگو CCTV کیمرہ میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو ہم نے دھوپ میں بیٹھ کر ادارہ کی چھت پر کی تھی جس میں ایاز صاحب نے مذکورہ **"چیف جسٹس"** والی بات سمیت کئی اور بھی انکشافات کئے تھے اور ہم دونوں نے پیسے ڈال کر سپرنٹنڈنٹ صاحبہ سمیت حاضر سٹاف کو مچھلی بھی کھلائی تھی اور اگرچہ ہمارا حصہ برابر ہونا چاہئے تھا لیکن سائل نے باقی ماندہ پیسے تا حال محترم جناب ایاز صاحب سے نہ وصول کئے اور نہ ہی اُن کا تقاضہ ہے اگر تقاضہ ہے تو یہ کہ برائے کرم یہ بتایا جائے کہ سائل کے خلاف کیوں یہ منفی اور بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ سائل اپنے محسنوں کی قدر نہیں کرتا اور ہر کوئی خود کو اِس سے غیر محفوظ تصور کرتا اور یہ سب کے لئے نا قابلِ اعتبار ہے؟

ایاز صاحب وغیرہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہر کوئی سائل کو اپنے لئے استعمال کرتا ہے حالانکہ سائل انہیں اپنے لیئے استعمال کرنے کی الحمدللہ مکمل قابلیت اور اہلیت وصلاحیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہے۔ **اب یہ کریں علی زمان صاحب کے خلاف سچی گواہی سے انکار!**

علاوہ ازیں سائل اور ان کے درمیان ہونے والی ٹیلیفونک گفتگو جو کہ سائل کے موبائل نمبر کے علاوہ مذکورہ کے دو نمبرات یعنی 0333-5062310 جو کہ یہی سیل نمبر زونگ نیٹ ورک میں 0316 کوڈ کے ساتھ ہے، اِن کے بڑے بھائی قاری خورشید صاحب کے سیل نمبر 0300-9112716، اِن کے ایک طالبعلم اور دست راس طفیل کے سیل نمبر 0311-5640973 سے ہونے والی اِن سے سائل کے ساتھ گفتگو کا ریکارڈ قابل ملاحظہ ہے جو آپ بے غیرت اور ڈیٹھ لوگ حسب معمول ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ تاہم دیگر حکامِ بالا اور معزز عدالتوں جہاں تک سائل کی ایسے تحاریر پہنچیں سے درخواست ہے کہ مجرمانہ افعال کو بے نقاب کرنے کے لئے ایسا ریکارڈ ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔ بدیں وجہ سائل اپنی شکایات کی نقول آپ بے غیرت افسران کے علاوہ دیگر حکام بالا، معزز عدالتوں اور ذرائع ابلاغ کو بھی ارسال کرتا رہتا ہے۔ کیوں کہ سائل کی سُنی نہیں جاتی اور آپ حتی الوساع اور حتی المقدور ثبوتوں کو غائب کر کے یا عدم ملاحظہ کر کے صرف سائل ہی کو ہمیشہ ٹارگٹ کرتے رہتے ہیں کیوں کہ آپ کی خواتین سائل کے بجائے مذکوران کو پسند کرتی ہیں اور جس بدکار عورت کو ایک بار کئی مَردوں سے جنسی لذت حاصل کرنے کا موقع مل جائے اور انواع واقسام کے مَردوں سے فائدہ حاصل کر کے اُن کے قسم قسم کے اجسام اور عضوہائے تناسل ملاحظہ کرنے کا موقع مل جائے تو اُس کے راہِ راست پر آنے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ سائل آپ کے لئے کانٹا ہے۔

؎ میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح اور **؎ تو فقط اللہ ھو اللہ ھو**

جنابِ والا! جیسا کہ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ مظلوم کی دعا اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور آپ ظالم ہیں۔ چنانچہ سائل اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواتین کو میرے لیے حلال فرما کر بطورِ مالِ غنیمت اِس جہاد میں کامیابی کے نتیجہ میں مجھے عطا فرمائے جیسا کے شرعی طور پر ایسی خواتین جو دشمنوں سے ہاتھ آجائیں بغیر نکاح کے بھی حلال ہیں اور آپ بصد شکریہ بحمد اللہ تعالیٰ سائل کو خود اپنے ہاتھوں سے "پاگل" (mental) تحریر کر چکے ہیں اور یوں اب آپ موجودہ قانون کے مطابق بھی سائل

تو ایک اُستاد نے بتایا کہ اُن کے اُستاد جو انگریزی پڑھانے پر معمور تھے مگر انگریزی نہیں جانتے تھے اور چند رٹے رٹائے الفاظ کے معانی ایک پرچی پر کسی سے لکھوا کر لے آتے تھے اور دورانِ تدریس سو بھی جایا کرتے تھے۔ انہوں نے ہوشیاری سے اُن اُستاد کی جیب سے وہ پرچی دورانِ نیند نکال لی اور پرنسپل صاحب کو جا کر شکایت کی نہ صرف وہ پرچی دکھائی بلکہ اُن سوتے ہوئے اُستاد پر چھاپا بھی پڑوایا۔ اگرچہ بعد میں اِن طلباء کو نہایت افسوس بھی ہوا کہ اِن کی وجہ سے اُن کے اُستاد کی نوکری بھی چلی گئی اور پرنسپل صاحب اُستاد سے لکھوایا کہ تم لکھ کر دو کہ مجھے انگریزی نہیں آتی۔

اِس کے برعکس اگر ہمارے اداروں کی بات کی جائے تو نہ صرف پرنسپل / سپرنٹنڈنٹ صاحبان اِن سے چشم پوشی کر جاتے ہیں بلکہ اعلیٰ ترین حُکام بھی اِن کے خلاف شکایت کنندہ کی سرزنش کرتے نظر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہیں کیا؟ جو کچھ بھی ہو تم اپنے کام سے کام رکھو۔ تم اِن کی شکایات کیوں کرتے ہو؟ جناب والا! ذرا ہمت فرمایئے اور جو باتیں آپ سائل سے در پردہ زبانی طور پر کرتے ہیں اِنہیں لکھ کر دیجئے۔ نیز جن افسران کی ایسی غیر قانونی ریکارڈنگز بشمول سابق جھوٹے انکوائری افسر ریاض الحق ثانی اور سابق ڈائریکٹر معتصم باللہ صاحب کی اعلیٰ حُکام کو سائل کی جانب سے پہنچائیں گئیں اُن کا کیا بنا؟ اُلٹا سائل ہی کو مزید انتقامی کاروائیوں اور اعتاب و ملامت کا سامنا ہوا۔ جناب والا! اگر سائل اتنا ہی غیر ذمہ دار ہے جیسا کہ آپ سائل کو بدنام کرنے کے لئے بنا کر پیش کرتے ہیں تو جب ڈائریکٹر معتصم باللہ غیر قانونی باتیں کر رہا تھا اور سائل سے تقاضہ کر رہا تھا کہ اگر تم اپنی یہ مُقدس جدو جہد ترک کر دے تو تمہارے سمیت تمام نابینا افراد کا ہم ساتھ دیں گے خواہ آپ لوگ غلط ہی کیوں نہ ہوں تو سائل نے اِس رویہ کیخلاف آواز کیوں اُٹھائی۔

جناب والا! جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ جاہل، ظالم اور بے حس معاشرہ ہم نابینا / معذور افراد بلخصوص سائل کو قبول نہیں کرتا اور جیسا کہ مخالفین کی جانب سے بھی سائل کے خلاف یہ منفی پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ سائل دراصل اپنے آپ کو رشتہ نہ ملنے کی آگ میں سُلگ رہا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائل ایسے لوگوں کو زہر کیوں نہیں دیتا؟ خصوصاً اپنے خاندان کے لوگوں کو زہر کیوں نہیں دیتا جنہیں اداروں کی نسبت زہر دینا آسان ہے کہ گھروں میں اداروں کی نسبت اتنے حفاظتی اقدامات بھی نہیں ہوتے اور کوئی چیز پک رہی ہو اور سب غافل ہوں تو با آسانی چائے یا سالن وغیرہ میں زہر ملایا جاسکتا ہے۔

جناب والا! اگر سٹاف سائل سے نہ خوش اور غیر مطمئن ہوتا اور اگر سائل سٹاف کی نظر میں نا قابل اعتماد ہوتا یا خود کو سائل سے ممکنہ قانون شکنی کے پیشِ نظر غیر محفوظ تصور کرتا تو بار بار سائل کی دعوت طعام کیوں قبول کرتا؟ جیسا کہ سائل جب 2013 تک عمران خان (حیوان خان بشکل انسان خان، شیطان خان) کا حامی تھا اور اِسے انسان سمجھتا تھا تو جب یہ شخص سٹیج سے گرا تو سائل نے علی زمان صاحب کے فارمولا پر عمل کرتے ہوئے تین روزوں کی مَنت مانی جس کا ذکر سائل نے اپنی 300 صفحات پر مشتمل مشہور درخواست میں بھی کیا تھا کہ جب علی زمان صاحب کی شادی نہیں ہو رہی تھی تو ان کی ایک عم زاد (کزن) نے مَنت مانی تھی کہ اگر اِن کی شادی ہوگئی تو یہ تین روزے رکھے گی۔ چنانچہ سائل نے بھی بے غیرت عمران خان کے لئے تین روزوں کی مَنت مانی کہ اگر یہ زندہ بچ گئے اور صحت یاب ہوئے تو سائل نہ صرف انشاء اللہ تین روزے رکھے گا بلکہ بریانی کی ایک دیگ بھی صدقہ کرے گا جو کہ سائل نے ایسا ہی کرتے ہوئے سٹاف کی دعوت کی جس کا یہ سٹاف گواہ ہے اور عمران خان کے خطوط بھی گھر گھر اپنے ذاتی جیب خرچ سے تقسیم کرتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائل نے اُس وقت کسی کو زہر کیوں نہ دیا؟

<u>خصوصاً سائل نے جب مذکورہ بالا نذر مقدمات میں کامیابی اور سروس بحالی کے لئے مانی تو اُس وقت بھی ظاہر ہے کہ زہر والا الزام سائل پر لگ چُکا تھا تو بعد ازاں سٹاف نے سائل کی دعوت قبول کیوں کی اگر سٹاف سائل سے خود کو غیر محفوظ اور سائل کو نا قابل اعتماد</u>

سوال یہ ہے کہ ایک فردِ واحد کے لئے تو ایسے آزمائشیں ہوسکتی ہیں مگر رشید صاحب جیسے لوگ جو مفادِ عامہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اِن کی عمر کا ٹیسٹ کیوں نہیں ہوسکتا؟

گزشتہ دنوں CCTV کیمروں کے سامنے حبیب اللہ صاحب سے جناب ایاز صاحب نے پوچھا کہ آپ کی اصل عمر کتنی ہے جس پر اُنہوں نے بتایا 70,80 سال۔ اِس پر ایاز صاحب نے ہنستے ہوئے کہا کہ "یہ سجادن رہا ہے یہ لکھے گا اوپر" تو سائل نے کہا کہ میرے لکھنے سے کیا ہوتا ہے اور اب تک کسی کا کیا ہوا ہے؟ اسی طرح عبدالبصیر صاحب افغانی ریٹائرڈ کین سپر وائزر ادارہ ھذا کی ریٹائرمنٹ کو شاید ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ ایک مرتبہ وہ ادارہ میں آئے تو جناب سعادت علی خان صاحب نے اُن سے پوچھا کہ "بصیر صاحب آپ کی original (اصل) عمر کتنی ہے؟" اُنہوں نے قدرِ توقف کرتے ہوئے جواب دیا "اے اے اے یہی کوئی 70 سے 72 سال"۔

جناب والا! سائل دونوں صاحبان اور حبیب اللہ صاحب اور عبدالبصیر افغانی صاحب کو کم از کم عمروں کے حوالے سے حلف دینا چاہتا ہے اور اُمید کرتا ہے کہ اِن کا حلف کے حوالے سے رویہ جناب علی زمان صاحب کے رویے سے انشاءاللہ مختلف ہوگا جنھوں نے گواہ ایاز صاحب اور انکوائری افسر کے روبرو توہینِ عدالتِ عظمیٰ پاکستان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور ہمارے نظامِ عدل کا مذاق اُڑاتے ہوئے فرمایا کہ <u>**"مجھ سے تو جسٹس گلزار چیف جسٹک (جسٹس) بھی حلف نہیں لے سکتا ہے اگر وہ مجھ سے حلف لے گا تو میں اُس کو حلف دے دوں گا کیونکہ وہ بھی پاکستان کا شہری ہے اور میں بھی پاکستان کا شہری ہوں**</u>" خود اپنی حالت یہ ہے کہ معزز **<u>چیف جسٹس صاحب</u>** تو درکنار یہ انکوائری افسر بلکہ سائل کو بھی حلف دینے کو تیار نہ تھے جو کہ یہ بھی پاکستان کا شہری ہے نیز یہ اتنے بڑے پھنے خان ہیں کہ ایک شہری سے سیشن جج بھی لے سکتا ہے جیسا کہ سائل سے لیا، کوئی عام افسر یا مجسٹریٹ بلکہ پولیس کا سپاہی بھی حلف لے تو وہ انکار کی جرت نہیں کرسکتا اور یہ کھلم کھلا **چیف جسٹس صاحب** کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بھی اُن سے حلف نہیں لے سکتے۔ دیگر شہریوں کو تو ملزم اور مدعی بھی حلف دے دیتے ہیں مگر موصوف سائل سے فرماتے ہیں کہ <u>**"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے حلف لینے والے؟ مجھ سے تو وہ جسٹک گلزار بھی حلف نہیں لے سکتا ہے"**</u>

علی زمان صاحب نے یہ باتیں اُس قت کہیں جب سائل نے اس طرف توجہ دلائی کہ یہ کس کس طرح دو نمبریوں کے ذریعے امتحانات پاس کرتے رہے اور جب بات حلف پہ آئی تو ایک دم کرسی سے اُچھلتے ہوئے زور سے زمین پر پاؤں مار کر بولے:

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے حلف لینے والے، مجھ سے تو وہ جسٹک گلزار بھی حلف نہیں لے سکتا"

جناب والا! جیسا کہ سائل کے خلاف یہ دفاعی موقف ایسے اساتذہ کے حق میں اختیار کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہوں یا کوئی بھی بڑی شخصیت کوئی کسی بھی مقام پر پہنچ جائے اِن ہی حقیر سمجھے جانے والے اساتذہ سے الف ب پ ت پڑھ کر کسی اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اُس کا اُستاد اُسی چھوٹے سے گاؤں کے چھوٹے سے سکول میں اُسی طرح الف ب پ ت پڑھاتا رہتا ہے۔ لیکن جناب والا! اُس زمانہ میں جب ہماری موجودہ بڑی بڑی شخصیات پرائمری میں زیرِ تعلیم ہوا کرتی تھیں تب پرائمری، مڈل یا میٹرک پاس اُستاد کو بھی معلم تعینات کردیا جاتا تھا اور وہ کم از کم اپنا مضمون پڑھانے کی اہلیت رکھتا تھا جب ہی تو اِتنے بڑی بڑی شخصیات اُسکی شاگرد رہیں مگر ہمارے یہ بدعنوان اساتذہ نہ تو اپنی تعلیم کے ساتھ وفا کرتے رہے اور نہ ہی اپنے پیشہ کے ساتھ وفا کررہے ہیں۔

جناب والا! یہ لوگ مذکورہ بالا مثالیں تو پیش کرتے ہیں مگر سائل کی پیش کردہ اُس مثال کو کیوں فراموش اور نظرانداز کردیا جاتا ہے؟ جیسا کہ سائل جب سیلائی بازار میں واقع ایک پرائیویٹ ادارہ میں دیگر بینا افراد کے ساتھ مل کر ایک کمپیوٹر کورس کر رہا تھا

معاملہ میں نہیں ہوں" سائل نے کہا کہ آپ تو مادام کو اپنی بڑی بہن کا درجہ دیتے ہوئے "باجی" کہہ کر پکارتے ہیں تو کیا اِن کی خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے اِس پر ایاز صاحب شش و پنج میں مبتلا ہو گئے۔ سائل کی یہی کرپشن مخالف جدوجہد ہے جس کے متعلق آپ بھی افسوسناک اور شرمناک طور پر سائل کو چارج کرتے ہیں کہ سٹاف خود کو تم سے غیر محفوظ تصور کرتا ہے حالانکہ اب تو مذکورہ زہر والا خطرہ بھی موجود نہیں رہا کیونکہ ادارہ میں CCTV کیمرہ جات نصب ہو چکے ہیں۔ نیز سائل تمام لوگوں کے مقابلہ میں جسمانی طور پر نہایت کمزور ہے۔ سٹاف میں سے اگر کوئی خود کو سائل سے غیر محفوظ تصور کرتا ہے تو اس کی وجہ محض اُس کی بدعنوانی اور قانون شکنی ہے جس پر جناب صاحبان کو سائل کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اور نشانہ عطاب بنانے کے بجائے سائل کو داد دینے چاہیئے مگر موجودہ حکومتی رویہ جو سائل کو سراسر بدنام وغیرہ کرنے میں اِن کا معاون و مددگار ہے انتہائی افسوس ناک اور شرم ناک ہے۔

بہر حال سائل نے احتیاطاً مذکورہ بالا گفتگو کی ریکارڈنگ بطورِ ثبوت کر کے اپنے اسلحہ خانہ میں پہنچا دی ہے جہاں سائل کا دیگر ایٹمی مواد محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ یعنی اپنے جی میل اکاؤنٹ میں محفوظ کر کے اِس غرض سے سنبھال رکھا ہے کہ اگر دوبارہ سائل کو عدم ثبوتوں کا حامل قرار دیا گیا تو سائل بطور طمانچہ یہ ثبوت مخالفین کے منہ پر مار سکے اور جیسا کہ پہلے معزز سروس ٹریبونل خیبر پختونخواہ پشاور کیمپ کورٹ ایبٹ آباد کے معزز دو رکنی بینچ کو بدوران اپیل نمبر 219/17 "اپیل محمد سجاد بنام حکومت" سائل نے بشکلِ DVDs تمام ریکارڈ پیش کیا اب دوبارہ ارادہ ہے کہ وہی updated ریکارڈ تحت اپیل نمبر 106/20، تاریخ پیشی 20-04-2021 "اپیل سجاد بنام حکومت" پیش عدالت کروں۔ تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ زہریلے اور virated لوگ جو اپنے گندے وائرس سے پورے معاشرہ کو آلودہ اور زہریلا کر رہے ہیں اِن ناسوروں کے خلاف سائل نے بذریعہ رجسٹری ڈاک اور بذریعہ برقی ڈاک "E-Mail" وزیر اعظم عمران خان (شیطان خان) سمیت کس کس کو کہاں کہاں ڈیٹا نہیں بھیجا؟ مگر موصوفان نے دوران انکوائری خود اعتراف کیا اتنی سنگین شکایات کے باوجود بھی کسی کی انکوائری نہ ہوئی اور جو سروس ٹریبونل نے آپ کو De Novo انکوائری کا حکم دیا تھا اور سائل نے بارہا وضاحت بھی کی کہ عدالت نے صرف سائل کے خلاف ہی نہیں بلکہ سب کے خلاف انکوائری کا حکم دیا تھا لیکن آپ نے محض ز دو تعصب اور بغض و عناد کی بنا پر عدالتی فیصلہ کی غلط تشریح کرتے ہوئے صرف سائل ہی کو حسب معمول ہدف بنایا۔ جناب والا! اگر بقول آپ کے سائل کے جرائم سے سرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا تو کیا مذکورہ بالا جرائم سے سرفِ نظر کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ اگر سائل پر لگائے گئے زہر خوارانی کے جھوٹے الزام کو لمحہ بھر کے لئے تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ زہر دینا تو ملک و قوم اور ریاست و معاشرہ کی ایک بہترین خدمت ہے اور اِس زہر سے تو صرف یہی ناسور متاثر ہوتے مگر دھرتی کے بوجھ یہ ناسور پورے معاشرہ اور ریاستی مفادات کو متاثر کر رہے ہیں۔ یوں اگر سائل کا جرم تسلیم کر بھی لیا جائے تو اِن کے جرائم بڑے ہیں مگر مادام صاحبہ جو کہ رشید صاحب جیسے لوگوں کو اپنی ذاتی جیب سے تنخواہ وغیرہ نہیں دیتیں بلکہ "مالِ مفت دلِ بے رحم" کے مصداق سرکاری مال کا نقصان ہو رہا ہے جس کی اِنہیں کی پرواہ؟ چنانچہ آنجناب نے سائل سے فرمایا کہ اس کی 10 ماہ نوکری رہ گئی ہے اِسے نوکری کرنے دو۔

چند روز بعد جب رشید صاحب کا مصنوعی طریقے سے عمر گھٹانے کا گھٹیا فیصلہ سامنے آیا تو موصوفہ نے فرمایا کہ "رشید صاحب اگر اپنی عمر گھٹانا چاہتے ہیں تو یہ میرا بڑا بھائی ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں یہ تو اور بھی اچھی بات ہے اور اِس طرح مزید کچھ عرصہ یہ ہمارے پاس رہیں گے لیکن میرے پیٹھ پیچھے میرے پاؤں نہ کاٹتے رہا کریں"

جناب والا! گزشتہ دنوں ہم نے خبروں میں سنا کے آرزو نامی ایک لڑکی جس نے کورٹ میرج کا پروگرام بنایا تھا مگر اُس کا مخالف موقف یہ تھا کہ اس کی ابھی شادی کی قانونی عمر نہیں ہوئی جس پر عدالت نے اُس کی عمر اور اُس کے DNA ٹیسٹ کا حکم دیا

تک نہیں آتے اور اعلیٰ نام نہاد تعلیمی اسناد رکھتے ہیں اور سائل جو کہ کلاسز بھی لے رہا ہے جس کی گواہی قاری صاحب کو محترم ایاز صاحب نے بھی دی اِن اُمور کو کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے؟

موصوفہ سپرنٹنڈنٹ صاحبہ نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے عبدالرشید صاحب سے اُن کے ناموں کے ہجوں کے متعلق اُن کی واقفیت کے بارے میں پوچھا تو مذکور عبدالرشید صاحب جن کے بچے بھی اب پڑھے لکھے ہیں اُنہوں "عبدل" کے سپیلنگز تو نہیں بتائے البتہ "رشید" کے سپیلنگز جو اُنہوں نے کہیں سے رٹے ہوئے تھے بتا دیئے: "Rasheed" جس پر ہم سب حیران تو ہوئے مگر یہ بات کوئی اتنی زیادہ خلاف توقع بھی نہ تھی اور اسی طرح نام نہاد گریجویٹ علی زمان صاحب نے بھی شاید اپنے نام کے سپیلنگز رٹ رکھے ہوں اور ایک اور نام نہاد گریجویٹ جناب حبیب اللہ صاحب کو تو شاید بالکل بھی اپنے نام کے سپیلنگز نہ آتے ہوں مگر اِنہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ انگریزی میں کیپیٹل یعنی بڑے حروف کا استعمال کیا ہے؟ چنانچہ جب عبدالرشید صاحب سے سائل نے پوچھا کہ اچھا یہ بتائیے کہ آپ کا نام کیپیٹل حرف سے لکھا جائے گا یا سمال سے تو کہنے لگے "چھوڑو اِس بات کو جس سے بھی لکھا جائے گا۔۔۔۔۔"

جنابِ والا! علی زمان صاحب جیسے اساتذہ جو بلی کی طرح آنکھیں بند کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ اُنہیں شکاری سے کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ سائل کے خلاف اپنے دفاع میں یہ مئوقف اپناتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق اُس وقت کی تعلیم صحیح طور پر حاصل کی۔ یہ سمجھتے ہیں کہ کیپیٹل حروف، علامات (punctuations) اور پیراگرافنگ و دیگر باتیں جن کا موصوفان کو علم نہیں یہ تاثر دے کر چھٹکارا پا لیں گے کہ اُن کے پاس آج کی تعلیم تو نہیں البتہ اپنے دور کی تعلیم اُنہوں نے بالکل ٹھیک حاصل کی اور یہ بھول جاتے ہیں کہ خود ہمارے سٹاف ممبرز جناب سعادت علی خان صاحب CT ٹیچر اور جناب سعادت علی مغل صاحب سٹور کیپر جو کہ بینا ہیں وہ بھی گریجویٹ ہیں آخر اُن کی اور ملزمان مذکوران کی معلومات میں زمین و آسمان کا فرق کیوں ہے؟ یہ سمجھتے ہیں کہ ان باتوں کا تعلق بنیادی معلومات سے نہیں۔

چنانچہ محترم جناب علی زمان صاحب نے حسب معمول اپنے مئوقف کا اعادہ انکوائری افسر DO چارسدہ شعیب صاحب کے سامنے بھی سائل کے خلاف دفاعی مئوقف میں کیا کہ "زرداری اگر FA ہے تو کوئی PHd شخص اُسے چیلنج نہیں کر سکتا کہ میں آپ سے زیادہ پڑھا لکھا ہوں لہٰذا صدارت کا حق مجھے ہونا چاہیئے" حالانکہ سابق صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری صاحب تو بیرونِ ممالک جا کر انگریزی میں تقاریر بھی کرتے رہے مگر علی زمان صاحب جیسے لوگ غالباً پہلی یا دوسری جماعت کے علاوہ کسی کو بھی خصوصاً انگریزی نہیں پڑھا سکتے۔

بہر حال جنابِ والا! جناب عبدالرشید صاحب سے مذکورہ گفتگو کے بعد مادام شمشاد صاحبہ و محترم جناب سردار محمد ایاز صاحب نے آنجناب سے پوچھا کہ آپ نے کس سچ کے متعلق کہا ہے کہ سجاد نے سچ بولنا چھوڑ دیا ہے؟ میں اور میڈم کونسا غلط کام کر رہے ہیں جس پر سائل نے جواب دیا کہ کیا آپ کا یہ غلط کام نہیں کہ آپ نے ایسے اساتذہ کو سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود ملازمتوں پر برقرار رکھا ہوا ہے؟ جس کی اُنہوں نے تائید و تصدیق کی مگر رشید صاحب بولے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے یاد نہیں رہتا کہ کس موقع پر کیا بات کب اور کہاں کہی تھی؟ میں اِس بات کی قسم تو نہیں کھا سکتا شاید ویسے ہی کہیں اُٹھتے بیٹھتے بات کر دی ہو گی یہ تو ہر بات کو گِن دیتا ہے۔ بہر حال مادام نے فرمایا کہ سچ تو بہت کچھ ہے۔

جناب ایاز صاحب سوائے علی زمان صاحب کے باقی کسی معاملہ میں نہیں پڑھنا چاہتے تھے اور رشید صاحب کے سچ پر ایاز صاحب نے اُن کی صفائیاں پیش کرنی شروع کر دیں اور کہا کہ "اللہ کا واسطہ ہے میڈم میں اِس معاملہ میں نہیں ہوں، میں اِس

جناب والا! گزشتہ دنوں جب مذکور عبدالرشید صاحب نے درست طور یہ موقف اختیار کیا کہ سجاد نے چونکہ آج کل سچ بولنا چھوڑ دیا ہے یعنی ادارہ میں ہونے والی بدعنوانیوں وغیرہ کے خلاف درخواست دہی ترک کر رکھی ہے اِس لیے اب اِس کی عزت اور قدر و منزلت میں ایک بار پھر نمایاں اضافہ اور گراں قدر بڑھوتری ہوئی ہے اور آج کل سجاد ایک بہترین انسان ہے۔ لیکن اگر یہ پھر سچ بولنا شروع کر دے تو سجاد سے بدترین انسان تو کوئی ہوگا ہی نہیں۔

یہ بات جب سپرنٹنڈنٹ ادارہ برائے نابینا ایبٹ آباد مسماۃ شمشاد صاحبہ کو معلوم ہوئی تو آنجناب نے فرمایا کہ "سچ تو یہ ہے کہ رشید کو اپنے نام کے انگریزی میں spellings بھی نہیں آتے"۔ سائل اور اِس کی تائید میں محترم سردار محمد ایاز صاحب نے بھی ہنستے ہوئے فرمایا کہ "حالانکہ یہ BA پاس ہیں" میڈم صاحبہ نے بھی فرمایا کہ یہ بہت زیادہ حکومتی مراعات بھی لے رہے اور گریڈ 17 کے ملازم ہیں۔

عبدالرشید صاحب کو بُلا کر مادام نے فرمایا کہ "عبدالرشید صاحب! کیا آپ بریل ٹیچر ہیں؟" اُنہوں نے کہا "جی (ہاں)"۔ مادام نے فرمایا کہ کیوں نہ آپ کو پشاور میں منعقد ہونے والے حالیہ ٹیچر ٹریننگ کورس میں بھیجا جائے؟ چونکہ اِن نالائق اساتذہ کے عیوب چُھپانے کے لئے PAB پشاور نے گزشتہ دِنوں بنیادی ریاضیاتی بریل وغیرہ کے کورس کا انعقاد کیا مگر نام اُسے "ماڈرن بریل آلات ٹریننگ" کا دیا جس کے لئے پہلے ادارہ کی طرف سے سائل کو نامزد کیا گیا تھا مگر بوجوہ اِس کا نام نکال دیا گیا جس کے لئے اب مادام نے جناب عبدالرشید صاحب پر دباؤ ڈالتے ہوئے اُن کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ اُن کا نام اُس تربیت میں زیرِ تجویز ہے۔ جس پر اُنہوں نے گھبرا کر قدرِ پریشانی میں کچھ سوچتے ہوئے آہستہ سے الفاظ کو الگ الگ ادا کرتے ہوئے گویا سکتہ کے عالم جواب دیتے ہوئے کہا "ک ک ک کر دیں خیر ہے میں ں ں چلا جاؤں گا گا گا"

چونکہ ہمارے محکمہ اور کمیونٹی کے لوگ وہ گندی مکھیاں ہیں جو ہمیشہ گندگی کی تلاش میں رہتی اور اُسی پر جا کر بیٹھتی ہیں۔ جناب والا اِن الفاظ پر سائل پر ایک بار پھر بے ہودگی کا الزام نہ لگایا جائے کیوں کہ یہ بات سائل حدیث کی روشنی میں عرض کر رہا ہے جو ایسے افراد کی مزمت میں ہے جو کسی کی اچھائیاں دیکھنے کے بجائے ہمیشہ اُس میں عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اِن کو اُس مکھی سے تشبیہ دی گئی ہے جو ہمیشہ گندگی کی تلاش میں رہتی ہے اور صرف گند پر جا کر بیٹھتی ہے نیز جسم کا صرف زخم آلود حصہ ہی تلاش کر کے پہلے سے مجروح شخص کو مزید تنگ و پریشان کرتی ہے۔ بالکل یہی مثال با خدا میری اور اوروں کی بھی یہی مثال ہے۔ چنانچہ سائل کو جس قدر بدنام کیا گیا ہے اور یہ لوگ جس قدر سائل سے ذاتی بغض و عناد رکھتے ہیں اُس کے پیشِ نظر PAB پشاور کے سربراہ قاری سعد نور صاحب نے ایاز صاحب سے سائل کا نام سنتے ہی انتہائی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فوری طور پر کہا کہ "خُدا کے لئے سجاد کو نہیں بھیجنا، کسی اور کو بھیج دیں لیکن سجاد کو کبھی نہیں" مذکوران کو یہ بھی خدشہ تھا کہ سجاد وہاں جا کر بھی کسی کے خلاف کوئی ٹھوس شکایت اُس کی کمزوری سامنے آنے پر نہ کر دے جیسا کہ اسی بنا پر سائل کی بھرتی کی مخالفت بھی کی گئی تھی اور اب اِسی بنا پر سائل کو نکالنے کی بھی بھرپور سرتوڑ کوششیں کی جا رہی ہیں یعنی اپنی اصلاح کے بجائے سائل جیسے کانٹے کو راستہ سے ہٹانے پر توانائیاں صرف ہو رہی ہیں۔

بہر حال جب سائل نے محسوس کیا کہ عبدالرشید صاحب جانے پر آمادگی ظاہر کر رہے ہیں تو سائل جو پہلی ہی مذکورہ رویہ کے باعث رنجیدہ تھا اب یہ باتیں سُن کر اور بھی پھٹ پڑا اور کہنے لگا کے سائل کو کیا اِس پر بھی اعتراض کا حق نہیں؟ کہ جو لوگ اپنی ریٹائرمنٹس کے قریب ہیں اور جن کی تعلیمی بنیاد ہی اچھی نہیں ڈالی گئی جس بنا پر یہ لوگ جدید تعلیمی تقاضوں سے شناسا ہو ہی نہیں سکتے اور جنہوں نے غلط طریقوں سے امتحانات پاس کیے یا غلط طریقوں سے تعلیمی اسناد حاصل کیں جنہیں اپنے ناموں کے سپیلنگز

برائے خانہ پوری بنانے کی بھی بات کرتے تھے اور ادارہ کے ایک اور معلم جونیئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر / بریل ٹیچر محمد علی زمان صاحب بھی اِن کے ہم نواہ تھے اور کہا کرتے تھے کہ "بابائے قوم یعنی منیر صاحب اور عبدالسلام صاحب جیسے سینئر کلرک کی موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہمیں کم از کم کاغذی خانہ پوری کے لئے ہی سہی ایک فرضی ریکارڈ تو مرتب کرنا چاہیے۔ نیز جیسا کہ عبدالسلام صاحب کے بقول جو طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر گئے اُن کی تعلیمی اسناد کی نقول بھی دفتر ھذا میں عدم دستیاب ہیں ہمیں چاہیئے کہ حتیٰ الامکان جن طلباء تک ہماری رسائی ہے یا جن کے پاس سے پرائمری سرٹیفکیٹس دستیاب ہو سکیں اُن کی نقول بھی ہمیں دفتری نقول کے طور پر رکھنی چاہیئں تا کہ بوقت ضرورت کام آئیں اور جن کی نقول دستیاب نہ ہوں اُن کے سرٹیفکیٹس فرضی طور پر بنا کر اپنے پاس رکھ لینے چاہئیں" یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن طلباء کے سرٹیفکیٹس گُم ہو جاتے ہیں وہ یہاں سے دوبارہ سرٹیفکیٹس حاصل کرتے ہیں اور نابینا اداروں کے پرائمری سرٹیفکیٹس بلکہ پانچ سالہ تجربہ کے سرٹیفکیٹس خصوصی نابینا افراد کے لئے مختص پوسٹوں پر کام کرنے کے لئے ضروری ہیں۔"

اگر سائل کے خلاف مذکورہ نام نہاد انکوئریاں سچی اور سائل کی درخواستیں / شکایات جھوٹی اور بے بنیاد ہیں تو مذکورہ ریکارڈ کیوں عدم دستیاب ہے اور کیوں اِن نام نہاد انکوائریوں کے ساتھ لف کر کے سائل کا منہ بند نہیں کیا جاتا؟ اُس سال یعنی 19987 میں کونسا بچا اگلی جماعت میں ترقی کر کے داخل ہوا تھا؟ دیگر ادارہ جات میں تو سہ ماہی، ششماہی اور نو ماہی امتحانات بھی منعقد ہوتے ہیں جبکہ ہمارے ادارہ میں غالباً الیاس صاحب کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو کر رہ گیا اور زبانی طور پر جو ماہانہ اور ہفتہ وار آزمائشیں (ٹیسٹ) ہوا کرتے تھے وہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا اور سالانہ امتحانات کے ریکارڈ کے حوالہ سے بھی سائل نے تفصیلات بار بار بیان کیں جنہیں نظر انداز کرتے ہوئے بنا کسی تحقیق نہ صرف سابق ورک اوور سیئر منیر صاحب اور سینئر کلرک عبدالسلام صاحب کو باعزت ریٹائر کر دیا گیا بلکہ PTI خالد محمود صاحب اور سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر محمد یونس صاحب کے علاوہ دیگر اساتذہ کو بھی بنا کسی احتساب یا سزا کے عمل سے گزارنے کے باعزت ریٹائر کرنے کی تیاریاں ہیں۔

عنقریب بریل ٹیچر عبدالرشید صاحب کو بھی 8 سے 10 ماہ بعد باعزت ریٹائر ہو جانا تھا لیکن چونکہ آج کل محکمہ کے ملازمین کی جانب سے ہائیکورٹ میں ہیلتھ الاؤنس کا ایک مقدمہ زیرِ سماعت ہے جو اس بنا پر دائر کیا گیا کہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کے مطابق وفاقی خصوصی تعلیمی اداروں کے ملازمین کو ہیلتھ الاؤنس دیا گیا جو اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد یہ ادارے صوبائی اداروں میں ضم ہو گئے مگر پھر بھی اِنہیں مذکورہ الاؤنس ملتا رہا چنانچہ ہمیں بھی ملنا چاہیے۔ اِس پر عبدالرشید صاحب جو پہلے آن ریکارڈ کہہ چکے ہیں کہ اُن کی ملازمت صرف 10 ماہ باقی ہے اچانک اُن میں شیطانی کیڑے نے جوش مارا اور اُنہوں نے حال ہی میں سائل کی اطلاع کے مطابق نادرا میں درخواست گزاری ہے کہ اُن کی عمر غلطی سے 6 سال زائد لکھی گئی ہے جسے کم کیا جائے اور وہ خود روبرو گواہان آن کیمرہ فرما چکے ہیں کہ اُن کا یہ اقدام سراسر مبنی پر بدنیتی اور ہیلتھ الاؤنس لینے کے لئے ہے اور اپنے نابینا ہونے کا بھی ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک نابینا شخص سرکاری ملازمت کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا ہے جو اگر یہ بھی نہ رہی تو اکیلے گھر میں پڑے پڑے اُن کی صحت پر بھی بُرے اثرات مرتب ہونگے۔ ظالم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر اُن کے اِس اقدام کی وجہ سے کوئی نابینا تاعمر سرکاری ملازمت سے محروم ہو گیا تو اُس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیونکہ آئے روز سرکاری ملازمت کا حصول خصوصاً نابینا افراد کے لئے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے اور اِن کے چھ سال مزید مدتِ ملازمت میں توسیع کے باعث نہ جانے آگے حالات کیسے ہوں اور دریں اثنا اِن کی نالائقی سے جو طلباء کا نقصان ہو رہا ہے یا ہوتا رہے گا جو اِن کی جلد سبکدوشی کے باعث کسی لائق نابینا کو ملازمت ملنے سے دور ہو سکتا تھا تو اُس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

بخدمت جناب ڈائریکٹر صاحب محکمہ سماجی بہبود، خصوصی تعلیم و ترقی نسواں خیبر پختونخواہ پشاور

بوساطت:۔

1۔ سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ فاروی بلائنٹ ایبٹ آباد

2۔ DO سوشل ویلفیئر سپیشل ایجوکیشن اینڈ وومن امپاورمنٹ ایبٹ آباد

عنوان: جواب Show Case Notice زیر لیٹر نمبر E-16/378/DSW/Vol-II 1522-25 مورخہ 31-03-2021

سائل کو موصول شدہ مورخہ 05-04-2021

جناب عالی! جواب حسب ذیل ہے:۔

1۔ یہ کہ سائل مسمی محمد سجاد ولد محمد ریاض ساکنہ محلہ اعوان آباد جھنگی سیداں ایبٹ آباد نابینا کین ورکر گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ برائے نابینا بلمقابل شیل پیٹرول پمپ نزد جنرل بس سٹینڈ حویلیاں روڈ ایبٹ آباد BPS-07 محکمہ خصوصی تعلیم / سماجی بہبود میں عرصہ تقریباً 13 سال ادارہ میں مستقل ملازم ہونے کے علاوہ ادارہ کا سابق طالب علم ہونے کی حیثیت سے ادارہ کے نشیب و فراز، اس میں ہونے والی ظلم و زیادتیوں، بدعنوانیوں اور لاقانونیتوں وغیرہ کا ایک گہرا اور وسیع اور عمیق تجربہ رکھتا ہوں۔

سائل 1992 تا 1999 سے ادارہ ھذا کا پرائمری تک طالب علم رہا جو کہ مورخہ 03-08-1992 کو پہلی جماعت میں داخل ہوا اور 1993 کے سالانہ امتحانات میں انتہائی لائق ہونے کے باوجود بھی امتحانات میں کامیابی کا کورس نامکمل ہونے کی بنا پر حاصل نہ کر پایا اور 1998 میں چونکہ سالانہ امتحانات منعقد ہی نہیں ہوئے تھے جس بنا پر سائل 1999 میں 7 سال ادارہ ھذا میں لگانے کے بعد پرائمری کر کے فارغ ہوا۔ 1998 میں کوئی بھی طالب علم ترقی کر کے اگلی جماعت میں نہیں گیا اور دوران انکوائری خالد محمود صاحب سابق PTI ادارہ ھذا نے اِس بات کو تسلیم کیا کہ نہ صرف 1998 بلکہ کئی اور سالوں کا بھی ریکارڈ ادارہ میں موجود نہ ہے اور اِس حوالہ سے سابق سینئر کلرک عبدالسلام صاحب سے بھی اُن کی بات چیت ہوئی تھی اور بقول خالد صاحب کے عبدالسلام صاحب کے مطابق اُنہوں نے جب سے چارج سنبھالا ہے بعد ازاں کہ جملہ ریکارڈ کے علاوہ امتحانی ریکارڈ کو بھی باقاعدگی سے مرتب کرنا شروع کیا مگر قبل ازیں کا امتحانی ریکارڈ دستیاب نہیں۔

جب سائل سے آنجناب کی اِس معاملہ پر گفتوشنید ہوتی تو وہ یہی عزر پیش کرتے کے سابق ورک اوورسیئر جناب منیر صاحب جو کہ ایک سینئر سٹاف ممبر اور کلیریکل کام کو بخوبی سمجھتے تھے جیسا کہ سائل و کئی دیگر کین ورکرز ٹیچنگ کو سمجھنے کی وجہ سے کین ورکنگ کے علاوہ تدریسی ذمہ داریاں بھی سربراہانِ ادارہ کے حکم پر سرانجام دیتے رہے ویسی ہی جناب منیر صاحب سینئر کلرک کی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ جناب عبدالسلام صاحب کے بقول منیر صاحب سابقہ ریکارڈ و دیگر سامانِ ادارہ کی گمشدگی کے ذمہ دار ہیں۔ نیز عبدالسلام صاحب سے جب سائل کی مذکورہ معاملہ پر بات چیت ہوتی تو کئی مرتبہ اُنہوں نے اِس بات کا بھی اظہار کیا کہ اُن کے دور کا بھی کئی سالوں پر محیط امتحانی ریکارڈ وغیرہ موجود نہ ہے اور وہ کئی مرتبہ فرضی امتحانی ریکارڈ

3. His negative impact on the center is more than the positive effects as entire staff is feeling insecure of his actions and behavior and hence has emanated uncongenial environment in the center.
4. He is a permanent source of mental and social insecurity for the District management and Provincial Management besides his workplace colleagues and management and hence is a burden on the management.

RECOMMENDATIONS:

Having had committed misconduct under Rule 3 (b) (d) and liable for punishment under Rule 4 (b) (ii) of the ibid rules, the following recommendations are submitted;

1. Compulsory retirement of Muhammad Sajjad, Cane worker, GIB Abbottabad, from service may be imposed on him to help in creating enabling environment in the center after a long time for workforce to work with sense of security and solace.
2. the present executive board/body of Pakistan Association for the Blind Abbottabad Chapter may be dissolved and new, fair and fresh election may be conducted under the three members committee comprising of the Officers of Social Welfare Department District Abbottabad as per its approved constitution, however Mr. Ayaz may be declared unfit/ disqualified for at least Six years and may be not allowed to contest election for any post of office bearer in the executive body of Pakistan Association for the Blind Abbottabad Chapter.
3. Every member of Pakistan Association for the Blind (being Government Servant) be directed to obtain NOC from their Competent Authorities for becoming member or /contesting election in any Chapter of Pakistan Association for the Blind in the whole of Khyber Pakhtunkhwa as per Rule 16 (1) and (2) of Khyber Pakhtunkhwa Government Servant (Conduct) Rules 1987 .

(SHOAIB KHAN)
Inquiry Officer/District Officer SWD
Charsadda

Similarly, the complaints made by Muhammad Sajjad have been inquired by Riazul Haq Sani, the then Superintendent of Dar ul Aman who has submitted his inquiry report vide letter No. 248-54 dated 18/02/2014 **(copy as Annex-BB)** wherein Muhammad Sajjad has been found guilty for involving in the blame game against the staff of GIB and seniors staff of Social Welfare Department and has declared him a source of creating unrest in the institute by writing irrational letters to the higher ups directly to seek their sympathy for his wishful thinking.

CHARGE 07:

Muhammad Sajjad does not have cordial relations with his seniors/ juniors and colleagues in the whole institute. After the incident on 26/11/2014, the staff of Government Institute for the Blind Abbottabad moved joint application stated therein not to allow Muhammad Sajjad for duty to their institute as he could do anything harmful once again in the institute **(copy as annex-BC)**. Furthermore, Mr. Riaz Ul Haq Sani ex-enquiry Officer has complained of his abusive language as he had received his call on his office telephone Number dated 30/08/2016 **(copy as annex-BD)**.

CONCLUSION:

Muhammad Sajjad, a Cane worker at GIB Abbottabad, is a persona non grata in his work place and permanent source of disturbance for the workforce of the center besides the center management. He does not perform his duty to the satisfaction of his superiors nor his colleagues are safe of his abusive effects. He is casual in attending his work place and habitually remain absent from duty. His superiors and colleagues equally feel insecure of his baseless complaints and abusive behavior & actions respectively and hence is unwelcomed rather dreadful worker. The working staffs are always vigilant to his nefarious designs of actions and Centre Incharge keep on watching his movements in the Centre.

Having had rendered himself useless rather dangerous to the staff and management besides disgraceful to the top management of the department through his baseless complaints and allegation, I am of the considered opinion that;

1. His acquittal from the charge was based on doubt but still guilty of behavior and action in the eyes of police, GIB staff and management, general public and hence is a persona non grata in the center.
2. He was reinstated after his acquittal but remained willfully absent from duty and rendered himself of misconduct under rule 3 (b) (d).

A letter bearing No. GIB/Atd/Personal/4995-98 dated 12/08/2015 was addressed to D.O SWD Abbottabad by the Superintendent/Principal GIB Abbottabad regarding his absence from the institute w.e.f 12/12/2014 up to 12/08/2015 **(copy as annex-AH).** Muhammad Sajjad came to attend his institute on dated 21/08/2015 upon which the staff of GIB Abbottabad submitted a joint application requesting therein not to allow Muhammad Sajjad to their Institute till the decision of the court which was agreed and forwarded by then Incharge namely Qismat Khan to D.O SWD Abbottabad vide letter No. GIB/ATD/Personal.5010-11 dated 25/08/2015 **(copy as annex-AI).** The attendance register found in the office of Superintendent GIB Abbottabad was also checked wherein he was found absent from his duty. **(Copies of the pages of attendance register for the relevant month are attached as Annex-AJ).**

Muhammad Sajjad remained absent from duty w.e.f 29/06/2013 to 01/07/ 2013 without any intimation/ prior permission of the competent authority and warning in this regard has been issued vide letter No. GIB/ATD/Personal/4450-51 dated 12/07/2013 followed by warning issued by Directorate of Social Welfare **(copies as Annex-AK,AL).**

He was further found absent from duty on 11/10/2013 without any application/ intimation whereby he was served with explanation for willful absence **(Annex-AM).** His explanation was called again for being absent from duty w.e.f 18/11/2013 & 19/11/2013**(annex-AN).**

Moreover, the absence period from 01/06/2014 to 02/09/2014 in respect of Muhammad Sajjad Cane worker GIB has been declared as extraordinary leave without pay vide order bearing No.E-16/378/DSW/3900-07 dated 24/09/2014**(as Annex-AO).**

The incumbent has also availed 24 days earned leave on full pay w.e.f 12/07/2016 to 4/08/2016**(Copy as Annex-AP)**

CHARGE 6:

1) Muhammad Sajjad has written a complaint comprising of more than 300 Pages which was directly addressed to Secretary Social Welfare on 03/06/2015 with copies to Secretary Education KPK, Chief information Commission KPK, Chief Secretary KPK, Provincial Ombudsperson KPK, Minister for Social Welfare, Minister for Education, Chief Minister, Governor KPK, Prime Minister of Pakistan, President of Pakistan, Chairman PTI Imran Khan, Chairman NAB Government Of Pakistan, Chairman Right to Organization Muhammad Bilal, MPA PK-44 Abbottabad Mushtaq Ahmad Ghani, MNA Dr. Azhar Jadoon, CEO Anti-

In compliance, enquiry procedure was adopted. All the actors in the instant case were called, and got their written statements. Mr. Sajjad written statement and personal defense was questioned by everybody in their statements and hence his written statement (**Plz consult Annex-P**) and personal defense was found un-satisfactory. Having had his acquittal by Additional Session Judge-I on doubt, thorough investigation by the police, behavioral insecurity in the institute by his this criminal act as stated by all the employees of the Government Institute for Blind **(Plz consult annex-T,U,V,W,X)** endorsed by the Principal Government Institute for Blind, Muhammad Sajjad is a constant source of insecurity and disturbance in Government Institute for Blind. Moreover, Muhammad Sajjad is a permanent persona non grata in his working place GIB and in Social welfare institutes/Department, which is tantamount to misconduct on his part under Rule 3 (b) of Khyber Pakhtunkhwa Government Servants (Efficiency and Discipline) Rules, 2011.

CHARGE 2:

Consequent upon FIR No. 1044 under Section 337J/511 of Pakistan Penal Code, Muhammad Sajjad was arrested. His criminal Act was investigated. As per Police investigation he was found guilty and accordingly produced to the court for further trial. Even though the Additional Session Judge acquitted on the plea of doubt. But the police investigation have firm grounds of guilt like in the shape of eye witness, forensic report**(Copy as Annex-AE)**, personal investigation **(Plz see Annex-S)** and hence he is guilty in the eyes of police, staff of the GIB and public in general.

CHARGE 3:

Yes. Muhammad Sajjad remained in police custody with effect from 26/11/2014 to 12/12/2014 till his release in the light of the decision of the Additional Session Judge-I Abbottabad which was announced on 10/12/2014**(Police Investigation at annexure-AF)**.

CHARGE 4:

Yes. Muhammad Sajjad Cane Worker GIB Abbottabad was suspended vide office order bearing No. E-16/378/DSW/7448-51dated 07/01/2015**(Copy attached-AG)**

CHARGE 5:

An FIR was lodged against Muhammad Sajjad Cane worker GIB Abbottabad bearing No.1044 dated 26/11/2014 under section 337J/511 PPC, subsequently he was arrested by the Police and remained in Police custody w.e.f 26/11/2014 till 12/12/2014. Later on his services was suspended vide order bearing No.E-16/378/DSW/7448-51 dated 07/01/2015.

The undersigned paid visit to GIB Abbottabad and Police Station Abbottabad as per schedule and took the written statement of all relevant staff in the said institute as per rules 11 (4) of the Khyber Pakhtunkhwa Government Servants(Efficiency and Discipline) Rules,2011**(Annex-Q)**. Muhammad Sajjad was interviewed in the presence of the Superintendent GIB and District Officer Social Welfare Abbottabad for verification of his statement and was asked that the written statement sent by him be considered his last statement or he had some other documents to produce in his favor. Upon which Muhammad Sajjad informed that he being blind could not get enough time to produce all documentary proofs in such a short span of time, therefore he requested **(copy enclosed as Annex-R)** for more time so that he could provide all necessary documents related to the charges leveled against him. Consequently another opportunity for presenting empirical evidence was granted to him, and after a laps of more than one month, the undersigned paid another visit to Government Institute for the Blind Abbottabad on 17/09/2020 for cross examination. Muhammad Sajjad was cross examined **(Copy as Annex-S)** in the presence of Mst. Saira Mushtaq, Social Welfare Officer Abbottabad and other staff members as per Ibid Rules. He was also given the opportunity to ask cross questions from all the relevant staff of GIB which were recorded in writing **(Copies as Annex-T,U,V,W,X)**.

CIRCUMSTANTIAL FACTS AND WRITTEN STATEMENTS

CHARGE 1:

An eye witness namely Mr. Shah Nawaz reported to the Principal Government Institute for the Blind that Muhammad Sajjad mixed something in the water cooler meant for drinking. The Principal after finding residue of the pills in the water cooler reported incident to the police station Cantonment Abbottabad. FIR was lodged against Muhammad Sajjad who was arrested on the same day **(Copy as Annex-Y)**. The police investigated the issue and submitted Challan for trial in the court for adjudication into the subject case **(copy as Annex-Z)**. After trial from 16/01/2015 to 05/08/2019, the honorable Additional Session Judge Abbotabad-1 acquitted him giving favor of doubt to Muhammad Sajjad **(Annex-AA)**.

Consequent upon his recourse to the Service Tribunal and adjudication therein from 08/02/2017 to 23/01/2020, the Service Tribunal Khyber Pakhtunkhwa decided on 23/01/2020 and set aside his removal from service order dated 23/09/2016 **(Copy as Annex-AB)**. Accordingly, the Department reinstated him in service **(Copy as Annex-AC)** and issued order for De Novo enquiry as per spirit of the Service Tribunal decision **(Annex-AD)**.

"As a sequel to the above, the appeal is accepted; impugned order dated 23/09/2016 is set aside the appellant is reinstated in service. The respondents are directed to conduct de-novo enquiry strictly in accordance with law and rules. The issue of back benefits shall be subject to outcome of the de-novo enquiry".

As per judgment of Khyber Pakhtunkhwa Service Tribunal Peshawar at camp court Abbottabad, Muhammad Sajjad, Cane Worker was reinstated into service w.e.f 24.09.2016 with the entitlement to draw salary w.e.f 23/01/2020 vide office order bearing No.E-16/378/DSW/Vol-II/391-98 dated 13/07/2020 **(copy at Annex-M)**

CHARGE SHEET/ STATEMENT OF ALLEGATIONS OF THE DE-NOVO ENQUIRY:

In pursuance to the Khyber Pakhtunkhwa Service Tribunal Peshawar at camp Court Abbottabad, Judgment dated 23rd January 2020 in service Appeal No.219/2017, I, the undersigned was appointed as enquiry officer to conduct a de novo inquiry against Muhammad Sajjad, Cane Worker (BPS-07) Superintendent Government Institute for the Blind Abbottabad accused of the following charges:

1) That he was involved in criminal act of mixing Toxic Pills (poison) in drinking water cooler for the students of Government Institute for the Blind Abbottabad.
2) That he was arrested by the local Police and an FIR was lodged against him under section -337J/511.
3) That he remained in Police custody w.e.f 26.11.2014 to 12.12.2014.
4) That his services were suspended vide letter /order No.E-16/378/DSW/7448-51 dated 07.01.2015.
5) That he remained absent from duty w.e.f. 12.12.2014 to 20.08.2015 without prior permission of the Competent Authority.
6) That he is habitual of floating anonymous complaints against his colleagues, officers and Department.
7) That his colleagues are fed up of his behavior and submitted complaints to the higher authorities on more than one occasions.

PROCEDURE OF THE INQUIRY

The undersigned being inquiry officer wrote letters to the Superintendent Government Institute for Blind Abbottabad and Station House Officer (SHO) Investigation Police Station Abbottabad to confirm the availability of all staff relevant to the issues and to call up Muhammad Sajjad on the date of my visit to Abbottabad **(copies enclosed as annex -N, O)**. Meanwhile, the undersigned received written statement of Muhammad Sajjad via Pakistan Post Office in the District Office Charsadda **(Copy as Annex-P)**.

acquittal of Muhammad Sajjad vide letter No.181/2020/DPP/ATD dated 29th January 2020 **(copy enclosed as Annex-G).**

In the meanwhile, the Director Social Welfare, Special Education and Women Empowerment Department Khyber Pakhtunkhwa served charge sheet upon Muhammad Sajjad with the following statement of allegations.

1) Involved in criminal act by mixing toxic piles (poison) in drinking water.
2) Absence from duty
3) Submitting baseless and anonymous complaints.

Muhammad Riazul Haq Sani, Ex-Superintendent Dar ul Aman Abbottabad was appointed as Inquiry Officer to conduct inquiry against Muhammad Sajjad Cane Worker Government Institute for Blind Abbottabad vide order bearing No.E-16/378/Vol-II/DSW/1173-74 dated 01/06/2016**(Annex-H).** The inquiry Officer conducted inquiry and found Muhammad Sajjad guilty for the above mentioned irregularities and consequently recommended to send Muhammad Sajjad on compulsory retirement in his interest and the Department **(Copy of inquiry report as Annex-I).**

Consequently Show cause noticed was served upon Muhammad Sajjad Cane Worker GIB Abbottabad with the direction to furnish explanation if any within 15 days to the Competent Authority and show his willingness for personal hearing vide letter No.E-16/378/Vol-II/DSW/3467-70 dated 23/08/2016 **(Annex-J)**, however he failed to submit his written statement/additional information in his defense nor bothered for personal hearing within the stipulated period, hence major penalty (removal from service with effect from 20/09/2016) was imposed and his absence period from 12/12/2104 to20/08/2015 was treated as leave without pay vide order bearing No.E-3/56/DSW/5143-48 dated 23/9/2016 **(Annex-K)** .

Muhammad Sajjad filed a Departmental appeal dated 08/10/2016 regarding cancellation of Order bearing No.E-3/56/DSW/5143-48 dated 23/9/2016 and reinstatement of services along with all back benefits **(Annex-L)**. However his appeal was not entertained by the Director Social arguing that proper disciplinary procedure as per Rules was adopted and followed for his removal from services.

Muhammad Sajjad Cane worker filed an appeal before the Khyber Pakhtunkhwa Service Tribunal Peshawar at camp court Abbottabad vide appeal No.219/2107 dated 08.02.2017. The same was decided on 23/01/2020 vide its decision/judgment given below:

INQUIRY REPORT REGARDING THE CHARGE SHEET OF MUHAMMAD SAJJAD CANE WORKER (BS-07), GOVERNMENT INSTITUTE FOR BLIND ABBOTTABAD.

The undersigned was nominated as inquiry officer vide letter bearing No.E-16/378/Vol-II/DSW/402-03 dated 13/07/2020 **(Annex-A)** to conduct de novo inquiry into the charges leveled against Muhammad Sajjad Cane Worker(BS-07), Government Institute for Blind Abbottabad in compliance to the Service Tribunal Khyber Pakhtunkhwa Judgment dated 23/01/2020 **(Annex-B)** and as per decision of the scrutiny committee's meeting held on 26/02/2020 under the chairmanship of Additional Secretary (Opinion) Law, Parliamentary Affairs and Human Rights Department Khyber Pakhtunkhwa**(minutes of the meeting at Annex-C).**

BACKGROUND /BRIEF HISTORY OF THE CASE:

Muhammad Sajjad was appointed dated 15/05/2008 as Cane Worker (BS-07) in the Government Institute for Blind Abbottabad operating under the auspices of Social Welfare, Special Education and Women Empowerment Department Khyber Pakhtunkhwa **(Copy of order as Annex-D).** Consequently, he joined and began to perform his duties at the said institute until he was transferred to Government Institute for the Blind (Male) Peshawar vide order bearing No.E-16/378/DSW/1358-63 dated 22/04/ 2014 **(annex- E).** However his transfer order was cancelled vide order bearing No.2557-65 dated 25th August 2014 and he resumed his duties at Government Institute for the Blind Abbottabad. On 26/11/2014, an incident took place where Muhammad Sajjad was blamed for mixing Rodenticide in the water cooler being used for drinking purpose in Government Institute for the Blinds Abbottabad. An FIR was registered against him by the then Incharge of the said institute and Muhammad Sajjad Cane Worker was arrested by the police of the City Police Station Abbottabad. The local police conducted the investigation. On completion of investigation, he was challaned and referred for trial to Honorable Court. The Senior Civil Judge Abbottabad rejected his bail application on 03/12/2014 with the remarks that **"in light of the above mentioned, the accused petitioner does not entitle to the concession of bail, hence, this bail petition is rejected".** After that, the accused submitted an appeal before the Additional Session Judge-I Abbottabad who accepted his appeal on 10/12/2104 **(Copy as Annex-F).**Furthermore, Additional Session Judge-1 Abbottabad vides its Judgment announced on 05/08/2019 acquitted Muhammad Sajjad in the instant case extending the benefit of doubt.

District Public Prosecutor, Abbottabad has requested Director General Prosecution Home & Tribal Affairs Department Peshawar to approach Advocate General of Government of Khyber Pakhtunkhwa to file an appeal before the honorable Peshawar High Court Peshawar, Abbottabad Bench against the

4

246

GOVERNMENT OF KHYBERPAKHTUNKHWA
Social Welfare Special Education and Women Empowerment
Takht Bhai Road Near Hashtnagar Flour Mill Charsadda

No. DO/SW/CHD/ 3147   Dated Charsadda the/ 08/ 10 /2020

To,

The Director
Social Welfare Special Education & Women Empowerment
Khyber Pakhtunkhwa Peshawar

Subject: **ENQUIRY REPORT REGARDING THE CHARGE SHEET OF MUHAMMAD SAJJAD CANE WORKER (BPS-07) GOVT INSTITUTE FOR THE BLIND ABBOTABAD**

P-242

Kindly refer to your office order bearing No. E-16/378/Vol-II/DSW/402-03 dated 13-07-2020 on the subject and to enclose herewith report of De-novo enquiry along with Enclosures (A to BD) regarding the charge sheet of Muhammad Sajjad Cane Worker (BPS-07) Govt Institute for the Blind Abbotabad for your kind perusal and further necessary action as desired please.

Enclose: **AS ABOVE**

8/10/2020
DISTRICT OFFICER
Social Welfare Department
Charsadda

AD (E-D)

Directorate of Social
51365
12/10/2020

10. That the requisite enquiry was accordingly conducted.

I am satisfied that you have committed the following act / omissions specified in Rule-3 of the said rules:

1. Your acquittal from the charges was based on doubt but still guilty of behavior and action in the eyes of Police, GIB staff and management, general public and hence is a persona non grata in the center.
2. You were reinstated after acquittal but remained willfully absent from duty and rendered yourself of misconduct under Rule-3 (b) (d).
3. Your negative impact on the center is more than the positive effect as entire staff is feeling insecure of your actions and behavior and hence emanated uncongenial environment in the center.
4. You are a permanent source of mental and social insecurity for the Department besides your workplace colleagues..

2. As a result thereof, I, as competent authority, have tentatively decided to impose upon you the penalty of **<u>"Dismissal from service"</u>** under rule-4 (b) (iv) of the said rules.

3. You are, thereof, required to show cause as to why the aforesaid penalty should not be imposed upon you and also intimate whether you desire to be heard in person.

4. If no reply to the notice is received within seven days or not more than fifteen days of its delivery, it shall be presumed that you have no defense to put in and in that case an ex-parte action shall be taken against you.

5. A copy of the findings of the inquiry officers is enclosed.

(Habib Khan)
Director
Social Welfare, Special Education and Women
Empowerment Khyber Pakhtunkhwa
(Competent Authority)

2

CONFIDENTIAL

Government of Khyber Pakhtunkhwa

Directorate of Social Welfare, Special Education and Women Empowerment Jamrud Road Peshawar

No.E-16/378/DSW/Vol-II/ 1522-25 Dated Peshawar the 31 / 08 /2021

SHOW CAUSE NOTICE

I, Habib Khan, Director, Social Welfare, Special Education and Women Empowerment Khyber Pakhtunkhwa as Competent Authority under the Khyber Pakhtunkhwa Government Servants (Efficiency & Discipline) Rules, 2011 do hereby serve you Mr. Muhammad Sajjad, Cane Worker (BPS-7) office of the Superintendent, Govt. Institute for the Blind, Abbottabad as follows:

1. That you were allegedly involved in criminal act of mixing Toxic Pills (Poison) in drinking water cooler for the students of Government Institute for the Blind, Abbottabad.
2. That you were arrested by the Local Police and an FIR was lodged against you under Section-337J/511.
3. That you remained in Police custody w.e.f 26.11.2014 to 12.12.2014.
4. That your services were suspended vide letter / order No. E-16/378/DSW/7448-51 dated 07.01.2015.
5. That you remained absent from duty w.e.f 12.12.2014 to 20.08.2015 without prior permission of the competent authority.
6. That you are habitual of floating anonymous complaints against your colleagues, officers and department.
7. That your colleagues are fed up of your behavior and submitted complaints to the higher authorities on more than one occasions.
8. That you were removed from service keeping in view the above charges.
9. That the Honorable Khyber Pakhtunkhwa Service Tribunal (Camp Court Abbottabad) set aside the order regarding removal from service with the direction to conduct de-novo enquiry strictly in accordance with the rules.

Government of Khyber Pakhtunkhwa
Directorate of Social Welfare, Special Education &
Women Empowerment opp: Islamia Collegiate School
Jamrud Road Peshawar

No. E-16/378/DSW/Vol-II/ 1522-25

Dated Peshawar the 31 / 03 /2021

To

Mr. Muhammad Sajjad,
Cane Worker (BPS-7)
Government Institute for the Blind,
Abbottabad

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE**

I am directed to refer to the subject noted above and to convey that the competent authority i.e. Director Social Welfare, Special Education and Women Empowerment Khyber Pakhtunkhwa has proposed to impose the penalty of dismissal from service in terms of Rule-4 of Khyber Pakhtunkhwa Government Servants (Efficiency & Discipline) Rules, 2011 due to the following reasons:

1. Your acquittal from the charges was based on doubt but still guilty of behavior and action in the eyes of Police, GIB staff and management, general public and hence is a persona non grata in the center.
2. You were reinstated after acquittal but remained willfully absent from duty and rendered yourself of misconduct under Rule-3 (b) (d).
3. Your negative impact on the center is more than the positive effect as entire staff is feeling insecure of your actions and behavior and hence emanated uncongenial environment in the center.
4. You are a permanent source of mental and social insecurity for the Department besides your workplace colleagues.

You are therefore directed to show cause as to why the aforesaid penalty should not be imposed upon you. Your response and explanation if any should reach to the competent authority within 07 days but not more than 15 days after issuance of this letter. You are directed to indicate if you intend to be heard n person. Show cause + enquiry report is attached.

Assistant Director
(Establishment-I)

Copy to:

1- The District Officer Social Welfare Abbottabad
2- Superintendent, Govt. Institute for the Blind Abbottabad
3- PA to Director (SW)

Assistant Director
(Establishment-I)

7۔ چیف سیکرٹری خیبر پختونخواہ، پشاور
8۔ صدر PAB ضلع، ایبٹ آباد
9۔ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر ایبٹ آباد
10۔ وفاقی محتسب حکومت پاکستان، اسلام آباد
11۔ صوبائی محتسب خیبر پختونخواہ پشاور
12۔ چیئرمین نیب حکومت پاکستان، اسلام آباد
13۔ ICEO اینٹی کرپشن ایبٹ آباد
14۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ، پشاور
15۔ گورنر خیبر پختون خواہ، پشاور۔
16۔ وزیر برائے انسانی حقوق حکومت پاکستان، اسلام آباد
17۔ وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد
18۔ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد
19۔ جوڈیشل مجسٹریٹ، ایبٹ آباد
20۔ ڈسٹرکٹ / سیشن جج ضلع، ایبٹ آباد
21۔ چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ، پشاور
22۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، اسلام آباد
23۔ ڈائریکٹر جنرل سپیشل ایجوکیشن، اسلام آباد
24۔ وزیر برائے قانون حکومت پاکستان، اسلام آباد
25۔ ناظم اعلیٰ ضلع ایبٹ آباد
26۔ کمشنر ہزارہ ڈویژن، ایبٹ آباد
27۔ سپیکر قومی اسمبلی پاکستان، اسلام آباد
28۔ چیئرمین سینٹ پاکستان، اسلام آباد
29۔ وفاقی وزیر تعلیم حکومت پاکستان، اسلام آباد

Received.
06/4/2021

خان کا بھی ریکارڈ شامل ہے کو دبا دیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ گاڑی کی گمشدگی کے حوالے سے ایک مشکل یہ بھی تھی کہ سائل کو FIR نمبر اور تاریخ وغیرہ بھی معلوم نہ تھی جس کے لئے سائل نے آپ کی جانب سے رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ کے تحت نامکمل فائل حاصل کی جس کے مطابق گاڑی چوری / گمشدگی کی FIR: مورخہ 25-10-2016 بوقت 09:20 علت 1013 ہے۔

نوٹ:۔ سائل نے جو درخواست DPO صاحب کو حالیہ دنوں ارسال کی جس کی نقول بھی آپ سمیت دیگر حکام کو ارسال کیں جس کے حوالہ جات اوپر مفصل تحریر کئے جناب آئی جی صاحب کو غالباً جب وہ پہنچی تو ان کے دفتر سے پاس PAS (Police access Service) کے ذریعے درخواست نمبر 2021/03-1077 کے تحت ڈی پی او کو موصول ہوئی جس پر تا حال کاروائی نہ ہو سکی، بہر حال مذکوران کے خلاف اتنے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ انہیں معطل کر کے اور جبری رخصت پر گھر بھیج کر انکوائری کی جائے ورنہ یہ اس پر اثر انداز ہوں گے۔

باتیں تو اور بھی بہت سی تھیں مگر وقت اور وسائل کی کمی اور قسمت خان کے جلد ریٹائر ہونے کے پیشِ نظر بروقت درخواست عرض کر دی ہے۔

<u>لہٰذا استدعا ہے کہ سائل کی درخواست کو منظور و مقبول فرما کر دادرسی فرمائی جا کر شاکر ممنون و دعا گو ہونے کا موقع عنایت فرمایا جائے۔</u>

جناب کی عین نوازش ہوگی۔

المرقوم 06-04-2021

العـــــــارض

محمد سجاد ولد محمد ریاض

موبائل نمبر: 0313-5925351

شناختی کارڈ نمبر: 13101-2598133-9

سکنہ: محلہ اعوان آباد جھنگی سیداں ایبٹ آباد

نابینا کین ورکر (BPS-07) گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ فار دی بلائنڈ

بالمقابل شیل پٹرول پمپ نزد جنرل بس سٹینڈ حویلیاں روڈ ایبٹ آباد

محکمہ خصوصی تعلیم / سماجی بہبود خیبر پختونخواہ

نقول برائے اطلاع:

1۔ DO سوشل ویلفیئر، ایبٹ آباد
2۔ ڈائریکٹر محکمہ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم خیبر پختون خواہ، پشاور
3۔ سیکرٹری زکوٰۃ عشر سماجی بہبود خصوصی تعلیم و ترقی خواتین خیبر پختونخواہ، پشاور
4۔ وزیر برائے زکوٰۃ عشر سماجی بہبود خصوصی تعلیم و ترقی خواتین حکومت خیبر پختونخواہ، پشاور
5۔ ڈی آئی جی پولیس ہزارہ، ایبٹ آباد
6۔ آئی جی پولیس خیبر پختونخواہ، پشاور

صدقہ سے بہتر ہے جس کے پیچھے ایضاء پہنچائی جائے"

مندرجہ بالا حقائق و دلائل سے ثابت ہوا کہ احسان کر کے جتلانا ایک کمینگی ہے اور احسان یا بھلائی کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ایک بار کسی کے ساتھ کچھ اچھا کر کے زندگی بھر کے لیے تنگ و پریشان کیا جائے۔ اِس سے بہتر ہے کہ احسان کیا ہی نہ جائے مگر مذکورہ بالا گھٹیا اوصاف کی حامل عورتوں کو بھی یہ لوگ ہماری محسنہ قرار دے کر یہ حق دیتے ہیں کہ وہ ہمیں جتنا چاہیں تنگ کریں اور ساری زندگی ہمیں غلام بنا کر جوتے کی نوک پر رکھیں جب کہ ہمارے دین اسلام، تہذیب و معاشرت اور ہماری ثقافت و روایات کے مطابق مرد بالاتر اور عورت پست ہوتی ہے اور جناب کو بھی میری محسنہ قرار دے کر جملہ حقوق دئے جاتے ہیں۔ حالانکہ جناب سائل کو اپنی ذاتی جیب سے نہیں بلکہ سرکاری خزانے سے تنخواہ دیتی ہیں اور اگر جناب نے سائل کو بر میرٹ بھرتی کروایا تھا تو اپنا فرض ادا کیا اور اگر خلاف میرٹ بھری کروایا تھا تو خیانت لاقانونیت اور کرپشن کی۔ آپ کا بھی تو کوئی نہ کوئی محسن اور بھرتی کرنے وال ہوگا۔ کیا آپ اُسے اِس بلیک میلنگ کی اجازت دیں گے۔ جیسا کہ سائل جب کبھی بھی آپ کو کسی غلط بات پر چیلنج کرتا ہے تو مذکورہ بلیک میلنگ سامنے آتی ہے۔

جناب والا سیدنا علیؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تجھ پر کوئی احسان کرے تو ظاہر کر اور جب تو کسی پر احسان کرے تو اُسے چھپا۔ چنانچہ سورۃ دھر کی آیات مقدسہ انہی کے متعلق نازل ہوئی تھیں جب اِنہوں نے تین روزے رکھے اور پہلے روزے کے افطار کے وقت اِن کے پاس ایک مسکین، دوسرے روزے کے افطار کے وقت ایک یتیم اور تیسرے روزے کے افطار کے وقت ایک اسیر سائل بن کر آئے اور باوجود اشتہا انگیزی کے اِنہوں نے اپنا کھانا اُنہیں دے دیا اور چھپ پسِ پردہ دیا تا کہ اُنہیں ان کا سامنا کرتے وقت شرمندگی بھی نہ ہو کہ یہ ہمارے محسن ہیں اور ہمیں ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف میں فرمایا کہ "باوجود چاہت کہ یہ مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم سے نا جزا کے طالب ہیں اور نہ شکریہ کہ بلکہ ہمیں تو اُس دن سے ڈر لگتا ہے جب۔۔۔۔۔"

جناب والا! اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں اور سائل پر اعتراض کی صورت میں اِن مذکورہ بالا مقدس ہستیوں اور اسلامی تعلیمات پر بھی اعتراض لازم آئیگا، نیز آپ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ معذور افراد کو ان کے والدین وغیرہ کے مظالم سے نجات دلاتے ہیں آپ تو والدین کو ظلم کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں کیونکہ وہ دنیا میں انسان کے سب سے بڑے محسن ہوتے ہیں۔

جیسا کہ سپریم کورٹ نے چیئرمین نیب کو پانامہ کیس کے دوران یہ بھی ریمارکس دیئے تھے کہ اگر وزیراعظم آپ کا تقرر کر سکتا تھا تو آپ کو نکال تو نہیں سکتا تھا آپ برائے مہربانی سپریم کورٹ پر بھی اعتراض کیجئے کہ چیئرمین نیب کو اپنے محسن یعنی اپنے تقرر کرنے والے وزیراعظم کے خلاف کاروائی کا کوئی حق حاصل نہیں۔

22۔ جناب عالی زمان صاحب سرکاری ملازم ہونے کے باوجود تنظیم PAB کے صدر بھی رہے جو ڈونیشنز پر چلتی ہے اور اخباری بیانات بھی دیتے رہے جن پر کبھی کسی نے اعتراض نہ کیا۔

23۔ ادارہ و محکمہ کے خلاف سائل کی معروضات پر تو اعتراض کیا جاتا ہے لیکن ان کے سیل نمبر 0345-5373661 اور سائل کے فون نمبر کا ڈیٹا اسرار کے باوجود حاصل نہیں کیا جاتا اور ان فون کالز کا بھی جائزہ نہیں لیا جاتا جو بطور ثبوت سائل نے بار بار ریکارڈ کا حصہ بنائیں نیز دیگر ٹیلیفونک ریکارڈ جس کا سائل نے انکوائری افسر سے بھی مطالبہ کیا جس میں مذکورہ قسمت

پر بھی نالاں ہیں اور وہ خود کہہ چکے ہیں کہ نواز شریف اُن کی بیوی جمائمہ خان کو بہت تنگ کرتا تھا۔ چنانچہ شاید بدلے کی آگ میں پوری قوم کو نواز شریف کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔

جناب والا عمران خان کو بُرا بھلا کیوں نہ کہوں؟ صدر پاکستان جناب عارف علوی صاحب جو کہ پھر قدرِ مہذب اور ہمارے لئے ''نابینا'' کا لفظ استعمال کرتے اور ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر Oxford سے پڑھا ہوا عمران خان روائتی طرز پر ہمیں ''اندھا'' کہتا ہے اور ہمارے لئے بھکاری ذہنیت کا مظاہرہ کرتا ہے اگر یہی سب کچھ کرنا تھا تو کیا مذہبی طبقہ کی حکومت ہمارے لئے بُری تھی؟ جس عمران خان کو ہم روشن خیال و معتدل سمجھے تھے وہ بھی ہمارے لئے ''رحم'' کا لفظ استعمال کرتا ہے حالانکہ اِس کی حکومت میں میرے ساتھ بے رحمانہ سلوک کرتے ہوئے مجھے نہ صرف بے گناہ یہ بھجوایا بلکہ ہر جگہ میری تحکیر و تذلیل کی گئی۔

iv۔ جناب والا یہ تو شکر ہے کہ ہم مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے ورنہ میرے مخالفین اگر فرعون اور حضرت موسیٰؑ کے دور میں ہوتے تو نبی اللہ سیدنا موسیٰؑ پر بھی اور بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر اعتراض کرتے کہ جس نے اِنہیں اپنے گھر میں پال پوس کر بڑا کیا اُسی کے مقابلہ میں۔۔۔۔۔۔

v۔ جب انصار و مہاجرین میں خلافت کے مسئلہ پر جھگڑا پیدا ہوا اور انصارِ مدینہ کی ہمدردیوں، احسانات اور ایثار و قربانی جس قدر بے مثال و بے نظیر تھی اور نبی کریم ﷺ نے اُن کے حق میں مہاجرین کو وصیت بھی فرمائی تھی کہ اگر یہ زیادتی بھی کریں تو حتیٰ الوصا درگزر کیا جائے لیکن حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے اُن سے فرمایا تھا کہ اے گروہِ انصار وہ تم ہی تھے جن کے باعث اسلام کو سر بلندی ملی اور اب تم ہی ہو جو اسکی تباہی کے درپے ہو جیسا کہ ہزارہ کے ہندکو زبان کے ایک معروف گلوکار سلیم ترامی مرحوم کے ایک مصرع کا مفہوم ہے کہ ''مکان بناتے وقت بھی شاہ نے امداد کی مگر (اُسی مکان کو) جلاتے وقت بھی ظالم ساتھ تھا''۔

vi۔ جناب والا! یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ابو طالب نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اگر چہ اُن کی خدمات بری گراں قدر ہیں مگر اُن کے کافر ہونے کا درجہ ختم نہیں ہوا بلکہ اُن سے عذاب کی تخفیف ہوگی۔

vii۔ جب بنو ہاشم کا بائیکاٹ کی گیا تو اُس وقت ابو البختری نامی کافر نے اِن کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کیا تھا اور جب وہ جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے لڑنے آیا تو اُس کے متعلق نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اسے قتل نہ کیا جائے مگر جب وہ اپنے ساتھی کفار کا ساتھ چھوڑنے کو راضی نہ ہوا اور اُسکا معاملہ حد سے بڑا تو اُسے بلآخر قتل کر دیا گیا۔

viii۔ جناب والا! کیا نبی کریم ﷺ کے مُحسن اور چچا ہونے کے باوجود حضرت عباسؓ جنگِ بدر کے قیدی نہ بنے؟ البتہ اُن کے متعلق یہ حکم ضرور تھا کہ اُنہیں قتل نہ کیا جائے کیوں کہ کُفار اُنہیں مجبور کر کے لائے ہیں اور آنحضور ﷺ کے عم محترم اور اُن کی گراں قدر خدمات بھی ہیں۔

ix۔ جناب والا! سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے احسان کر کے احسان جتلانے اور تنگ کرنے والوں کی بار بار مذمت فرمائی اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات احسان جتلا کر اور ایضاء رسانی کے ذریعے اُس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور ایمان نہ اللہ پر لاتا ہے اور نہ ہی یومِ آخرت پر'' مزید براں ارشاد فرمایا کہ ''(احسان کر کے جتلانے کہ مقابلہ میں) اچھی اور نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اُس

ہو کر فیسیں جمع کروانی پڑتیں تا کہ انہیں اپنے معذور ہونے کے باعث غیر معذور افراد کی طرح ہونے کا ارمان نہ رہتا ورنہ اگر امتیازی سلوک ہی کرنا تھا تو پہلے ہم معاشرہ کے بہترین افراد شمار کئے جاتے تھے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے'' مگر اس گھٹیا محکمہ نے ہمیں قرآن سے دور کیا جس کے باعث ہمیں یہ سزائیں ذلت ورسوائی کی صورت میں مل رہی ہیں۔ نبی کریمؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''روئے زمین نے اللہ کے نزدیک محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں'' اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''جتنی دیر کوئی مسجد میں رہے گا اتنی دیر کا اس سے حساب نہیں لیا جائے گا'' لیکن گھٹیا سازش کے تحت ہمیں اللہ کے گھروں یعنی مساجد اور دینی مدارس سے دور جن باتوں کے بناء پر کیا گیا تھا وہ وعدے بھی پورے نہیں ہو رہے اور ہمارے ساتھ ہمارے اپنے ہی اداروں کی جانب سے نہ صرف امتیازی رویہ برقرار ہے بلکہ دن بدن ان لوگوں کے گھٹیا پن میں مزید اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جناب والا! قبل ازیں ہمیں معاشرہ میں جو مولویانہ اور قلندرانہ حیثیت حاصل تھی اس کے باعث تو لوگ ہمیں فخر سے رشتے دیتے، مگر اب لوگوں کو ہمارے سیاہ کرتوتوں کا بخوبی اندازہ ہو چلا ہے، اب لوگ ہمارے بارے میں یہ منفی آرا پیش کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی چونکہ ایک رگ زائد ہوتی ہے اور یہ دوسروں سے بڑھ کر ''حرامی'' ہوتے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ''حرامی'' جیسے الفاظ ہمارے اس مافیا کے لوگ اپنے حق میں استعمال کرتے ہوئے خود جو تنگ کرنے والے ہیں اپنے لئے تو استعمال نہیں کرتے مگر کوئی تنگ آ کر شکایت کرے تو شکایت کنندہ کو کہا جاتا ہے کہ معاشرہ ایسے لوگوں کو ''حرامی'' کہتا ہے۔

i۔ جناب والا! ابلیس لعین جو کہ پہلے انتہائی زائد و عابد تھا اور محض ایک حکم کی نافرمانی کے باعث ملعون و مردود ہو گیا کیا اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ عادل و منصف ہستی پر بھی اعتراض کیا جائے گا کہ ابلیس نے اللہ کے ساتھ بہت اچھا کیا تھا اور اللہ نے نعوذ باللہ اسے برا صلہ دیا؟۔

ii۔ جناب والا! آسمانوں پر پہلا گناہ کرنے والے ابلیس کے کہنے پر زمین پر پہلا گناہ کرنے والا قابیل بھی تو اللہ کو مانتا تھا کیا اس بابت بھی نعوذ باللہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر اعتراض کیا جائے گا کہ وہ تو اللہ کی ذات کے ساتھ اچھا تھا؟ مگر اس اصول کے تحت کہ جو کسی اچھے کام کی بنیاد یا روایت ڈالے گا تو جب تک وہ کام ہوتا رہے گا اس کی بنیاد ڈالنے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا اور برا کام کرنے والے کو بھی اسی طرح عذاب ملتا رہے گا اور ہمارا قانون بھی یہی کہتا ہے کہ جرم کرنے والے کے ساتھ اس کے ذمہ داران کو بھی سزا ملے تو کیا اگر سجاد پانی میں زہر ملائے اور یا کوئی اور جرم کرے تو کیا یہ اکیلا ہی ذمہ دار ہے؟ کیا کہانی محض زہر ملانے سے شروع ہونی چاہئے؟ چنانچہ قیامت تک جتنے بھی گناہ یا قتل ہوں گے ان کے عذاب میں سے ابلیس اور قابیل کو بھی حصہ ملتا رہے گا۔

iii۔ جناب والا! باپ سے اختلاف تو حضرت ابراہیمؑ کو بھی رہا اور بیٹے سے اختلاف حضرت نوحؑ کو بھی رہا۔ نیز اورنگزیب عالمگیر جو کہ تاریخ میں بڑا نیک بادشاہ قرار دیا جاتا ہے اُس نے بھی اپنے باپ کو پکڑ کر جیل میں بند کروایا۔ چنانچہ سابق وزیراعظم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کا یہ عزر و اعتراض بھی قابل قبول ہرگز نہیں کہ اگر منی لانڈرنگ والدش نے کی تو اس میں وہ بے قصور رہے ہیں۔ کیا حکمران کا باپ قانون سے بالاتر ہوتا ہے؟ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ ایمان کا افضل درجہ یہ ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ظلم و گناہ سے روکا جائے خواہ وہ سگہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ہمارے وزیراعظم عمران خان کو نواز شریف سے تو شدید اختلاف تھا مگر اپنے ماتحتوں کے یہ جرائم نظر نہیں آتے اور وزیراعظم سابق وزیراعظم سے اس بنا

کرتے ہیں کہ یہ بھی اپنے باپ کے خلاف بولتا ہے نیز اپنے محسن اور نہ صرف بھرتی کروانے والے بلکہ اپنے زیر سایہ تعلیم و تربیت دے کر پال پوس کر بڑا کرنے والے الیاس صاحب کے ساتھ جو کچھ اِنہوں نے کیا وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن انکوائری افسر کے سامنے اس کا اقرار کرتے ہوئے بولے کہ الیاس صاحب کا معاملہ حد سے بڑا ہوا تھا اور وہ ہمیں ماؤں بہنوں کی گالیاں دیتے تھے شکر ہے اس بہانے اِنہوں نے تنگ کرنے کی کوئی تو آخری حد متعین کی ورنہ سائل کے متعلق تو یہ اعتراض کر کے طوفانِ بدتمیزی کھڑا کیا جاتا تھا کہ کوئی اُسے خصوصاً اِس کا محسن خواہ کتنا ہی تنگ کیوں نہ کرے اِسے کسی کے خلاف اُف تک نہیں کرنی چاہئے۔اب کم از کم انہوں نے یہ پیمانہ تو مقرر کیا کہ جو ماں بہن کی گالیاں دے اسے معاف نہیں کرنا چاہئے تو جناب والا کیا یہ لوگ خود اس کے مرتکب نہیں ہو رہے؟ یہ لوگ تو نابینا افراد کو اس قدر ذلیل و رسوا کرتے ہیں کہ کنجریوں سے بھی ان کی شادی کے قائل ہیں حالانکہ قبل ازیں یہ کیا جاتا تھا کہ ہم جس تہذیب و معاشرت اور مذہب و ثقافت سے تعلق رکھتے ہیں اس میں مرد باہر کا جب کے عورت گھر کی کفیل ہوتی ہے جو مرد گھر کی کفالت کی ذمہ داری وغیرہ اٹھانے کے قابل ہو تو وہ شادی کر سکتا ہے کیونکہ عورت پردے کے باعث باہر کی ذمہ داریاں نہیں اٹھا سکتی اور نابینا/معذور افراد چونکہ یہ ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہیں لہٰذا انہیں بھی نارمل زندگی گزارتے ہوئے دوسروں کے شانہ بشانہ چلا کر ازدواجی زندگی سے محروم نہ کیا جائے لیکن اب جب کہ یہ لوگ جنسی طور پر بدعنوان عورتوں سے بھی شادی کو عار نہیں سمجھتے اب اس نظریہ کی کیا ضرورت ہے کہ مرد جو کما سکتے وہی شادی کرے بلکہ جو یہ کہتے ہیں کہ لوگ چکلے سے بھی لا کر شادیاں کرتے ہیں تو لوگ تو اپنے گھروں میں بھی چکلے تک کھول لیتے ہیں اور اپنی عورتوں کی عصمت کی قیمت بھی مانگتے ہیں ۔جناب والا! کیا ہم وہی لوگ ہیں جو عزت سے پیسہ کمانے کے قائل تھے اور بھیک کی مذمت کرتے تھے؟، کیا ہم وہی لوگ ہیں جن کی خاطر اگر کوئی گاڑی یا ہوٹل وغیرہ میں کرایہ/پیسے دے دیتا تو ہم اس سے لڑنے مرنے پہ آ جاتے ہیں؟، کیا بیان کردہ ذلتیں اس سے کم تر نوعیت کی ہیں؟۔

جناب والا! قبل ازیں ہمیں معاشرہ میں ایک باعزت اور منفرد مقام حاصل تھا آج بھی قرآن سے نسبت کے باعث لوگ ہمیں ''حافظ صاحب'' کہہ کر پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آج بھی ہماری دین کے ساتھ نسبت ہے اور ہمیں ''قاری صاحب، مولوی صاحب'' کہہ کر پکارا جاتا ہے اور آج بھی ہمیں لوگ انتہائی نیک اور مقدس گروہ خیال کرتے ہیں۔

جناب والا! اگر ہم نے امتیازی رویہ ہی کو قبل کرنا تھا تو کیا مذکورہ رویہ برا تھا؟ جس کے خلاف ہم نے مغرب کی شہہ پر بھی تاریک چلائی کے لوگ ہمارے بارے میں یہ کیوں خیال کرتے ہیں کہ ہم صرف قرآنی/دینی تعلیم ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

جناب والا! تب تو کسی نے نہ دیکھا کہ یہ لوگ بھی تو ہمارے محسن اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں ہی تو کہتے تھے کہ ہمیں گھروں سے باہر نہیں نکلنا چاہئے اور خود محنت و مشقت کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے دوسروں پر انحصار کرنا چاہئے۔

جناب والا! آج بھی تو ہمارے لئے ڈاک مفت/ریلوے اور PIA کے کرائے میں چھوٹ، تعلیم مفت اور تنخواہیں و دیگر مراعات دوسروں سے زائد جناب والا! کیا یہ امتیازی روئیہ نہیں؟ اگر منتہائے مقصود یہ تھا کہ نابینا/معذور افرا کو ہر اس مرحلہ سے گزارا جائے جس سے بینا/غیر معذور لوگ گزرتے ہیں تا کہ یہ بالکل اپنے آپ کو دوسروں کی طرح محسوس کریں اور انہیں اپنی معذوری و محرومی کا بالکل احساس تک نہ ہو تو چاہئے تو یہ تھا کہ ان افراد کو بھی دوسروں کی طرح قطار میں کھڑے

حصہ تھا اور افسران کے اختیارات کے غلط استعمال سے متعلق انکوائری افسر چونکہ ثبوتوں کا انکار نہیں کرسکتا تھا اور رؤف خٹک کے متعلق تو عدالتی فرمودات بھی تھے۔ چنانچہ اس نام نہاد انکوائری کو دبا دیا گیا۔

19۔ یہ کہ علی زمان صاحب وغیرہ نے انکوائری افسر کے سامنے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ تو سب بہت اچھے ہیں اور صرف سائل ہی بہت بُرا، شرارتی اور سارے مسائل کی جڑ ہے اور اپنی اخلاقی برتری ظاہر کرتے ہوئے بولے کہ "جناب یہ ہمارا نابینا بھائی ہے اگر یہ بحال ہوا ہے تو ہمیں خوشی ہے۔ آپ برائے کرم اسے کہیں اور ٹرانسفر کروادیں۔ خواہ آپ اسے اکاؤنٹ افسر بنادیں، DO بنادیں، ڈپٹی ڈائریکٹر بنادیں، ڈائریکٹر بنادیں، سیکرٹری بنادیں، کچھ بھی بنادیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن یہاں اسے نہ لگائیں"۔ ان کے خیال میں سائل اتنے بڑے عہدوں تک پہنچ ہی نہیں سکتا ورنہ یہ جانتے ہیں کہ سائل ان کا کیا حشر کرے گا۔ محض اپنی اخلاقی برتری ظاہر کرنے کے لئے ایسا کہا۔

ویسے بھی لُبنہ جیسی باتوں کی وجہ سے یہاں کوئی شدید جھگڑا پیش آسکتا ہے اور جب سائل نے اِن سے کہا کہ کیا اب اتنا بُرا وقت آ گیا ہے کہ لُبنہ جیسی فاحشہ عورت سے بھی شادی پر سائل کو مجبور کیا جائے گا؟ تو علی زمان صاحب نے اِسے غیر سنگین اور ایک نارمل رویہ قرار دیتے ہوئے سائل کی ایسی ذہن سازی کرنے کی کوشش کی کہ اُس کے لئے تو کلرک ارشاد صاحب سمیت سب ہی شادی کرنے کو تیار اور اُس پر ڈھورے ڈالتے ہیں مگر وہ خود ہی انہیں لفٹ نہیں کراتی۔

یہ لوگ سائل کو یوں پاکستان سے بغاوت پر اُکساتے اور مجبور کرتے ہیں کہ دیگر غیر مسلم ممالک حتیٰ کہ پڑوسی دشمن ملک بھارت میں بھی ہماری طرف زیادہ توجہ دیتے ہوئے ہمارے آلات بریل وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور وہاں کے قوانین بھی نہایت اچھے ہیں اور وہاں کی عورتیں بھی۔ چنانچہ ملک میں ریاست کے خلاف ملک دشمن عناصر کی جانب سے ایک خطرناک تحریک چلاتے ہوئے معذور افراد کو استعمال کرنے کے بیج بوئے جارہے ہیں۔

20۔ آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ / مذکوران کا ٹیسٹ CCTV کیمروں کے زیرِ نگرانی لیا جائے تاکہ انہیں شک کا فائدہ لینے اور ہمیں ان کے خلاف متعصبانہ رویے کا الزام لگانے کا موقع نہ مل سکے۔

21۔ یہ کہ سردار محمد ایاز صاحب کا نہایت شکر گزار ہوں کہ قبل ازیں جو بات سائل کہتا تھا انکوائری افسر کے سامنے وہی بات سائل کی منہ کی بات چھینتے ہوئے بولے کہ "جناب اِسے اِس حالت تک پہنچانے والا اِس کا باپ ہے" ایاز صاحب جو کہ ظاہر ہے کہ سائل کے مخالف ہونے کی بنا پر سائل کو مجرم ہی گردانتے تھے چنانچہ انہوں نے قبل ازیں بھی یہ بات کہی تھی کہ آئندہ سے اگر مجھ سے تمہارے بارے میں کوئی بات پوچھے گا تو میں کہوں گا کہ اِس سے جتنے بھی جرائم ہوئے اُن کا ذمہ دار اِس کا باپ ہے اور اس موقع پر جب انہوں نے یہ بات کہی تو DO جناب سید علی بخش صاحب نے اِن سے سائل کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ اُن کا سگہ بیٹا ہے؟ بہرحال جو انکوائری افسر اس بنا پر بھی حسبِ معمول دیگر افسران وغیرہ کی طرح سائل پر ضرب لگانے آیا تھا اُسے اِس معاملہ میں بھی شدید مایوسی ہوئی اور اب اُس نے یہ وار کرنا شروع کیا کہ اِس نے اپنے والد وغیرہ سے تنگ آ کر انتقام بچوں سے لیا اور علی زمان صاحب بھی اِس پروپیگنڈا میں شامل ہوگئے اور اُن کے ذہن میں ابھی تک وہی پرانی باتیں گردش کر رہی تھیں اور انہوں نے ایاز صاحب کی خوش آمد میں بھی سائل کے منفی رویہ کے حامل والدین نیز آپ کی بھی اِس وجہ سے تعریف کی کہ آپ تک بھی ایاز صاحب کی معرفت یہ باتیں پہنچیں تو آپ نہایت خوش ہوں۔

یہ جو سائل کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ اپنے محسنوں کے حق میں اچھا نہیں خود ایاز صاحب اِن کے متعلق یہ بھی بیان

کہ ''تم نے چھوٹا سا CT کر لیا ہے تو ہم B.Ed وغیرہ کرنے والوں کو چیلنج کرتے ہو'' تو سائل نے کہا کہ میں نے اِس طرح CT کورس نہیں کیا جس طرح آپ لوگوں نے B.Ed وغیرہ کیا ہے۔ جناب والا قانوناً اُس وقت تک کسی کو تدریسی سرٹیفیکیٹ دیا ہی نہیں جا سکتا جب تک وہ کسی ادارہ میں پریکٹس کر کے مذکورہ ریکارڈ از خود مرتب کر کر رجسٹرز نہ بنائے اور کم از کم 40 اسباق کا رجسٹر تربیتی ورکشاپوں اور ادارہ میں تدریسی پریکٹس کے بعد بنانا پڑھتا ہے تب جا کر مذکورہ سند ملتی ہے مگر خصوصاً علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی ورکشاپس اور امتحانی مشکوں میں بہت دو نمبری ہوتی ہے۔

علی زمان صاحب نے انکوائری افسر کو یہ تجویز دی کہ جس طرح اِس کی انکوائری ہو رہی ہے اِسی طرح آپ ہمارے محکمہ کو بھی انکوائری کے لئے لکھیں تب ہم اسکے سوالوں کا جواب دیں گے۔ ہم بورڈ کے ذریعے منتخب ہو کر آئے ہیں اور ہمیں چیلنج بھی بورڈ ہی کر سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہم بالکل بھی اِس کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ آپ بورڈ بنانے کی تجویز دیں ہم وہاں اِس کے ہر سوال کا جواب دیں گے لیکن جناب والا آج تک ایسا کیوں نہ ہو سکا؟

17۔ جناب والا! اگر یہ بورڈز اور یونیورسٹیز کو بے وقوف بنا سکتے ہیں تو جو انہوں نے کمپیوٹر کورس کیا اُس میں بھی بہت دو نمبری ہوئی اور اُس کا طریقہ امتحان تو بورڈز اور یونیورسٹیز والا تھا بھی نہیں۔

18۔ یہ کہ جس قسمت خان کو آپ (محکمہ) باعزت ریٹائر کرنے جا رہے ہیں اِس نے غیر قانونی طور پر دورانِ معطلی سائل کو اُس وقت ٹرانسفر کر دیا تھا جب سائل نے مذکورہ سیکورٹی اُمور کے متعلق اپنی درخواست بنام DPO ایبٹ آباد مورخہ 29-04-2016 زیر ڈائری نمبر 1090، عنوان ''گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ فار دی بلائنڈ ایبٹ آباد میں چوکیدار ان کی غفلت'' گزاری جو کہ پہلے اِنہیں یعنی قسمت خان صاحب کو بطور انچارج ادارہ دی گئی تھی جس پر عمل درآمد سے نہ صرف اُنہوں نے صاف صاف انکار کر دیا تھا بلکہ سائل کے خلاف شدید ردِعمل بھی دیا جو کہ قبل ازیں سائل نے مذکورہ 300 صفحات کی درخواست کے علاوہ جناب ڈپٹی کمشنر ایبٹ آباد کے نام درخواست بتاریخ وصولی 08-09-2015 زیر ڈائری نمبر 15844، اور علاوہ ازیں اِنہی باتوں کے سلسلہ میں سائل نے خیبر پختونخواہ سٹیزن پورٹل شکایات نمبر 15752، 15753 اور 24064 میں بھی یہ مسائل اُٹھائے مگر ڈی پی او ایبٹ آباد کو لکھی گئی درخواست کے ردِعمل میں پہلے سائل کو دورانِ suspension غیر قانونی طور پر ڈائریکٹوریٹ پشاور میں ٹرانسفر کر کے قسمت خان نے دھوکہ سے سائل کا انگھوٹھا ریلیونگ آرڈر پر لگوا کر ٹرانسفر کر کے بعد ازاں سائل کو ٹرمینیٹ کر دیا گیا جس کے خلاف سائل سروس ٹریبونل خیبر پختونخواہ کیمپ کورٹ ایبٹ آباد میں اپیل کر کے مورخہ 23-01-2020 کے فیصلہ کے نتیجہ میں ملازمت پر بحال ہوا۔

جب سائل نے سروس ٹریبونل میں موقف اختیار کیا کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ سائل کے پاس ادارہ کی بدانتظامیوں لاقانونیتوں اور بدعنوانیوں کا کوئی ثبوت نہیں تو دورانِ سسپینشن مذکورہ بالا تبادلہ کیا ہے؟ تو جج صاحب جب کاغذات مانگے جو اُس وقت بوجوہ سائل کے پاس دستیاب نہ تھے تو ایک جج صاحب جو پہلے بار بار سرکاری وکیل پر اظہارِ برہمی فرما رہے تھے تو اِس مرتبہ صرف ایک مرتبہ معمولی سے سائل پر بھی برہم ہوئے اور فرمایا کہ ''بحث بھی کرتے ہو اور کاغذ بھی ساتھ نہیں لے کر آتے؟''

اب جب کہ سائل نے اِس مواد کو بھی ریکارڈ کا حصہ بنایا جو پہلے ہی سے ادارہ اور سائل کے سروس ریکارڈ وغیرہ کا

(word contractions) کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں تو اگر انہیں الفاظ کے بجائے حروف ظاہر کرنا ہو جیسا کہ کتابوں میں ابجدی یا رومن گنتی یا وٹامن ABC وغیرہ لکھا ہوتا ہے جیسا کہ آپ ہمیں جماعت چہارم میں سائنس پڑھایا کرتے تھے تو نقاط نمبر 6-5 نشان حرف کے ذریعے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ چونکہ کتابیں بریل میں ہم خود پڑھا کرتے تھے اور یہ اپنے علم کے مطابق تشریح کیا کرتے تھے اور انہوں نے بریل میں کُتب دیکھیں ہی نہ تھی چنانچہ یہ اس چیز سے لاعلم تھے۔

16۔ یہ کہ ٹیچنگ کورسز کے دوران صرف ایک اچھا معلم ہی نہیں ایک اچھا منتظم بھی بننے کی تربیت دی جاتی ہے اور ادارہ کا نظم ونسق چلانے اور ریکارڈ مینج کرنے کے لئے مختلف رجسٹرز اور فائلز بنانے کی بھی تربیت دی جاتی ہے اور موصوف وغیرہ نے بھی ٹیچنگ کورسز کر رکھے ہیں مگر ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ مذکورہ ریکارڈ مرتب نہیں کر سکتے جن میں مندرجہ ذیل قسم کے رجسٹرز شامل ہیں۔

۱۔ سٹوفکیٹ فائل / رجسٹر

۲۔ حاضری رجسٹر

۳۔ داخل / خارج رجسٹر

۴۔ لیسن پلاننگ یعنی سبق کی منصوبہ بندی کے رجسٹر جو کہ ایک اُستاد اپنی تدریسی سرگرمیوں اور حکمت عملی کا باقاعدہ ریکارڈ بنا کر دفتر میں جمع کرواتا اور پرنسپل اس کا معائنہ کرتا ہے مگر ہمارے اداروں میں اس کا فقدان ہے۔ جنرل ایجوکیشن میں ہمارے اداروں کے برعکس ایک تعلیمی ادارے کا سربراہ اُسے لگایا جاتا ہے جس کے پاس MA ایجوکیشن یا کوئی تدریسی سند ہو۔ نیز اُس کا تدریسی تجربہ بھی ہو۔ چنانچہ سینئر اُستاد کو سربراہ ادارہ بنا دیا جاتا ہے اور لاسٹ ورکنگ ڈے وہاں اِس لئے ہاف ڈے ہوتا ہے کیونکہ اساتذہ نے مذکورہ رجسٹرز / فائلات کو مہینہ کے آخر میں مرتب کرنا ہوتا ہے اور پہلے پہل ہمارے اداروں میں لاسٹ ورکنگ ڈے ہاف ڈے نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ ہمارے اول تو اتنے رجسٹر مرتب ہی نہیں کئے جاتے اور جو کرتے بھی ہیں تو کلرکس۔ لیکن جب سے ان کو کام چوری کی عادت پڑی ہے اِنہوں نے اِس موقع کا بھی فائدہ اُٹھاتے ہوئے لاسٹ ورکنگ ڈے کو ہاف ڈے قرار دے رکھا ہے۔

جناب والا! خصوصی تدریسی کورسز میں بھی مذکورہ رجسٹرز / فائلیں بنانے کی تربیت دینا شامل ہے اور یہاں تو خصوصی اداروں کی حیثیت سے زیادہ محنت اور توجہ دینے کی ضرورت اور انہیں جو خصوصی مراعات حاصل ہیں ان کی بناء پر اور بھی زیادہ اِس چیز کی ضرورت ہے اور سائل نے مذکورہ اخبارات میں چھپنے والے مضمون بشکل درخواست بنام DO ایبٹ آباد میں اس بات کی بھی نشاندہی کی تھی کہ یہاں ایسے ریکارڈ کا فقدان ہے اور چیلنج کیا تھا کہ کوئی ایک بھی ایسا خصوصی نابینا ادارہ بتایا جائے جس میں مذکورہ ریکارڈ اساتذہ کی طرف سے مرتب کیا جاتا ہو مگر آج تک اُس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکا اور یہ لوگ اگر مذکورہ ریکارڈ نہیں بنا سکتے تو اِنہوں نے مذکورہ کورسز میں کامیاب ہو کر کیسے اسناد حاصل کرلیں؟ یہ سب بھی ان کی دو نمبریوں اور معاشرہ کی بے جا ہمدردی کا نتیجہ ہے اور ایاز صاحب کئی مرتبہ اس ارادے کا اظہار کرکے عمل سے رُک گئے کہ وہ علی زمان صاحب کے متعلق علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کو لکھیں گے جہاں سے اِنہوں نے B.Ed وغیرہ کیا کہ اِن سے تو اگر ایک دو لفظ پوچھے جائیں تو انہیں نہیں آتے اور اِنہوں نے جب ایک مرتبہ سائل سے کہا

سائل اِس بات کا تذکرہ اپنے ہم جماعت مذکورہ عبدالرشید خان سے کر رہا تھا وہ طالبعلم جو اتنا نالائق تھا کہ یہ سمجھتا تھا کہ جس طرح اُردو میں فردِ واحد کے لئے احتراماً واحد غائب کے لئے بھی جمع غائب کا صیغہ استعمال ہوتا ہے اُس طرح انگریزی میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ "He" اور "She" کی جگہ بھی انگریزی میں "they" استعمال کرتا تھا۔ وہ اتنا نالائق تھا کہ رائیٹر کو R سے سمجھتا تھا۔ لیکن جب سائل نے اُس سے کہا کہ میں نے پہلی مرتبہ یہ سنا ہے کہ چھوٹی اور بڑی ABC بھی ہوتی ہے تو وہ بہت ہنسا اور حیرت سے کہنے لگا کہ کیا تمہیں ابھی تک معلوم نہیں کہ چھوٹی اور بڑی ABC بھی ہوتی ہے؟ سائل کو صرف اتنا معلوم تھا کہ بریل میں کیپیٹل حرف لکھنے کے لئے اُس حرف سے پہلے نقطہ نمبر 6 بطور کیپیٹل کے نشان کے لگا دیتے ہیں۔ مگر سائل کو اس کا استعمال معلوم نہیں تھا اور سائل یہ سمجھ رہا تھا کہ بڑی ABC سائز میں بڑی اور چھوٹی ABC سائز میں چھوٹی ہوتی ہے۔ چنانچہ سائل نے مذکورہ اپنی پھوپی ذات بہنوں پر اپنے خیال میں طنز کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح اُناسی چھوٹا بڑا نہیں ہوسکتا تو اِس طرح ABC بھی چھوٹی بڑی نہیں ہوسکتی۔ تو عبدالرشید خان نے بتایا کہ ہم جو عام طور پر انگریزی کے حروف تہجی لکھتے ہیں وہ چھوٹی ABC کہلاتی ہے اور جو کیپیٹل کے ساتھ لکھتے ہیں وہ بڑی ABC کہلاتی ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عبدالرشید خان بھی بنیادی تصورات سے ناآشنا ہونے کے باوجود میٹرک پاس کرنے میں کامیاب ہوگیا اور میرا رول نمبر 2007 کے فیصل آباد بورڈ کے امتحانات کے دوران 90649 تھا اور اُس کا بھی اِسی کے قریب کوئی رول نمبر تھا اور نگران میرا اور میرے ایک اور ساتھی یوسف مرزا کا پرچہ اُسکے رائیٹر کے حوالے کر دیتا اور میرے نمبر میٹرک میں 581/850 تھے اور اُس کے 582/850 یعنی اُس کا ایک نمبر سائل سے زیادہ تھا اور یوسف جو عبدالرشید خان سے لائق تھا اُس کے نمبر غالباً 513/850 تھے اور یوسف کہا کرتا تھا کہ میری یہ خواہش ہے کہ رشید خان کے نمبر مجھ سے بھی زیادہ آئیں اور اُس نے رشید خان کے ساتھ بڑا تعاون کیا۔

بہر حال جب سائل نے مذکورہ عبدالرشید خان والا واقعہ علی زمان صاحب اور منیر صاحب کے سامنے بیان کر کے اِس بات پر اظہار افسوس کیا کہ سائل جو کہ ادارہ ہذا کا ہونہار طالبعلم شمار کیا جاتا تھا۔ پنجاب میں اتنا نااہل تھا کہ اِسے چھوٹے اور بڑے حروف کا بھی علم نہ تھا۔ جس پر علی زمان صاحب نے مزاحقہ خیز جواب دیتے ہوئے کہا کہ "تمہیں کیپیٹل ABC کا اِس لئے یہاں نہیں بتایا جاسکا اور پنجاب میں اِس لئے بتایا جاسکا کیوں کہ پنجاب میں وسائل زیادہ ہیں اور یہاں وسائل نہیں" حالانکہ اِن بیچاروں کو اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ طلباء کو بس اتنا ہی بتانا تھا کہ انگریزی میں کوئی بھی حرف کیپیٹل لکھتے وقت اُس سے پہلے نقطہ نمبر 6 کا اضافہ کرنا ہوتا ہے اور اگر ایک لفظ کے سارے حروف بڑے لکھنے ہوں تو اُس سے پہلے دو مرتبہ نقطہ نمبر 6 (dot.6) لگا دیا جاتا ہے اور کیپیٹل حروف کا استعمال بتانا تھا کہ کہاں کہاں ہوتا ہے جو کہ سائل نے کچھ پنجاب میں اپنے اساتذہ سے اور کچھ اپنے خداداد ذاتی فہم کی بیناد پر خود اموضی کے ذریعے سیکھا اور نہ صرف اپنے دونوں نابینا بہن بھائی جن میں سے ایک کبیر جو اِن کا بھی طالبعلم رہا اور اب جب کہ سائل اساتذہ کی غیر موجودگی میں کلاس لیتا ہے تو طلباء کو بھی بتاتا ہے۔

جیسا کہ یہ تفصیل بھی گزر چکی کہ موصوف یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ بریل میں رومن گنتی بھی ہوتی ہے یا ابجدی گنتی یا وٹامن ABC وغیرہ کیسے لکھے جاتے ہیں جب سائل نے اُن سے پوچھا کہ یہ حروف تو کُل لفظی مخففات (whole

جناب والا گزشتہ دنوں جناب علی زمان صاحب سے سائل بچوں کی کلاس لینے کے بعد ملا اور یہ بھول ہی گیا کہ آنجناب کو تو BA وغیرہ کرنے کے باوجود بنیادی چیزوں کا تصور ہی نہیں اور ایک بات اُنہیں خوش کرنے کے لئے بتائی۔ سائل نے اُن سے کہا کہ آج میں نے طلباء کو انگریزی کے Has اور Have کا تصور اور ان کا استعمال بتایا ہے۔لیکن حیرت انگیز طور پر موصوف خوش ہونے کے بجائے انتہائی پریشان اور برہم ہو کر سائل سے پوچھنے لگے کہ ''کیا بتایا ہے؟'' سائل نے بتایا کہ Has اور Have۔وہ خاموش ہو گئے اور پریشان ہو کر کچھ دیر سوچنے کے بعد قدر شرمندگی سے بولے ''بچوں کو اِن چکروں میں نہ ڈالنا'' دراصل وہ سمجھ رہے تھے کہ سائل نے بچوں کو عورتوں والے حیض کے متعلق بتایا ہے۔

بعد ازاں جب حسب موقع سائل نے اِس بات کا ذکر ایاز صاحب سے کر کے تازہ لطیفہ کے متعلق بتایا تو علی زمان صاحب بھی موجود تھے۔اُنہوں نے کہا کہ ''قبل ازیں ہم ایک شرعی مسئلہ پر بات کر رہے تھے۔میں نے سمجھا کے شاید اِس نے بچوں کو اُس حیض کے متعلق بتایا ہے۔میں تو اِس سے گپ لگا رہا تھا'' حالانکہ یہ ایسی باتوں کے ذریعے مخاطب کو اُلو بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔کیا یہ Has اور Have کے متعلق کچھ جانتے یا بتا سکتے ہیں؟

جناب والا! جب ہم چھوٹے اور طالبعلم تھے اور ہمیں لمبی چھٹیاں ہونے والی تھیں تو ہم نے اِن سے درخواست کی کہ آپ ہمیں بریل میں اپنا پتہ لکھ دیں تا کہ ہم آپ سے چھٹیوں میں خطوط کتابت کر سکیں۔لیکن بار بار کوشش کے باوجود یہ اُردو میں اپنا پتہ بھی بریل میں درست طور پر لکھ نہیں پا رہے تھے۔

جناب والا! جب اخبار میں وہ مضمون آیا جو سائل کی جناب DO صاحب سوشل ویلفیئر کے نام ایک درخواست / اپیل تھی جو اخبارات میں کسی طرح شائع ہو گئی تھی جس پر محکمہ کہ اہلکاران و افسران کو آج تک بڑی تکلیف ہے اور انکوائری افسر بھی بار بار اس مسئلہ کو چھیڑ رہا تھا حالانکہ سائل و جاری شدہ چارج شیٹ میں اِس معاملہ کا ذکر تک نہ تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اِسے اِس زمرے میں لے گا کہ سائل کا رویہ اپنے افسران کے ساتھ درست نہیں۔بہر حال جس روز وہ مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا اُس روز جب علی زمان صاحب سے اِس بارے میں بحث ہوئی اور اساتذہ کی کمزوریوں پر بات کرتے کرتے سائل نے اپنی ورک شاپ میں بیٹھے اپنے سابق ورک اوورسیئر جناب منیر صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو انگریزی کے چھوٹے اور بڑے حروف (Capital and small letters) کا تصور کب دیا گیا تھا۔تو اُنہوں نے کہا جماعت پنجم میں۔یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اُس وقت آج کی طرح جماعت اول سے انگریزی بھی نہیں پڑھائی جاتی تھی۔چنانچہ سائل نے اِس طرف توجہ دلائی کہ BA اور MA کرنے والے علی زمان صاحب وغیرہ جیسے افراد کو بھی کیپیٹل حروف کا تصور ہی نہیں۔جس پر اُنہوں نے پھر انتہائی مذاحقہ خیز جواب دیا جب سائل نے بتایا کہ وہ جماعت پنجم کے بعد جب المینار مرکز فیصل آباد میں مڈل کا طالبعلم تھا تو ایک انتہائی نالائق طالبعلم ضلع پشین کوئٹہ کے ایک طالبعلم عبدالرشید خان سے اِس بارے میں بات ہو رہی تھی کہ سائل جو چھٹیوں میں اپنے رشتہ داروں کے پاس لاہور جانا چاہتا تھا اور اس نے اپنے رشتہ داروں کو ادارہ کا پتہ جب لکھوایا تو ''بڑی اُناسی'' لکھوایا۔نوٹ: فیصل آباد میں جگہوں کے نام اِس طرح کے بھی ہوتے ہیں مثلاً ''چھوٹی اُناسی، بڑی اُناسی'' (79)۔لیکن اُنہوں نے ''بڑی اُناسی'' نہ لکھا جس کے باعث سائل کے پھوپا جان مختلف اُناسیوں میں گھومتے رہے اور اُنہوں نے اپنی بیٹیوں سے بعد ازاں دریافت کیا کہ آپ نے ''بڑی اُناسی کیوں نہیں لکھا؟'' اُنہوں نے کہا کہ ''چھوٹی اور بڑی تو ABC ہوتی ہے ابو جی، یہ اُناسی تو نہی ہوتی''

جب علی زمان صاحب جیسے لوگوں سے پوچھا جائے کہ آپ تو BA پاس ہیں، آپ کے لئے کم از کم کوئی FA پاس خاتون ہونی چاہیے تھی؟ تو یہ تبصرہ شروع کردیں گے کہ عورت کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہی نہیں اور اِس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔شعور کا تعلق تعلیم سے نہیں ہوتا اور زیادہ گہرائی میں جائیں تو کہتے ہیں کہ کوئی بھی پڑی لکھی نارمل عورت کبھی بھی کسی بھی صورت نابینا فرد کو قبول ہرگز نہیں کرسکتی۔ جناب والا! اگر ان کی اس سوچ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو کم از کم یہ بعد از نکاح تو اپنی بیویوں کو تعلیم دے سکتے تھے جیسا کہ ضروری علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت کا مذہبی فریضہ بھی ہے۔لیکن یہ ایک ایسا مافیہ ہے جو عورتوں کی غربت وجہالت اور اُن کی خاموشی وناواقفیت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی معذور کمیونٹی کو چھوڑ کر اِن سے شادیاں کر لیتے ہیں۔جس سے سائل جیسے لوگوں کے دلوں میں بھی رشک وحسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور مقابلہ بازی شروع ہو جاتی ہے کہ اگر ایسے جاہل اور گھٹیا لوگ غیر معذور عورتوں سے شادیاں کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں؟؟ یوں معذور کمیونٹی ایک بحرانی کیفیت سے دوچار ہے اور اِن لوگوں نے ،اپنے ہی اداروں نے سائل کو اِس قدر مجبور و پریشان کردیا ہے کہ سائل باہر نکل کر اعلی العلان صدا لگائے کہ ’’آنکھوں والو آنکھیں بڑی نعمت ہیں‘‘ جناب والا کیا اگر ہم بینا/غیر معذور ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ سلوک ہوتا؟ کیا آپ واقعی وہ لوگ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نے یہ ادارے ہمارے ارمان پورے کرنے اور اِس بات کا احساس ختم کرنے کے لئے بنائے ہیں کہ اگر ہم بینا/غیر معذور ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ ہوتا یہ نہ ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

یہ لوگ جو کسی بھی صورت نہ تو کسی غیر معذور عورت کو بطور بیوہ اپنانے کو تیار رہتے ہیں اور نہ ہی اپنے ادارہ جات میں غیر معذور افراد کو درجہ چہارم ملازمین بھرتی کرنے کے لئے تیار ہیں یہ ادارہ جو ہے تو نابینا افراد کے نام پر لیکن اِس میں کُل 35 ملازمین میں سے کوئی 11 یا 12 افراد نابینا ہیں۔عورتوں اور معذوروں کے دوسروں کے شانہ بشانہ چلنے کے حوالے سے عجیب ڈرامے بازی اور جس طرح خواتین پولیس سٹیشنز میں بھی مرد چوکیدار ہوتے ہیں اِسی طرح نابینا اداروں میں بینا چوکیداران بھرتی کیے جاتے ہیں اور جیسا کہ مذکورہ چوکیداران کی ذمہ داریاں بیان کی گئیں کیا کوئی نابینا بغیر معاون آلات کے یہ سب کچھ کرسکتا ہے لیکن ستم ظریفی یہ کہ حکومت اِن کے دھرنوں سے مرعوب ہو کر فوری طور پر کم از کم ڈیلی ویجز کی بُنیاد پر مکمل طور پر نابینا افراد کو نائب قاصد اور چوکیدار بھرتی کر لیتی ہے۔یہ وہی حکومت ہے جو کہتی ہے کہ ہم معذور افراد کو بھیک نہیں بلکہ باعزت ملازمتیں فراہم کرتے ہیں۔ہم اِن پر بے جا ترس یا رحم نہیں کھاتے۔ہم اِن کے ساتھ بے جا ہمدردی اور احسان کا معاملہ نہیں کرتے بلکہ وہ سلوک کرتے ہیں جس کے یہ مستحق ہیں۔

المینار مرکز نابینا فیصل آباد کے ایک سابق طالبعلم اور معلم ضلع حافظ آباد پنڈی بھٹیاں کے ایک جانگلی اُستاد مظہر عباس بالہا کو بھی بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد مکمل نابینا ہونے کے باوجود نائب قاصد کی پوسٹ پر ملازمت مل گئی جو کہ پہلے بینا تھے اور بعد ازاں ایف اے کرنے کے بعد نابینا ہوئے اور بی اے اور B.Ed وغیرہ اِنہوں نے مذکورہ ادارہ سے ہی کیا۔اور یہ بھی ایسے ہی نظریات کا پرچار کیا کرتے تھے کہ نابینا ریاضی نہیں پڑھ سکتے اور نابینا افراد کی امتحانی دو نمبریوں سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود آج اُسی بورڈ آفس میں مجرمانہ خاموشی کے باوجود بھرتی ہوئے ہیں جو بورڈ آفسز کہتے ہیں کہ ہمارا نظام امتحان اتنا شفاف ہوتا ہے کہ اس میں دو نمبری کی بالکل کوئی گنجائش نہیں۔

ضرورت نہیں۔ لیکن آج بھی تو مہر کی مخصوص مقدار کو رواج دے دیا ہے خصوصاً معذور افراد کے ساتھ یہ رویہ اور بھی ظالمانہ ہوتا ہے اِس کی کیا شرعی حیثیت ہے، کیا ہمارے وزیر اعظم کو جملہ معاملات میں اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت سے رہنمائی بھی نہیں لینی چاہیے؟ جناب والا! کیا ہمارے مسائل پر پارلیمنٹ اجلاس اور گول میز کانفرس نہیں بُلائی جانی چاہییں؟ کیا مذکورہ اجلاسوں اور ہمارے تنظیمی پلیٹ فارمز کے ذریعے ایسے قراردادیں نہیں لائی جانی چاہییں جن سے اِن منفی رویوں کی حوصلہ شکنی ہو اور یہ قرار دیا جائے کہ ہمارے معاشرے کے مرد ہماری عورتوں سے زیادہ اچھے ہیں۔ ایسی باتوں سے مذکورہ کشمالہ وغیرہ کو بڑی تکلیف ہوا کرتی تھی حالانکہ سائل کی یہ باتین بالکل درست ہیں اور قرآن مجید کی آیت بھی ہے کہ، ترجمہ ''اے ایمان والو بے شک تمہارے جوڑوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں'' جسے یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔

بہر حال مذکورہ بالا واقع کے بعد نمل میں کشمالہ نے سائل کے ہاتھ میں ایک مائیک تھماتے ہوئے اصرار کیا کہ سائل اُس سے ضرور کچھ نہ کچھ پوچھے، کچھ بھی پوچھے اور سائل کو یہ پیشکش بھی کی گئی کہ سائل اُس کا نمبر لے لیکن سائل نے اِس سے احتراض کیا اور اِسے مناسب نہیں سمجھا۔ جناب والا! اب کیوں یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ سائل لُبنہ سے شادی کا اُمیدوار یا اُس میں دلچسپی رکھتا ہے؟ حالانکہ کیا مذکورہ کشمالہ لُبنہ سے بُری تھی؟

جناب والا کچھ دن بعد اِسی ادارہ میں ایک اور پڑھی لکھی نارمل لڑکی جو سائل کو بینا سمجھ رہی تھی کو سائل میں دلچسپی پیدا ہو گئی اور وہ سائل سے شادی کرنے کو بھی تیار ہو گئی اور اُسے جب معلوم ہوا کہ سائل نابینا ہے تو اُسے بڑی حیرت ہوئی اور اُس نے کہا کہ یہ تو بالکل نابینا لگتا ہی نہیں مگر کشمالہ تو پھر لُبنہ بلکہ اُس مذکورہ آزاد ادارہ کی دیگر لڑکیوں کی نسبت ایک بااُصول اور باحیا عورت تھی اور نقاب پوش ہو کر ادارہ میں آتی تھی اور وہاں کے ایک معلم جو خصوصاً نقاب کرنے والی لڑکیوں کو بے نقاب دیکھنا چاہتے اور اِس مقصد کے لئے بھر پور کوشش کرتے تھے۔ مگر کشمالہ نے کبھی بھی نقاب نہ اُتارا اور مذکورہ دوسری لڑکی نہایت ہی آزاد خیال اور فحش گو تھی لیکن نہایت خوبصورت اور بڑی لکھی تھی اور یہ لوگ سائل کے ایسے نجی معاملات میں بھی مداخلت کرتے ہوئے اِس کی تنقیص کرتے ہیں کہ سائل نے ایسی لڑکیوں کو کیوں چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ بھی کسی شخص کی ذاتی پسند اور مرضی کا معاملہ ہے کہ وہ ملازمت پیشہ یا غیر گھریلو عورتوں سے شادی کرنا چاہے یا نہیں؟ مگر اِس پر تو ساری این جی اوز شور مچاتی ہیں کہ عورتوں کے باہر نکلنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ایسی عورتوں ے شادی کرنا ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر جب سائل یہ کہے کہ ہمارے معاشرہ کی خصوصاً گھٹیا عورتیں ہمارے دوسروں کے شانہ بشانہ چلنے، نارمل زندگی گزارنے اور ہماری معذوری کو مجبوری نہ بنانے وغیرہ میں ایک رکاوٹ ہیں اور اپنا یہ حق ہمارے خلاف عموماً منفی انداز میں استعمال کرتی ہیں تو سب کو تکلیف ہو جاتی ہے۔

جناب والا! ایک فرد کے حقوق وہاں تک ہی ہوتے ہیں جہاں سے دوسروں کے حقوق شروع ہو جاتے ہیں اور جہاں سے دوسروں کے حقوق شروع ہوتے ہیں وہاں اُس فرد کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں تو کیا ہمارے قانون کو وسیع اور لچکدار نہیں ہونا چاہیے؟ کیا ہمارے ذرائع ابلاغ اور جرگہ پنچائتوں وغیرہ میں سائل کے بیان کردہ اُمور زیر بحث نہیں آنے چاہئیں جیسا کہ نمل وغیرہ میں آئے؟ اِس کے لئے ہمارا محکمہ کام کر سکتا تھا تو پتہ چلا کہ آپ لوگوں سے دیگر لوگوں کی سوچ ہمارے متعلق بہت بہتر ہوتی ہے۔

سائل کے موقف کو جھٹلائیں تو سائل ان آڈیوز کو اپنے دفاع میں بطور ثبوت پیش کر سکے۔

بہر حال جناب والا! جو اپنی مرضی کا حق استعمال کرنے کی بات کی جاتی ہے تو یہ حق محض شادی بیاہ تک محدود نہیں بلکہ اگر کوئی سڑک پر ہاتھ پکڑ کر ہماری مدد نہ کرنا چاہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟، اگر کوئی دکاندار ہمیں پیسوں کے عوض بھی کوئی چیز فروخت نہ کرنا چاہے یا کوئی ڈاکٹر ہمارا علاج نہ کرنا چاہے یا کوئی وکیل ہمارا مقدمہ نہ لینا چاہے کوئی ہمیں ووٹ نہ دینا چاہے، کوئی ہمارے ساتھ دوستی نہ کرنا چاہے، کوئی ہمیں کم از کم نجی ملازمت نہ دینا چاہے وغیرہ وغیرہ تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اگر ہمارے فلاحی ادارہ جات وتنظیمات اور ہماری ریاست اِن اُمور میں مداخلت کر سکتی ہے تو سائل کے بیان کردہ اُمور میں کیوں نہیں؟

جناب والا! سائل فوج کے ادارہ اور فوجی افسران کی تو نہایت عزت کرتا ہے لیکن ایسے گھٹیا فوجی سپاہیوں کی عزت نہیں کر سکتا جو کم خواندہ یا ناخواندہ اور نیچ سوچ کے مالک ہیں لیکن اِس بات پر بھی نہایت افسوس ہوتا ہے کہ اعلیٰ فوجی افسران بھی ہم سے یہ بحث کرتے ہیں کہ کیا آپ لوگ بھی میرٹ پر آسکتے ہیں۔ مولویانہ ذہنیت کے حامل اور دائیں بازو کے پاکستانی لیڈر آمر فوجی سربراہ جناب سابق صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم / شہید نے شاید اِسی پست ذہنیت کے پیشِ نظر معذور افراد کا بطور بھیک ملازمتوں میں 2 فیصد سرکاری کوٹہ مقرر کیا اور میرٹ کی شدید حوصلہ شکنی کی مگر بھکاری ذہنیت کی خوب حوصلہ افزائی کی اور مذکورہ بالا جاہل شخصیات سمیت کتنے ہی گھٹیا لوگوں کو محض اُن کی نابینائی کی بنا پر اعلیٰ پوسٹیں اور سکیلز دیئے جن کے باعث نہ صرف ہمارا محکمہ بلکہ دیگر محکمہ جات بھی ایسے لوگوں کی وجہ سے گونا گو مسائل کا شکار ہیں۔ ہمیشہ دائیں بازو کے لوگ ہمارے لئے Problomatic ہوتے ہیں۔ آج بھی خصوصاً مذہبی جماعتیں اِن معاملات پر خاموش ہیں اور معذور افراد کو ہمیشہ خیرات دینے سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں سکتے۔ کیا الیکشن کمیشن آف پاکستان وغیرہ کو اِن معاملات کا نوٹس لیتے ہوئے تمام جماعتوں کو مجبور نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اپنے اندر شعبہ معذوری (Disable wings) بھی بنائیں اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے اپنے انتخابی مناشیر میں جامع پروگرام ترتیب دیں؟

بہر حال جناب والا! جہیز جو کہ کوئی فریضہ نہیں بلکہ ایک معاشرتی رسم اور ایک تحفہ ہے جو ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے دیتا ہے۔ اگر چہ یہ لازمی نہیں لیکن کچھ چیزیں معاشرتی طور پر باعث شرم بھی ہوتی ہیں اور اگر ایک بیٹی کو جہیز دیا جائے اور دوسری کو نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو یہ بھی اولاد کے درمیان تفریق و امتیاز اور اُسے احساس کمتری میں مبتلا کرنے کا باعث بنتا ہے اور جو لوگ جہیز دینے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے تو لوگ اُن کے رشتہ رَد کر کے جہیز کی طرف جاتے تھے۔ یہ بھی تو اُن کی مرضی اور حق تھا۔ نیز جہیز نہ دے سکنے والے افراد سے ایسے لوگ جنہیں رشتوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا فائدہ اُٹھا لیتے تھے۔ مگر لوگوں کے اِس نجی معاملے میں تو حکومت و ریاست نے مداخلت کرنا ضروری اور مناسب سمجھا کہ اِس کی وجہ سے لڑکیاں متاثر ہوتی ہیں اور اُن کی عمریں بھی زائد ہو جاتی ہیں۔ تو جناب والا! جو حکومت ملک و معاشرہ میں غیر امتیازی رویوں کی خاتمہ کی دعویدار ہے کیا اُسے ایسے مردوں کا خیال نہیں آتا جو مذکورہ اُمور کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہیں؟

جناب والا! جیسا کہ سیدنا عمر فاروقؓ حق مہر کی ایک محسوس کم از کم مقدار کو رواج دینا چاہتے تھے تا کہ نادار لوگوں کے لئے نکاح میں آسانی ہو مگر اِس کی مخالفت کی گئی اور حضرت عمرؓ کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا جس کی تفصیل میں جانے کی

احوال مفصل مذکور ہے جو کسی قدر آپ جناب کو بھی زبانی طور پر سائل نے بار ہا عرض کیا۔ بہر حال معذور افراد کی سماجی بحالی کیلئے جہاں مختلف ادارہ جات میں سیمینارز اور کانفرنسز وغیرہ کی ضرورت ہے تو میڈیا یعنی ہمارے ذرائع ابلاغ جنہیں ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے اُن سے بھی بھر پور کام لینے کی ضرورت ہے مگر بد قسمتی سے یہ ریاست کا جوتھا ستون بھی ہمارے خلاف منفی پروگرامز اور فلمیں اور ڈرامیں بنانے میں ملوث ہے۔

جیسا کہ ARY ٹی وی کا ایک مارننگ شو جس کی میز بان صنم بلوچ ہوا کرتی تھی ویسے تو محترمہ معذور افراد کے ساتھ بڑی ہمدردی جتلایا کرتی تھی مگر ان کے پروگرام میں بھی ایک مرتبہ معذور افراد کو رشتہ دینے کے خلاف بات ہوئی اور ایک خاتون گویا ہاتھ جوڑ کر والدین سے دست بدستہ اپیل کی کہ اگر آپ نے اپنی بیٹیوں کو انتہائی اعلیٰ تعلیم دلوانے کے باوجود بھی اندھے، لنگڑے، لولے کو ہی دینا ہے تو خدا کا واسطہ انہیں زیادہ پڑھایا ہی نہ کریں اور صنم بلوچ نے بھی تعید کی۔ جو کہ نہایت افسوس ناک ہے مگر اِس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ ہمارے نام نہاد فلاح و بہبود کے ٹھیکیداروں کے گھٹیا نظریات کے برعکس حقیقت مختلف ہے اور معذور افراد کو پڑھے لکھے نارمل رشتہ بھی کسی نہ کسی طرح، کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں میسّر آجاتے / میسّر آسکتے ہیں۔ جناب والا! آج جب کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ رہی ہے تو 4 شادیوں اور لونڈیوں والے اسلامی تصورات کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چوتھے ستون یعنی ہمارے ذرائع ابلاغ سمیت مختلف فورمز پر تنقیص کا نشانہ بنایا جارہا ہے تو یہ ایک لمحہ فکریہ ہے اور کہیں نہ کہیں تو انسان نے شادی کرنی ہی ہوتی ہے۔ کیا بالکل نہ ہونے سے بہتر نہیں کہ معذور کو رشتہ دے دیا جائے اور شوہر کی خدمت تو ویسے بھی ایک مقدس فریضہ اور باعث اجر و ثواب و خیر و برکت ہے۔ جناب والا! اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ بہر حال قانون لوگوں کو ہم سے نفرت کرنے اور ہمارے خلاف ہمیشہ اپنی رائے مرضی اور پسند کے اظہار کا حق دیتا ہے خواہ یہ امر ہمارے لئے کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو تو کیا سائل کی طرف سے بیان کردہ ہمارے خلاف مذکورہ تمام صورتوں اور تمام رویوں کی قانون اجازت دیتا ہے اِس صورت میں آپ ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہمیں اِن لوگوں کے خلاف ہمیں کچھ کرنے سے منع کرتے اور ہمیشہ نرمی اور عفو درگزر بات کرتے ہیں تا کہ ہم ہی ہمیشہ قربانی کے بکرے بنتے رہیں؟

جناب والا! جیسا کہ سائل عرض کر رہا تھا میڈم سائرہ صاحبہ چونکہ دوسرے دفتر سے تعلق رکھتی ہیں اور جناب کو اُن سے شدید اختلاف بھی ہے اسے قطع نظر کے وہ آپ سے بڑے دفتر میں کام کرتی ہیں اُن کے متعلق تو سائل سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم سائرہ کو پرو پوز کرو تم اُس کا اپنے لئے رشتہ مانگو تم میں کس چیز کی کمی ہے، تم بالکل بھی کسی کو شادی کے لئے پرو پوز کرتے وقت بُرے نہیں لگتے لیکن لبنہ کی بار آپ کا رویہ بالکل بدل جاتا ہے۔ جناب والا! کیا آپ نے سائل کو پاگل اور مجذوب سمجھا ہوا ہے آپ ایسے موقع پر مثالیں بیان فرماتی ہیں کہ فلاں فلاں بیوقوف شخص نے فلاں عورت کو رشتہ کے لئے تنگ کیا تو اُس کا کچھ نہیں ہوسکا کیونکہ رشتہ کی آفر ایسی بات ہے جس پر دنیا میں کہیں بھی کوئی ایکشن کسی کے خلاف نہیں ہوسکتا لیکن ساتھ ہی آپ یہ بھی کہتی ہیں کہ یہاں کسی کو پرو پوز نہ کرنا اور اگر پرو پوز کرنا ہی ہے تو باہر جا کر سڑک پر کسی کو پرو پوز کردو تا کہ تمہیں اس کا مزا بھی آئے اور یہاں سے اگر میری ٹرانسفر ہوگئی تو پھر جو چاہو کرنا لیکن میرے ہوتے ہوئے کچھ نہ کرنا۔ جناب والا! کیا یہ تمام نارمل رویے ہیں؟ کیا ہمارے ساتھ نارمل روّیے نہ اپنانے کو قانوناً جرم نہیں ہونا چاہیے؟ بہر حال اسی لیے سائل آپ لوگوں کی ریکارڈنگز کر لیتا ہے تا کہ جب آپ سب سائل کے خلاف ایکا کرنے اور

معذوری والے افراد سے انسانیت کے ناطے محبت و ہمدردی اور اُنس محسوس ہوتا ہے اور یہ اُنس مستنصر حسین تاڑر کے ناول وغیرہ کے مطابق دائمی ازدواجی تعلق میں بھی تبدیل ہوسکتا ہے۔ ہمارے ادارہ جات میں ایسی سوچ کو متعارف کروایا جانا چاہیے اور اِس تعصر کو ختم ہوجانا چاہیے کہ معاشرہ بلخصوص تعلیم یافتہ لوگ ہمیں قبول نہیں کرتے۔ اِس المیہ کے خلاف ہمارے فلاحی ادارہ جات وتنظیمات کو کم از کم سائل کی جانب سے دی گئی اِن تجاویز/پالیسی گائیڈ لائنز پر کام کرنا چاہیے جہاں معذور افراد کو ایک دوسرے کے لیے قابل قبول بنانے کی ضرورت ہے وہیں غیر معذور افراد کے دِلوں میں بھی مذکورہ بالا سوچ کو معاشرہ میں فروغ دے کر اُنس ومحبت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! یوں تو کہا جاتا ہے کہ ہم پر ترس نہیں کھایا جانا چاہیئے، ہمارے ساتھ ہمدردی کا رویہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہم اِس بات کے اہل ہیں کہ ہمارے ساتھ عام انسانوں جیسا باعزت برتاؤ کیا جائے لیکن دوسری طرف آپ ہمارے فلاحی ادارہ جات وتنظیمات نے خود دوسروں سے بڑھ کر ہماری حالت قابل رحم بنادی ہے۔ آپ نے سب سے بڑھ کر ہمیں "بیچارے" بنادیا ہے اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں "بیچارے" نہ کہا جائے تاکہ آپ لوگ تو پہلے ہی سے ہم پر ظلم کر ہی رہے ہیں۔ معاشرہ جس کے دل میں ہمارے لئے کچھ ہمدردی پائی جاتی ہے وہ بھی ختم کردیں۔ جناب والا! بدقسمتی سے نہ تو ہم صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ بن سکے ہیں اور نہ ہی مغربی معاشرہ بلکہ ہم ایک Mixture سا بن کر رہ گئے ہیں۔

"نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ہم"

جناب والا! جب ہم اپنے محکمہ کی علاوہ کسی اور نارمل ادارہ میں جاتے ہیں تو وہاں کی خواتین خواہ وہ ملازمت ہوں یہ طالبات، عموماً ہماری شادی کے موضوع پر بات کرنا پسند ہی نہیں کرتیں بلکہ اِس پر فخر کا اظہار کرتی نظر آتی ہیں کہ اُنہوں نے نہ تو کسی معذور سے اِس موضوع پر کوئی بات سنی اور نہ ہی کسی سے کی، بلکہ ہمیشہ اِنہیں بھائیوں یا بیٹوں کی طرح ٹریٹ کیا۔ جناب والا! اللہ کرے کہ ایسے لوگ بھی معذور ہوں اور اِنہیں بھی بہنیں اور بیٹیاں کہا جائے تو پھر اِنہیں سمجھ آئے گی کہ آیا اِن کا یہ طرزِ عمل اچھا ہے یا بُرا؟ جناب والا! دوسری طرف دعوے یہ کئے جاتے ہیں کہ ہمارے ساتھ نارمل برتاؤ ہورہا ہے جبکہ یہی خواتین دوسروں کو کہتی ہیں کہ وہ شادیاں کیوں نہیں کرتے اور کوئی اُنہیں "باجی" یا "بہن" کہہ دے تو بُرا مناتی ہیں۔ جناب والا! حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ اِس قدر ظالم اور بے حس نیز جاہل معاشرہ ہے کہ آج جب کہ ہم اکیسویں صدی کا ربع اول عبور کرنے کو ہیں۔ یہ لوگ ہمارے متعلق ایسا اظہار خیال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ کیا یہ کھانا بھی خود کھاتے ہوں گے کہ نہیں؟ کیا یہ غسل اور پیشاب بھی خود کرتے ہونگے یا نہیں؟ خصوصاً اپنے زیر ناف بال بھی خود صاف کرتے ہونگے کہ نہیں؟ تو دوسری طرف ہم جس مذہب وثقافت اور تہذیب ومعاشرت کے پابند ہیں اور جس قسم کی سوسائٹی میں رہتے ہیں خصوصاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جائز طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک افراد مرد وزن کے متعلق فرمایا ہے کہ "وہ تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو" اِس کے باوجود ایک طرف تو یہ ظالم معاشرہ ہمیں اِس قدر محتاج اور لاچار سمجھتا ہے اور یہ جانتا بھی ہے کہ اگر یہ لوگ ہمیں رشتے دے دیں تو اِنکی بیٹیوں کو کسی قسم کی کوئی پریشانی اور دشواری نہیں ہوگی پھر بھی ظالم ہمیں مسترد کرتے ہیں اور اگر کوئی منگنی یا نکاح کے بعد معذور ہوجائے بلکہ کئی لوگ تو رخصتی کے بعد بھی رشتے توڑوا دیتے ہیں۔ مزید تفصیلات کے لئے سائل کی سیکرٹری محکمہ سماجی بہبود کو لکھی گئی 300 صفحات کی مشہور درخواست قابل ملاحظہ ہے جس میں مذکورہ علی زمان صاحب جیسے لوگوں کی منافقت اور محکمہ بلخصوص آپ جناب کے خلاف زہر اُگلنے کا

ہمدردی اور محبت بھرے لہجے میں کہا کہ ''نہیں نہیں بالکل بھی نہیں، کیوں بُرا منائے، کیوں mind کریں؟''

ایک لڑکی نے جو کہ نہایت نخریلی تھی جب اُسے یہ پتہ چلا کہ معذور افراد بھی اپنے دوسرے انسانوں کی طرح احساسات و جزبات اور جنسی خواہشات وغیرہ رکھتے ہیں تو اِس انتہائی پڑی لکھی لڑکی کو بھی نہایت تعجب ہوا اور اُس نے انتہائی غضب کے لہجے میں پوچھا، جناب یہ کیوں ں ں ں ں ں ں ایسا سوچتے ہیں لڑکیوں کے بارے میں؟ انہیں تو لڑکیوں کے Face ہی نظر نہیں آتے'' پرنسپل صاحب نے پوچھا کہ اگر آپ سب کے لئے کسی کالے کا رشتہ آ جائے تو آپ کیا کریں گی؟ جب مذکورہ لڑکی نے نخرے دکھانے شروع کیے جس کا نام عائشہ تھا تو کشمالہ نے اُسے یہ جواب دیا کہ'' کالوں نے بھی تو کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی سے شادی کرنی ہی ہوتی ہے'' جناب والا! یہ ہے سائل کی دُکھتی رگ! اگرچہ کالوں وغیرہ کو بھی معاشرہ میں ردکیا جاتا ہے اور لوگ اُن کے خلاف بھی اپنی پسند مرضی اور رائے کا اظہار کرتے ہیں اور اُن کی شادیوں میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے لیکن اُن کی شادیوں کو بالکل شجرہ ممنوعہ قرار نہیں دیا جاتا اور بحثیت کیمونٹی اُنہیں اُن مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑھتا جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جناب والا! سائل نے مسماۃ عائشہ بی بی کے جواب میں پرنسپل صاحب اور کشمالہ بی بی کی باتوں کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اُن کی اجازت سے یہ بات بھی کی کہ جن عورتوں کا چہرہ تیزاب پھینک کر جلا دیا جاتا ہے اُن کی شادیوں کے حوالے سے بھی اُنہیں اِس قدر مشکلات و مسائل، مصائب و علام دُکھوں اور تکالیف توہین و تذلیل اور ذلت و رسوائی کو یوں سامنا نہیں کر پڑتا جتنا خود ہمارے ہی نام نہاد فلاحی ادارہ جات کی طرف سے ہم پر ہی اُلٹا دباؤ ہوتا ہے جو اِن تمام تر منفی معاشرتی رویوں کو نہ صرف جواز فراہم کر دیتا ہے بلکہ متاثرہ افراد کو مزید احساسِ کمتری/احساس مرحومی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ جب ہماری حوصلہ افزائی اور اُمید پیدا کرنے والے ادارے ہی اِس قدر مایوسی کی باتیں کر رہے ہیں تو یہ نہایت ہی سنگین باتیں ہیں۔ مذکورہ جلے ہوئے چہرے والی عورتوں کو بھی یوں اُن کی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور نہیں کرتا جس طرح کے خود ہمارے اپنے ہی لوگ ہم پر دباؤ ڈال کر کرتے ہیں۔ نیز سائل نے اُن سے یہ بھی کہا کہ جس طرح جلے ہوئے چہرے والی عورتوں، آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے افراد اور اندھیرے گھروں وغیرہ میں رہنے والے افراد کے احساسات و جزبات اور اُنکی خواہشات ختم نہیں ہو جاتیں اور وہ دیگر انسانوں کی طرح ہوتے ہیں تو نابینا/معذور افراد کی بھی تو یہی کیفیت ہے۔ اگر معذور افراد کو اس بنا پر رشتے دینے سے انکار کیا جاتا ہے کہ ایک معذور شخص 100 فیصد اپنے جوڑے کی خواہشات پوری نہیں کر سکتا تو یہ حال تو کالے اور بدصورت کا بھی ہے، یہ حال تو معمر اور شادی شدہ افراد کا بھی ہے جن سے نفرت نہیں کی جاتی بلکہ ہمیشہ معذور افراد کو ہی قابل نفرت ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔

جناب والا! DO سوشل ویلفیئر آفس کی ہماری نہایت ہی قابل احترام خاتون سوشل ویلفیئر آفیسر محترمہ سائرہ مشتاق صاحبہ کے حوالے سے آپ لوگوں کا رویہ اور ہے اور لُبنہ کے حوالے سے اور۔ جناب والا! یہ ایک فطری بات ہے کہ ایک جوان مرد کو ایک جوان خاتون اچھی لگتی ہے اور اُس سے ایک فطری اُنس پیدا ہو جاتا ہے نیز محترمہ عائشہ صاحبہ کو بھی ''دیر آید درست آید'' کے مصداق جب مذکورہ باتیں سمجھ آنے لگیں تو اُنہوں نے سائل کو انتہائی پیار اور نرمی سے مخاطب کیا اور کہا کہ ''دیکھیں سجاد بھائی سب لڑکیاں ایک جیسی نہیں ہوتی، دنیا میں ایسی لڑکیاں بھی پائی جاتی ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں ''۔ سائل نے پوچھا کہ مثلاً کونسی لڑکیاں؟ تو اُنہوں نے پھر بھی اِس مسئلہ پر کھل کر بات کرنا مناسب نہ سمجھی اور کہا ''وہی جو آپ کہہ رہے ہیں'' جناب والا! معذور شخص سے بھی ایک غیر معذور تو کیا ہم جیسے معذور افراد کو بھی اپنے سے زیادہ

بہن بھائی کہتے رہے اُن کا بعدازاں آپس میں رشتہ ازدواج بھی قائم ہو گیا اور اِس طرح کرنا کوئی خلافِ شرع یا حیا کے خلاف عمل نہیں بلکہ شادی یا نکاح سے پہلے بھی کو ایک دوسرے کو اِسی احترام کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ لیکن یہ احترام رشتہ ازدواج میں مانع نہیں۔ لیکن لُبنہ جیسی بے حیا عورت جسے غیرت مند شخص اپنی بہن کہلوانا توہین سمجھتا ہے اور پہلے سائل کو جو کہ واحد شخص تھا جو اِسے کبھی ''بہن'' اور کبھی عمر میں چھوٹی ہونے باوجود احتراماً ''باجی'' کہہ کر مخاطب کرتا جس پر اِس نے اعتراض کیا اور کہا کہ ''مجھے اچھا لگے گا اگر آپ مجھے نام سے پکاریں گے'' مگر اب جان بوجھ کر زِد میں آ کر خود کو میرے بہن اور مجھے اپنا بھائی قرار دے کر سب کے سامنے شرمندہ کرتی ہے اپنی مکروہ حرکات بھی جاری رکھے ہوئے ہے اور لوگ اُسے طرح طرح سے اپنی حوس کا نشانہ بھی بنا رہے ہیں اور اِس طرح اُس کا مجھے ''بھائی'' اور خود کو میری ''بہن'' کہنا سائل کی غیرت کے خلاف ہے۔ حالانکہ پہلے وہ سائل کو ''سجاد صاحب'' کہہ کر مخاطب کرتی اور جب تک سائل نے اُس کی ناپاک حرکتوں کا محض سُنا تھا اور خود مشاہدہ نہ کیا تھا تب تک سائل کی دِلی تمنا تھی کہ وہ کبھی سائل کو ''بھائی'' کہے اور اُس کے اِس لفظ پر سائل کو نہایت خوشی بھی ہوئی لیکن اب مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر شدید اعتراض ہے۔

جنابِ والا! ایک سٹاف ممبر جس کا نام لینے سے قاصر ہوں نے مذکورہ لُبنہ سے یہ بھی کہا کہ ''میں آپ کو پیار سے لُوبی کہا کروں گا'' جس پر برا ماننے کے بجائے یہ بہت خوش ہوئی اور ''پیار'' کا لفظ اِس نے بھی دہرایا۔ نیز ایک اور سٹاف ممبر جن کا نام بھی لینے سے قاصر ہوں کیونکہ سائل کے سٹاف ممبران کے ساتھ تعلقات خراب ہوتے ہیں اور آپ سب سائل پر طعنہ زنی کرتے ہیں کہ کسی سے بھی اِس کی نہیں بنتی اور سارا سٹاف اِس سے نالاں ہے: اُن کا نام لئے بغیر عرض کرتا ہوں کہ اُنہوں نے بھریں محفل میں لُبنہ پر دوسروں کی طرح جملے کستے ہوئے کہا کہ ''بات سنو! جو کسی کو پڑھاتا اور ایک لفظ بھی بتاتا یعنی اُس کا اُستاد ہوتا ہے تو وہ تو اُس کا باپ ہوتا ہے تو اُستانی کیا ہوتی ہے؟ اُستانی اُس کی ماں ہوتی ہے لہٰذا تم جا کر میرے۔۔۔۔۔۔۔ (فلاں بیٹے) کو پڑھاؤ (تاکہ تم اُس کی ماں یعنی میری بیوی بن سکو)'' اِس پر بھی لُبنہ سمیت سب ہنس پڑے اور کسی نے اِس کا بُرا نہ منایا۔

مذکورہ سٹاف ممبر نے یہ بھی کہا کہ تم مجھ سے بریل سیکھو لیکن ظاہر ہے کہ میں نابینا ہوں اور تمہیں ہاتھ سے پکڑ کر سکھانا پڑے گی اور میں تمہارے ہاتھ پر قسمت کی لکیریں بھی چیک کروں گا۔ میں نے جہاں تک تمہاری لکیریں اور اپنی لکیریں چیک کی ہیں ہمارے ہاتھوں میں شادی کی دو دو لکیریں ہیں۔ اِس بات کی بھی خوب ہنسی اُڑائی گئی اور لُبنہ بُرا ماننے کے بجائے مزید شریکِ گفتگو ہوتے ہوئے کہا کہ ''مقدر اُن کے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاتھ نہیں ہوتے'' نیز بعدازاں آپ سے بھی ازراہِ تفنن اُس نے کہا کہ یہ تو بریل سکھاتے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھی ملاحظہ کرتے ہیں!!

جنابِ والا! اگر ایسی باتوں کا بُرا نہ منایا جائے تو سائل کی سنجیدہ باتیں جو شریعت کے دائرہ کے اندر تھیں باتوں پر بُرا ماننا اِس بات کا متقاضی کہ علی زمان صاحب جیسے لوگوں کے علاوہ مذکورہ لُبنہ وغیرہ پر بھی بغاوت پر اُکسانے اور مجبور کرنے کا پرچہ سرکار کی مدعیت میں درج کیا جائے اور اگر سائل کے خلاف سرکار مدعی بن سکتی ہے تو بغاوت پر اُکسانے جیسے سنگین ترین جرائم کے خلاف اِن لوگوں کے خلاف کیوں نہیں۔

جنابِ والا! یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مذکورہ ادارہ ہٰذا کے پرنسپل صاحب نے قدرِ گھبراہٹ میں مذکورہ بالا باتیں کرنے کے بعد لڑکیوں سے یہ بھی کہا کہ ''Don't mind'' اِس پر کشمالہ صاحبہ نے انتہائی نرمی شائستگی،

خلاف ہنگامہ کھڑا کیا گیا اور جنسی ہراسانی کا مقدمہ بنانے کی دھمکیاں دی گئیں۔ جناب والا! کیا جہاں کوئی جوان مرد عورت پائے جائیں وہاں کیا اُس کے رشتہ کی بات نہیں ہوتی؟ کیا ایسا کرنا جرم ہے؟ اگر کوئی بات نہ مانے اور رشتہ رد کر دے تو موجودہ قوانین کے مطابق اُس کی مرضی کی بات ہے لیکن یہ بات رشتہ پوچھنے کے بعد منظوری یا مسترد ہونے کی صورت میں ختم ہو جاتی ہے۔ لہذا ایسی بات پر کوئی ہنگامہ کھڑا کرنا یا یہ کہنا کہ یہ بات کی ہی کیوں گئی ہے؟ جیسا کہ بقول آپ کے لُبنہ نے کیا اور اُس نے سائل سے بھی دورانِ گفتگو اِس بات کا عندیہ دیا کہ وہاں دارہ کی کمزوریوں کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے میڈیا کو بھی بُلا سکتی ہے اور ادارہ کے خلاف محاذ آرائی کر سکتی ہے اور دوران گفتگو اُس کا لہجہ یوں تلخ ہو رہا تھا جیسے اُسے یہ بات ہی بُری لگتی ہے۔ اس سے کسی نابینا کے رشتہ کی بات کی جائے۔ جناب والا! جیسا کہ آپ نے بھی سائل کی لُبنہ کے ساتھ اور ایک اور خاتون سٹاف ممبر محترمہ عالیہ صاحبہ کے ساتھ میری بات چیت پر پابندی لگا رکھی ہے اور آپ نے بھی سائل پر دباؤ ڈالا کہ تم ایک کنواری لڑکی سے شادی کی بات کیوں کرتے ہو حالانکہ جناب والا شادی کی بات عموماً کنواری لڑکی ہی کے حوالے سے کی جاتی ہے اور عموماً اُسی کا رشتہ مانگا جاتا ہے۔ لہذا اُس کی اجازت سے بلکہ اُس کے بار بار اصرار کی وجہ سے اُس سے ایسی بات کرنا تعظیم و شائستگی کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی مایوب بات نہ تھی اور اُس نے خود کہا تھا کہ اگر اُسے سائل سے کوئی شکایت ہوگی تو پہلے وہ براہ راست سائل سے بات کرے گی اور اُس نے اصرار کیا تھا کہ مجھے اُس سے کیا شکایت ہے تفصیلاً بتایا جائے؟ اور یہ بھی اُسی کا مطالبہ تھا کہ صبح سویرے خلوت میں سٹاف کی عامد سے قبل اُس سے بات کی جائے۔ چنانچہ جب وہ کمروں کی صفائی کر رہی تھی تو دریں اصناء پہلے اُس نے سائل کو خود سٹاف روم میں بیٹھ کر بات کرنے کو کہا اور بعد ازاں ہماری بات برآمدے میں ہوئی جہاں وہ صفائی بھی کر رہی تھی اور سائل سے گفتگو بھی کر رہی تھی اور اُس نے سائل کو بڑے احترام سے کرسی پر بٹھا کر کہا کہ اگر مجھ سے بیٹھ کر آرام سے بات کریں گے تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔

جناب والا! محترمہ عالیہ بی بی بھی تو ایک شادی شدہ اور جوان بچوں کی ماں ہیں اور اخلاقی طور پر بھی وہ بہت اچھی ہیں۔ مگر اُن سے تو کوئی بھی شادی کی بات نہیں کرتا کیوں کہ وہ پہلے سے شادی شدہ خاتون ہیں مگر ظاہر ہے کہ شادی کے بعد اگر غیر شادی شدہ سے نہیں کی جائے گی تو اور کس سے کی جائے گی۔

جیسا کہ یہ لوگ نابینا افراد کے ساتھ ہر طرح کا تعلق رکھنے کو تیار ہیں مگر مذکورہ شادی والے تعلق کو نعوذ باللہ کسی کُفر یا گناہ سے کمتر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ جن لڑکیوں کو کوئی ''بہن'' کہے اور اُنہیں بُرا لگے تو وہ بھی جان بوجھ کر سائل جیسے لوگوں کو چڑانے کے لئے ''بھائی'' کہہ دیتی ہیں اور وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ وہ ہمیں اس نظر سے نہیں دیکھتیں کہ ہم میں سے کوئی اُن سے رشتہ ازدواج کے بارے میں سوچیں بھی اور جب اُن سے ایسی بات کی جاتی ہے تو اُنہیں شدید غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ ایسی بات بالکل بھی نہ کی جائے کہ یہ لوگ تو ہمیں محض ''بھائی'' سمجھتے ہیں جب کہ ہمارے لئے اللہ کے فضل و کرم سے بہنوں کی کوئی کمی نہیں اور جس رشتہ کی کمی یا ضرورت ہے وہ رشتہ جوڑنے کو یہ لوگ شجرِ ممنوعہ اور سنگین جرم قرار دیتے ہیں۔ جناب والا! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جن کو تم مائیں یا بیٹے، بیٹی وغیرہ منہ سے کہہ دیتے ہو یہ تمہارے حقیقی رشتہ نہیں بلکہ یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اس کے علاوہ اِن مُنہ بولے رشتوں کی کوئی حقیقت نہیں اور بحیثیت انسان اور بحیثیت مسلمان ہم سب ہی بہن بھائی ہیں۔ مگر ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ کزنز جو ایک دوسرے کو

چنانچہ وہ باغ کے مالک کو تلاش کر کے اُس کی منت زاری کرنے لگے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ وہ اِس شرط پر معاف کریں گے کہ اگر شیخ اُن کی کئی معذوریوں کی حامل معذور بیٹی سے شادی کر لیں جو آنکھوں، کانوں اور ہاتھ پاؤں الغرض ہر عضو سے معذور ہے۔ جس پر شیخ نہایت پریشان ہوئے لیکن چونکہ خوف خدا رکھتے تھے لہٰذا یہ دنیاوی تکلیف اُنہیں عذاب الہیٰ کے مقابلہ میں چونکہ کے ہلکی محسوس ہوئی اور اُنہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ باغ کے مالک کی اِن معذوریوں سے مراد کیا ہے؟ یعنی اُن کی بیٹی نے نہ تو کبھی کوئی غلط چیز دیکھی، نہ سُنی اور نہ ہی کسی غلط کام کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں کا استعمال کیا۔ بلکہ شیخ اُنہیں سچ مُچ معذور سمجھ رہے تھے اور عذاب کے ڈر کی وجہ سے مان گئے۔ لیکن حلوہ خور مولوی کہتا ہے کہ اگر حضرت کے ذہن میں اُس کی Multiple Diability تو کیا کوئی ایک معذوری بھی ہوتی اور وہ خاتون Differentlyable بھی ہوتیں تو بھی عام ذہن کے مطابق اُنہیں قبول نہ کیا جاتا۔ جناب والا! اس ملک و معاشرہ میں ہمارا کیا مستقبل ہے؟

لبنہ جیسے لوگ جو ہمارے ادارہ میں ملازمت کر کے کئی معذوروں کو تو سنبھال سکتے ہیں اور غیر محرموں کے ساتھ گل چھرّے اُڑا سکتے ہیں لیکن ایک معذور سے شرعی حدود کے اندر نکاح کر کے اُسے سنبھالنا اِنہیں عذاب محسوس ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ کوئی کسی کو نہیں سنبھالتا۔ سگے ماں باپ بھی بوجھ بن جاتے ہیں۔ یہ بات اُس نے اِس موقع پر کہی جب سائل نے اُس سے استفسار کیا کہ آپ کے بقول جس بینا/غیر معذور شخص کو آپ پسند کرتی ہیں اگر خدانخواستہ آپ کے ساتھ کوئی حادثہ یا معذوری پیش آجائے یا اُس شخص کے ساتھ تو کیا پھر بھی آپ ایک دوسرے کے لئے قابل قبول ہونگے؟

جناب والا! اگرچہ کئی ایسی پڑھی لکھی غیر معذور خواتین بھی موجود رہی ہیں جنہوں نے اپنے خاندانوں کے ساتھ جھگڑا کر کے اپنے لئے معذور شوہروں کا انتخاب کیا اور انتہائی اعلیٰ عہدوں تک بھی وہ خواتین پہنچیں۔ پاکستان انجمن برائے نابینا فیصل آباد کے بانی کیپٹن ریٹائرڈ مشیعت الرحمان ملک صاحب مرحوم جو 1960 کی دہائی میں فوج میں ایک لیکچر دیتے ہوئے ایک بارودی مواد کے دھماکے سے حادثاتی طور پر معذور ہو گئے تھے اور اُنکی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں اِس کی وجہ سے ضائع ہو چکے تھے۔ چونکہ وہ پہلے روائتی سوچ کے حامل تھے لہٰذا زندگی سے سخت مایوس ہوئے اور اُن کی پہلی بیوی نے بھی اُن سے طلاق لے لی مگر ڈاکٹر خالدہ ملک نامی ایک خاتون نے اپنے خاندان سے جھگڑا کر کے اُن سے شادی پر اپنے خاندان کو قائل کیا اور زندگی بھر اُن کی خدمت کی اور اب وہ بھی وفات پا چکی ہیں اُنہوں نے کیپٹن صاحب پر ایک کتاب ''اُلوالعظم شخصیت'' کے نام سے لکھی اور نابینا افراد کے لئے اُسے ریکارڈ بھی کیا۔

اِسی طرح ایک اور نابینا خواجہ غلام محمد صاحب مرحوم جو کہ ایشیاء کے واحد نابینا تھے جو غالباً گریڈ 22 تک پہنچے اور اُن کی اہلیہ بھی لیڈی ڈاکٹر تھیں۔ مگر لبنہ جیسے لوگوں کے پاس یہ بہانہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندانوں کے ہاتھوں اپنے بے عزتی برداشت نہیں کر سکیں گے۔ حالانکہ سائل نے کونسا اپنی ذات کے لئے اُنہیں پروپوز کیا تھا۔ بلکہ سائل تو اُن کی گندی معاشرت ذہنیت کو تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ تا کہ شاید کسی کا بھلا ہو جائے۔ لیکن اِس بے حیاء عورت کو جسے ایاز صاحب سے کنجریوں کی طرح پانچ پانچ سو روپے On camera مانگتے ہوئے تو شرم نہ آئی اور ایاز صاحب چونکہ شریف النفس انسان تھے اور اُنہوں نے وہ پانچ سو روپے بطورِ قرض دے کر کسی نہ کسی طرح اُس سے واپس لے ہی لئے لیکن یہ تو اُنہیں واپس ہرگز نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن دوسری طرف شادی کے متعلق اُس کی اپنی اجازت سے استفسار کرنے پر بھی سائل کے

سائل سے کہا کہ تم بھی اصرار شاہ صاحب والے خواب نہ دیکھو کہ میری کوئی ایسی بیوی ہو جو مجھے کتابیں، اخبارات ورسائل پڑھ کر سُنایا کرے وہ بھی اسی طرح خواب دیکھتے دیکھتے بوڑھے ہوگئے جو پہلے کہتے تھے کہ میں MA انگلش سے کم کسی عورت سے شادی کروں گا ہی نہیں اور اب بھی کوئی اُن سے پوچھے کہ آپ نے اب مذکورہ عورت سے شادی کرنے کے بجائے دوسری عورت سے شادی کیوں کی تو وہ آگے سے کہتے ہیں کہ "چھوڑو مراں جو مزا اس میں ہے وہ کسی میں نہیں"

جناب اصرار شاہ صاحب کے متعلق ادارہ بھر میں یہی بات مشہور ہے کہ وہ MA انگریزی سے کم کسی بھی عورت سے شادی کرنے پر رضامند نہیں تھے حتیٰ کے اُدھیڑ عمر ہونے لگے بلآخر انہوں نے میٹرک پاس لڑکی سے شادی کی۔ اور اُن کے متعلق سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر یونس صاحب کا یہ بھی کہنا تھا کہ ایک مرتبہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ کی شادی کسی ہندو لڑکی سے ہو سکے تو؟ آگے سے اُنہوں نے جواب دیا کہ میں تو اُس کی خاطر نعوذ باللہ اپنا مذہب بھی تبدیل کر دوں گا۔ لیکن شاہ صاحب اِن الزامات کی تردید کرتے ہیں۔ بہر حال اُن کی میٹرک پاس اہلیہ بھی تو اُنہیں لکھا ہوا پڑھ کر سنا سکتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ کافرانہ ایجنڈا پر کام کرتے ہوئے ایک طرف تو اِن باتوں کا پرچار کرتے ہیں کہ انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ بینا خواتین بھی نابینا افراد کو پڑھنے لکھنے جیسی خدمات بغیر شادی کے سرانجام دینے کو تیار ہیں۔ خوبصورت آوازوں کی حامل خواتین سے غیر شرعی طور پر نا صرف یہ کہ نابینا افراد کی آڈیو کُتب ریکارڈ کروائی جاتی ہیں جیسا کہ PFFB کی ایک ریڈر سارہ شکور جو بعد میں سارہ افضل کہلوائیں نابینا افراد میں اِن کی آواز بہت مشہور و پسندیدہ ہے، بلکہ اب تو ایسے موبائل ایپس وجود میں آ گئی ہیں جیسا کہ ایک موبائل اپلیکیشن "Be my eye" کے نام سے ترقی یافتہ مغربی ممالک میں متعارف کروائی گئی جو پاکستان میں بھی ہے جس پر یہ سروس فراہم کی جاتی ہے کہ اگر کسی نابینا شخص کو کوئی بھی ایسا مسئلہ کہیں بھی درپیش ہو جس میں بصری معاونت کی ضرورت ہو تو اُس موبائل ایپ پر کال کی جا سکتی ہے جو کہ دنیا کے کسی بھی کونے سے کوئی بھی شخص اُٹھا سکتا ہے جو اکثر خواتین اُٹھاتی ہیں اور یہ رضا کار چوبیس (24) گھنٹے موجود ہوتے ہیں اور کوئی بھی دستیاب رضا کار کسی بھی قسم کی بصری معاونت نابینا فرد کو فراہم کر دیتا ہے۔ مثلاً کچھ لکھا ہوا پڑھنا ہو، کوئی چیز گُم ہو جائے اور اُسے تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے یا کسی چیز کی رنگ وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہوں وغیرہ۔ جناب والا! یہ عورتیں اور لُبنہ جیسے لوگ رضا کارانہ طور پر نابینا افراد کو ویسے تو ہر قسم کی خدمات فراہم کرنے کیلئے تیار ہیں اور اِن کے اداروں میں نوکری بھی کر سکتے ہیں مگر نہیں کر سکتے تو جائز اور حلال طریقے سے شادی اور نکاح۔ یہ لوگ ویسے بغیر شادی کے ساری عمر ہمارے ساتھ رہنے کو تیار ہیں مگر صرف انہیں نکاح کا لیبل لگاتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے اور لُبنہ نے یہ بھی بہانہ کیا کہ اُس کے خاندان کے لوگ باہر رشتہ نہیں دیتے اور وہ لوگ مُغل ہیں اور مغلوں کی یہ روایت نہیں۔ جو کے اُس نے سراسر جھوٹ بولا۔

جناب والا! سائل کو حلوہ خور مولویوں کی ایسی تقاریر سُن کر نہایت تشویش ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے والد شیخ ابو صالح جو کہ انتہائی پرہیز گار اور روزہ دار شخص تھے جب ایک مرتبہ دوران سفر افطار کا وقت ہو گیا اور اُنہیں افطار کرنے کے لئے دریا کے کنارے اور کوئی چیز نہ ملی سوائے اُس سیب کے جو ایک باغ کے مالک کا تھا جس سے اجازت لینے کی اُنہیں فرصت نہ ملی لیکن بعد ازاں اُنہیں ندامت ہوئی کہ اگر اُس باغ کے مالک نے اُنہیں معاف نہ کیا تو وہ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

بازار ایبٹ آباد میں زیر تعلیم تھی۔ وہ ساری جماعت میں ایک لائق لڑکی تھی مگر سائل کی مذکورہ بالا جلی کٹی باتیں سن کر وہ اکثر شاقی ہوتی اور ایک مرتبہ اُس نے ادارہ کے پرنسپل جو کہ ہماری کلاس لے رہے تھے کو میری شکایت کر دی کہ یہ ہمیشہ لڑکیوں کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اِس پر پرنسپل صاحب نے پہلے تو اور باتیں کی اور دلائل دیئے مگر اُس نے کہا کہ یہ ہمیشہ ہماری کمیونٹی یعنی لڑکیوں کہ خلاف باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ پرنسپل صاحب نے اُن کے سامنے ایک سوال رکھا اور پہلے لڑکوں سے پوچھا کہ اگر آپ کے لئے کسی معذور کا رشتہ آئے تو کیا آپ اُسے قبول کریں گے؟ اِس پر سب لڑکوں نے ہاں میں جواب دیا اور میرے ایک قریبی دوست دانش طور خان نے روایتی طور پر ترس کھانے کے بجائے یہ جواب دیا کہ میں اُس معذور عورت سے شادی کروں گا اور اُسے پسند کروں گا جو اِس کی اہل ہوگی۔ جس پر کشمالہ نے جواب دیا کہ معذور لڑکیاں تو بہت سارے کام نہیں کرسکتیں۔ لیکن وہ بحث کرتا رہا کہ کرسکتی ہیں اور جب لڑکیوں کی باری آئی تو سوائے ایک کشمالہ کے سب نے معذور رشتوں کو پسند / قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن کشمالہ نے کہا کہ اُس کے خاندان میں بھی کئی متاثرہ افراد ہیں اور اُس کی اپنی نظر بھی تھوڑی سی کمزور ہے اور وہ خود عینک پہنتی ہے۔

جب لڑکیوں کی طرف سے اُس سے بحث کی گئی کہ معذور شخص سے شادی کرنے سے تو فلاں فلاں مسائل پیدا ہونگے۔ جو کہ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں تھیں۔ مگر محترمہ کشمالہ صاحبہ نے کہا کہ رشتے تو ہوتے ہی اسی لئے ہیں۔ رشتے ایک دوسرے کا دُکھ درد بانٹنے اور بوجھ اُٹھانے کے لئے ہوتے ہیں۔

جناب والا! مستنصر حسین تارڑ کا ناول ''پیار کا پہلا شہر'' ہو یا پاکستانی فلم ''بازی'' اِن میں پاکستانی معاشرہ کا مثبت تشخص اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور مذکورہ ناول میں جو ایک پاکستانی غیر معذور سیاح کی کہانی بتائی گئی ہے جو اپنے فرانس کے سفر کے دوران ایک معذور لڑکی سے ہمدردی کرتے کرتے اُس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور ایک پرانی پاکستانی فلم ''بازی'' میں ایک لڑکی سے محبت کرنے والا یوسف نامی شخص جو نابینا ہو جاتا ہے اور وہ لڑکی پھر بھی اُسے قبول کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ مگر حقائق بہت تلخ ہیں۔ بلکہ ہمارے اداروں کے لوگ تو اِس بات کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں کہ نابینا شخص کی نارمل پڑی لکھی عورت سے شادی ہونا ناممکن ہے۔ اور نابینا افراد کو لازماً اَن پڑھ بلکہ جاہل عورتوں سے شادی کرنی چاہئے۔ خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کیوں نہ ہوں اور اپنی ناکامی تسلیم کرنے کے بجائے یہ لوگ مذکورہ بالا تمام رویوں کو نارمل قرار دیتے ہیں۔ اور نابینا شخص کو یہ باور کرانے کی کوشش اور اِسے دھوکا دہی اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ تو عام روٹین ہے اور بینا لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ لہذا بغیر کسی مذمت کے ایسے رویوں کو بخوشی قبول کرنے کی بات ہوتی ہے۔ جس سے عام معاشرہ کیساتھ چلنے یا چلانے کے بجائے نابینا افراد کی سوچ کی سطح اور معیار کو انتہائی پست کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس حوالے سے جیسا کہ سائل نے ایاز صاحب کو بتایا کہ گزشتہ دنوں مجھے ایک نامعلوم ٹیلیفون کال موصول ہوئی جس کے مطابق ہم لوگ غریب ناخواندہ اور جاہل عورتوں کی غربت و جہالت سے فائدہ اُٹھا کر ایک مافیہ کا کردار ادا کر رہے ہیں تو ایاز صاحب نے سائل کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ کسی نے تمہیں ویسے ہی ہراساں کیا ہوگا۔ لیکن پاکستان سٹیزن پورٹل پر دی گئی اِس شکایت کا نمبر بھی اب سائل کو مل گیا ہے جو یہ ہے KP180121-87860451۔

مذکورہ علی زمان صاحب بھی ادارہ ہذا میں اِس بات کا پرچار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مثلاً ایک مرتبہ اُنہوں نے

کروادیں۔ جناب والا! یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ومناسب ہے کہ یہاں کئی لوگ ایک ساتھ مل کر ہتے یا کام کرتے ہوں وہاں اِس طرح کے ذاتی اُمور پر بھی بات ہوجاتی ہے۔ لیکن سائل کو اِس بنا پر بھی مطعون کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات کو زیر بحث لاتا ہے حالانکہ یہ لوگ خود سائل سے ایسی باتیں چھیڑتے ہیں۔ نیز سائل محض اپنے ذاتی معاملات پر نہیں بلکہ اجتماعی معاملات پر بات کرتا ہے۔ بہرحال ایاز صاحب نے اُن محترمہ سے پوچھا کیا خیال ہے اگر آپکی بہن کے لئے کوئی نابینا رشتہ ہوجائے تو اِس خاتون نے اتنا بھی احساس نہیں کیا کہ وہ نابینا ادارہ میں کام کرتی اور ایک نابینا شخص سے مخاطب ہے فوراً ڈھٹائی سے جواب دیا کہ "نہیں نہیں بلائنڈ (نابینا) نہیں (بلکہ Cited بینا" مگر ایاز صاحب سے ہمیشہ میرا یہی اختلاف چلا آیا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیوں تعاون کرتے ہیں جو ہم نابینا افراد سے اتنی نفرت کرتے ہیں اور ستم یہ کہ ایاز صاحب مجھے ایسے افراد کو اپنے اداروں میں بھی قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

جناب والا اگر اس خاتون کو نابینا افراد سے اتنی ہی نفرت ہے تو یہ ہمارے ادارہ میں کام کیوں کرتی ہے؟ جناب والا سائل کا المینار مرکز برائے نابینا بالغاں فیصل آباد میں ایک ہم جماعت جس کا نام حافظ محمد یوسف مرزا اور تعلق گجرات سے تھا۔ وہ بھی سائل کی طرح اپنے ضلع میں سرکاری خصوصی ادارہ سے تعلیم حاصل کرکے ادارہ مذکورہ میں جماعت ششم میں داخل ہوا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کے ادارہ کی ایک انتہائی پڑی لکھی اور ہائی سکیل بینا معلمہ سے اُس کی اِس بارے میں بحث ہوئی کہ کیا ایک نابینا شخص اپنے بینا شادی شدہ جوڑے کے ساتھ رہ سکتا/زندگی گزار سکتا ہے؟ تو یوسف نے اُن معلمہ سے کہا کہ جو بینا عورت کسی نابینا شخص سے شادی کرے گی تو وہ ساری زندگی اُسے اپنی جوتی بنا کر رکھی گی۔ تو اِس پر اُن معلمہ نے یوسف کو سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ تمہاری بہت گھٹیا سوچ ہے۔ یوسف کہتا ہے کہ میں تو منہ پھٹ ہوں لہذا میں نے اُن سے کہا کہ "جناب میں تو ویسے بھی آپ کا شاگرد اور عمر میں بھی بہت زیادہ آپ سے چھوٹا ہوں ورنہ شاید آپ سے جوتے ہی کھاتا مگر آپ کے لئے ایک بار try ضرور کرتا مگر آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ کے لئے اگر آپ کے جوڑ کا کوئی نابینا رشتہ ہو تو کیا آپ اُسے قبول کریں گی؟" تو یوسف کے بقول اُن معلمہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ جس نابینا ادارہ میں کام کرتی تھیں وہاں اُن کے لئے اُنہی کے ایک نابینا سٹاف ممبر کا رشتہ آیا تھا جس پر وہ بہت خوش تھیں اور اُنہیں لوگ کہہ رہے تھے کہ تمہیں اِس کام کا بڑا ثواب ملے گا۔ لیکن وہ آگے سے جواب دیتیں کہ اِس میں ثواب کی کیا بات ہے۔ وہ شخص کس سے کمتر ہے۔ اور اس میں ایسے خوبیاں ہیں جو دوسرے لوگوں میں نہیں۔ لیکن اُنکے والدین نے یہ کہہ کر رشتہ دینے سے انکار کر دیا کہ اگر ہم نے تمہارا رشتہ اُسے دے دیا تو چونکہ تم دونوں کولیگ ہو لہذا بدنامی ہوگی کہ اِن دونوں کا پہلے سے کوئی افیئر چل رہا تھا۔

جناب والا ہر انسان خواہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اُس میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور ہوتی ہیں۔ فرعون میں بھی کچھ نہ کچھ خوبیاں تھیں۔ چنانچہ علی زمان صاحب کا اِس بناء پر ضرور شکر گزار ہوں کہ جب لبنہ والی بات اُن کے علم میں آئی تو بقول اُن کے اُنہوں نے بھی اِس کا بُرا منایا۔ مگر ایک دکھتی رگ یہ بھی چھیڑ دی یہ کہہ کر کہ وہ کوئی اور بہانہ بنا لیتی۔ وہ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ میری منگنی ہوچکی ہے یا میں جس ادارہ میں کام کرتی ہوں وہاں شادی نہیں کرسکتی وغیرہ۔ اور بعد ازاں اُسے شاید کسی نے یہ پٹی پڑھائی تو اُس نے اب یہی موقف اختیار کرنا شروع کر دیا ہے اور ناتجربہ کار بچی قرار دے کر اُس کے معاملہ کو رفع دفع کیا جا رہا ہے۔ جناب والا۔ کیا اِس لُبنہ سے مذکورہ بالا خاتون بہتر نہیں تھیں؟

کیا کشمالہ نامی میری ہم جماعت وہ لڑکی بھی اِس سے بہتر نہیں ہے جو بینا تھی اور میرے ساتھ نمل واقع سیلائی

شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کیا یہ حق اور اختیار صرف اِنہی کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں؟ کیا جب یہ دوسروں کی دل آزاری کرتے ہوئے اُن کی مرضی و مزاج اور اُن کی رائے اور پسند کے خلاف چلنے پر اُنہیں مجبور کرتے ہیں تو کیا اِنہیں اُس وقت یہ قوانین یاد نہیں آتے؟

جناب والا حیرت کی بات یہ ہے کہ قانون شکنی بھی عموماً انسان اپنے یا اپنے گروہ کے مفاد کے لئے کرتا ہے۔ لیکن یہ ظالم قانون شکنی بھی کرتے ہیں تو اپنی ہی نابینا کمیونٹی کو نقصان پہنچانے کے لئے اور یہ خود ہی اپنی کمیونٹی کے دشمن اور دشمنوں کو فائدہ پہنچانے والے ہیں۔

بہر حال ایک طرف تو ہمیں دوسروں کے شانہ بشانہ چلانے، نارمل زندگی میں لانے، معذوری کو مجبوری نہ بنانے اور Differentlyable بنانے جیسے دعویدار محکمہ میں دوسری طرف علی زمان صاحب جیسے لوگ موجود ہیں جو کہیں گے کہ اُنہوں نے بینا/غیر معذور عورت کا انتخاب اپنے لئے اس بناء پر کیا کہ نابینا عورتیں گھر داری وغیرہ نہیں کر سکتی جو کہ جھوٹ ہے۔ لیکن اگر کسی قدر یہ بات درست ہے بھی تو بھی ہمارے اِنہی ٹھیکیداروں کا قصور ہے جو ایک طرف تو ہماری نمائندگی اور فلاح و بہبود وغیرہ کے دعوے کرتے ہیں تو دوسری طرف انہوں نے معذور لڑکیوں کو اس قابل کیوں نہ بنایا کہ وہ گھر داری وغیرہ کر سکیں؟

جناب والا! اور تو اور ہمارے اپنے خاندان بلخصوص وہ خاندان جن میں معذور لڑکے اور لڑکیاں پائے جاتے ہیں وہ بھی معذور افراد کو باہم ازدواجی تعلق میں دینے کو تیار نہیں بلکہ خود معذور بھی معذور سے عموماً رشتہ ازدواج قائم کرنے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ شروع ہی سے ہمیں ایسے خواب دکھائے جاتے ہیں اور ایسی ذہن سازی کی جاتی ہے ہم نے لازماً غیر معذور جوڑوں سے ہی شادیاں کرنی ہیں اور یہ کتنے ہی گھٹیا کیوں نہ ہوں۔ ساری زندگی کی جدوجہد کے بعد جب کوئی ایسا گھٹیا جوڑا ہاتھ لگتا ہے تو اِسے فوز الکبیر اور بڑے فخر کی علامات قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ معذور جوڑوں کو ان کے مقابلے میں اپنانا ایک لعنت خیال کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ پہلے اپنی عمریں غیر معذور جوڑوں کی تلاش میں ضائع کر دیتے ہیں تو جب انہیں کچھ ہاتھ نہ آئے تو لومڑی کی طرح ''انگور کھٹے ہیں'' کی مثال ہو جاتی ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ شادی نہ ہو تو کیا ہوتے ہیں؟ شادی کر کے کیا کرنا ہے؟ کیا شادی اتنی ہی ضروری چیز ہے؟ تو جناب والا! یہ باتیں ذلت و پستی کے گھڑوں میں گرنے سے پہلے سوچی اور کہی جاتی؟

جب یہ معذور جوڑوں کو کسی بھی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے حالانکہ یہ چاہیں تو ملک بھر کی سطح پر آپس میں تنظیمی پلیٹ فارمز کو استعمال کرتے ہوئے ایسے معاہدات کر سکتے ہیں کہ نہ صرف ہم معذور لوگ ایک دوسرے کو اپنائیں بلکہ ایک دوسرے کو نارمل اپنی اولاد کے رشتہ اگر ہم نہیں دیں گے اور ایک دوسرے کا احساس نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ لہذا ہم اِس گھٹیا معاشرہ کے محتاج اور ممنون بالکل بھی نہ بنیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ معذور لڑکے اور لڑکیاں، مرد اور عورتیں غیر معذور افراد کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی کہ ہمارے اپنے خاندانوں اور اداروں کے بینا لوگ تو کیا نابینا علی زمان صاحب جیسے گھٹیا لوگ بھی دیگر نابینا اپنے ہی جیسے بھائیوں کو بلکہ اپنے سے بہتر نابینا افراد کو بھی قبول کرنے اور اپنانے کو تیار نہیں ہوتے اور ہمارے اپنے ہی ادارہ کی ایک ملازمہ محترمہ لبنہ صاحبہ جو کہ بینا ہیں کا رویہ بھی گزشتہ دنوں افسوس ناک طور پر سامنے آیا جنہوں نے محترم ایاز صاب سے درخواست کی کہ وہ اُنکی بہن کا کہیں رشتہ طے

تنقیص کا نشانہ بنایا اور یہ بھی کہا کہ جس عورت سے خواہ زنا بلجبر بھی ہوا ہو تو اُس سے کوئی بھی شخص شادی نہیں کرتا لیکن شاید ڈاکٹر صاحبہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہمارے ان نام نہاد فلاحی ادارہ جات میں ایسے ایسے بغیرت اور کمینے لوگ موجود ہیں جو نہ صرف ریپ زدہ بلکہ بدترین زانیہ عورت کو بھی نہ صرف خود اپنے نکاح میں لینے کے لئے تیار ہیں بلکہ اوروں کو بھی اِس کی ترغیب دیتے بلکہ اِس کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ ایسے افراد کو کوئی بھی قبول نہیں کرسکتا؟ اگر یہ اپنی مرضی سے ایسی بدترین زانیہ کو بھی اپنانے کے لئے تیار ہیں تو وہ بھی شاید کوئی پڑھی لکھی زانیہ انہیں اپنا لے گی۔ چنانچہ سائل نے بار بار ڈاکٹر فوزیہ سعید سے رابطہ کی ناکام کوشش کی۔

جناب والا! ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ کسی مخصوص فردِ واحد یا گروہ کی سوچ ہو۔ بلکہ اِن ادارہ جات میں کم و بیش ہر فرد کی ہی ایسی سوچ پائی جاتی ہے اور دن بدن ان کی سوچ گھٹیا سے گھٹیا تر ہوتی چلی جارہی ہے اور ایسی سوچ کو نا صرف یہ کہ مایوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اِس کے خلاف بات کرنے یا اظہارِ خیال کو مایوب تصور کیا جاتا ہے۔ اور ایسے شخص کو شدید تنقیص کا نشانہ بناتے ہوئے بہت سخت بدنام کرتے ہوئے اِس کا جینا دوبھر کردیا جاتا اور اُس کے لئے شدید مشکلات و مصائب پیدا کردیئے جاتے ہیں اور سائل نے جس اپنے رکارڈ کا حوالہ دیا ہے اس میں ایسے لوگوں بشمول علی زمان صاحب کی ریکارڈنگز بھی موجود ہیں۔

جناب والا! کاش! یہ لوگ عام عورتوں پر محنت کرتے کہ ضرورت مند معذور افراد سے رشتہ ازدواج قائم کرنے کا بھی ثواب ہے لیکن کیا اِن کا زور صرف اپنے نابینا لوگوں پر ہی چلتا ہے؟ اگر انہیں جنسی طور پر کرپٹ اور تحفہ شادیاں کر کے ثواب کمانے کا اتنا ہی شوق ہے تو یہ اپنی اور اپنے بچوں کی شادیاں اُن سے کریں۔ پھر بھی کوئی اِن کے ایسے مشوروں کو قبول کرنے کا پابند نہیں۔ جناب والا! سائل کو ایسی باتوں کی پاداش میں انتہائی فتنہ باز، فسادی اور شرارتی قرار دیا جاتا ہے اور یہ قرار دیا جاتا ہے کہ سائل ایسی باتوں کی بناء پر اِن لوگوں کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہوسکتا۔ یوں ایسے گھٹیا لوگوں کا تو ان فلاحی اداروں پر حق تسلیم کیا جاتا ہے لیکن سائل کا نہیں۔ اور اگر یہ باتیں شدید لڑائی جھگڑے کا باعث نہیں اور کس کا باعث ہیں؟؟ جناب والا! اگر انہیں سائل سے اتنا ہی خطرہ اور پریشانی ہے تو یہ اپنی زبانوں کو لگام کیوں نہیں دیتے؟ اور کیوں اپنی بکواس بند نہیں کرتے؟ جناب والا! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ یہ لوگ ہمیں بیک فُٹ پر لے جاتے لے جاتے کہاں تک لے آئے ہیں۔ ہمیں یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ اگر ہم معذور افراد کو اس معاشرہ میں جینا ہے تو اس قدر ذلت و خواری کے ساتھ جینا پڑے گا۔

جناب والا ایسی گھٹیا عورتوں سے شادی تو دور یہ لوگ مایوب نہ سمجھتے ہوئے اس کی تو حوصلہ شکنی نہیں کرتے مگر ان کے مقابلہ میں کسی ہلکی پھلکی نابینا/معذور سے شادی کو مایوب اور باعث حوصلہ شکنی قرار دیا جاتا ہے۔ اگر علی زمان صاحب جیسے لوگوں سے پوچھے کہ آپ نے ایک جزوی طور پر معذور خاتون کو چھوڑ کر ایک انتہائی جاہل نارمل عورت سے شادی کیوں کی؟ جب کہ دوسری طرف یہی لوگ تنظیمی پلیٹ فارم سے لائٹ ہاؤس سکول برائے نابینا طالبات جیسے ادارے قائم کر کے دوسروں کو یہ ترغیب دیتے ہیں کہ وہ نابینا لڑکیوں کو بھی انسان اور اس معاشرہ کا حصہ سمجھتے ہوئے انہیں اپنائیں اور معاشرہ میں ضم کرتے ہوئے اِن سے شادیاں کریں اور اِن کے مخالف روش کی مذمت کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو باتیں یہ کرتے ہیں اُن پر خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ پھر کہتے ہیں قانون ہر شخص کو اُس کی رائے پسند اور مرضی کے مطابق

کی ذہنیت پر افسوس ضرور ہوتا ہے کہ ایک طرف تو یہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بار بار سائل پر دباؤ ڈالتے اور زور دیتے ہیں کہ لوگ چکلے سے بھی شادی کر لیتے ہیں اور کسی کو راہ راست پر لانے کی نیت سے اگر ہیرہ منڈی کی سردارنی سے بھی شادی کی جائے تو اس کا ثواب ہے لیکن جناب والا! سائل یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ ثواب تو مجبوری یا لالچ کی وجہ سے نہیں ہوتا کیا ایسا ثواب یہ لوگ خود کمانے کی جرت کر سکتے ہیں؟ میں علی زمان صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ ہم نابینا لوگ اتنے مجبور ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی عورت بھی مل جائے تو غنیمت سمجھنا چاہئے اور مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ شادی کے بعد بھی اُس پر کوئی شک یا نگرانی نہیں کرنی چاہئے تو ان کی تو ویسے بھی شادی ہو چکی ہے۔ ان کی تو کوئی مجبوری اور لالچ نہیں اور خود یہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے عاشقی معشوقی والے چکروں پڑے رہے جس بناء پر ان کی شادی دیر سے ہوئی اور ان کی ایک معشوقا جس کی شادی کراچی میں ہو چکی ہے اور انہوں نے اپنی بیگم سے یہ کہہ رکھا ہے کہ اگر وہ آ گئی تو یہ اُس سے شادی کر لیں گے ورنہ اپنی بیگم کی موجودگی میں کسی اور سے شادی نہیں کریں گے۔ ایسی صورت میں اپنی طبیعت پر جبر کر کے ہیرا منڈی کی سردارنی جسے معاشرہ میں کوئی قبول نہیں کرتا سے نکاح کرنا انکے لئے باعث اجر و ثواب ہوگا۔

جناب والا! کیا ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نابینا افراد کو ایک نام نہاد فلاحی ادارہ جات میں کس قدر ذلت و رسوائی کا سامنا ہے۔ آج یہ کہہ رہے ہیں کہ کسی کو راہ راست پر لانے کے لئے ایسی فاحشہ عورت کو بھی اپنانا ثواب ہے تو کل یہ کہیں گے کہ اِس کی تمام تر بے حیائیوں کو بھی قبول کر لیا جائے۔ جناب والا! یہ لوگ تو نعوذ باللہ قرآن کو بھی چیلنج کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ زانیہ عورت سے کوئی بھی نکاح نہیں کرتا یا کر سکتا، سوائے زانی اور مشرک مرد کے اور زانی مرد سے بھی کوئی نکاح نہیں کرتا سوائے زانیہ یا مشرکہ اور یہ کام کرنا مومنوں پر حرام ہے (سورۃ نور) سورۃ نور میں ہی اللہ تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ "ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے، پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ذکر فرمایا ہے کہ نکاح ایسی عورتوں سے کرو جو نہ تو کھلم کھلا بدکاری کرنے والی ہو اور نہ ہی پوشیدہ طور پر دوستی یا بدکاری کرنے والی ہو۔ اہل کتاب کی جن عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا ہے اُن کے لئے بھی یہی شرط لگائی گئی ہے۔

جناب والا ایک مرتبہ میرے ہم جماعت اور یہاں کے بریل ٹیچر تجمل حسین دانش جو اصل میں مردان میں اور یہاں Attachement پر تعینات ہے اور جو ایبٹ آباد کی جملہ نابینا کمیونٹی میں نابینا افراد کے حوالے سے ماڈرن ٹیکنالوجیز اور سافٹ ویئرز کا ماہر تصور کیا جاتا ہے نے مجھے کمپیوٹر میں Talking/ screen reader سافٹ ویئر JAWS (جاز) (Job Accesss With Speech) انسٹال کر کے دیا اور ساتھ ہی نابینا افراد کی ایک صوتی لائبریری PFFB (پاکستان فاؤنڈیشن فائٹنگ بلائنڈنیس) کی چند آڈیو کُتب بھی کمپیوٹر میں پڑھنے اور معلومات و تفریق کے لئے کاپی کر دی۔

انہی میں سے ایک ڈاکٹر فوزیہ سعید کی ہیرا منڈی / شاہی محلہ / بازارِ حُسن کے حوالے سے لکھی گئی اُردو ترجمہ شدہ کتاب "ٹیبو" کے زیرِ عنوان بھی تھی جس میں جہاں ڈاکٹر صاحبہ نے اور کئی حوالوں سے ہماری روایات معاشرت و ثقافت اور مذہبی احکامات کو چیلنج کیا وہیں اُنہوں نے ادھر صرف نظام یعنی خاندان کی ایسی قسم جس کا سربراہ مرد ہوتا ہے کو کڑی

دیتایادے سکتا ہے تو وہ مجھے کیوں نہیں؟؟ تو اس پر یہ حرام خور وکلاء بھی میرے زخموں پر مزید نمک چھڑکتے ہیں۔ بہرحال جناب والا کیا کسی نوجوان لڑکی کا رشتہ مانگنا کوئی گناہ ہے؟ جناب والا! کیا میرے ساتھ بشری تقاضے اور بشری کمزوریاں نہیں ہیں؟

سائل اُن باتوں کو نہیں دہرانا چاہتا جو سابقہ تحاریر بالخصوص درخواست مذکورہ بالا زیرعنوان میں جو DPO اور آپ وغیرہ کو ارسال کی گئیں۔ مزید براں یہ کہ جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے اور شادی سمیت جملہ اُمور کے فیصلے اپنی مرضی سے کرنے کا حق ہے تو جناب والا اپنی مرضی سے تو کوئی بھی عقل منداور ذی شعور انسان بُری چیز کا انتخاب نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے اور سمجھ سے بالاتر ہے کہ علی زمان صاحب جیسے گھٹیا شخص کا انتخاب تو کوئی اپنی مرضی سے کرتا ہے اور سائل کا کیوں نہیں؟ نیز اگر کوئی اپنی مرضی سے فورسز میں بھرتی ہو کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے موت کو تو گلے لگا سکتا ہے تو اپنا آپ یا اپنے بیٹی کا مستقبل سائل جیسے نابینا کو سونپنا کیا زیادہ مشکل کام ہے؟ جناب والا! میں اُس فوجی کو کیوں اپنا ہیرو مانوں جو اپنی مرضی سے موت تو قبول کر سکتا ہے لیکن اپنی بیٹی جائز طریقے سے میرے ساتھ سُلانا پسند نہیں کر سکتا؟ جناب والا! اپنی جان سے بڑھ کر کوئی بھی چیز عزیز نہیں ہوتی۔ مال و اولاد تو کیا سچی بات تو یہ ہے کہ لوگ اللہ سے بھی اِس لئے محبت کرتے ہیں کہ اُس کی محبت حصول جنت اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے ۔جب زندگی کی ہلکی سی بھی اُمید ہوتی ہے تو ہم زندگی ہر قیمت پر بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور بڑے سے بڑا نیک آدمی بھی ہزاروں سال جینے کے باوجود بھی موت سے دور بھاگتا ہے۔ لیکن جب موت کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا تو پھر اپنے آپ کو شاید جنت الفردوس ملنے کی جھوٹی تسلیاں دیتا ہے۔ پہلے پیسے کے لئے لڑتا ہے اور پھر شہید بن جاتا ہے لیکن چونکہ معاشرہ کی ذہنیت ایسی ہے جو اس طرح مرنے کو تو پسند کرتی ہے اور ایسے مرنے والوں کو ہیرو اور شہید قرار دیتی ہے۔ مگر کسی نابینا سے رشتہ جوڑنا معاشرہ میں ایک گالی بنا دیا گیا ہے اور اس کام سے بھی بڑی قیامت قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ والدام کو اُن کے کئی فوجی دوستوں نے کہا کہ ویسے ہمارے گھر سُو بار آؤ (ہماری عورتوں کو دیکھو) مگر سائل کے رشتہ کے لئے ہرگز نہ آنا کیونکہ تمہاری عورتیں اور اُن کی شرمگاہیں سونے کی بنی ہوئی ہیں اور اُن کے لئے سونے کے جسم چاہئیں۔ بینا لوگ خواہ کتنے ہی گھٹیا اور چرسی بھنگی کیوں نہ ہوں اُنہیں تو اپنی بیٹیاں آسانی سے دے دیتے ہیں لیکن سائل کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر یہ بادشاہ بھی بن جائے اور سونے کا بھی بن کر آ جائے تب بھی ہم اپنی لڑکی کا ہاتھ اِس کے ہاتھ میں نہیں دیں گے۔ ویسے بند اکیلے کمرہ میں اِس کے ساتھ سُلا دیں گے وہ ساری عمر اس کے ہاتھ پاؤں بھی دھوئے گی اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر بھی لے جائے گی لیکن شرعی طور پر جائز طریقے سے ہرگز نہیں۔ دوسری طرف علی زمان صاحب جیسے نابینا کالے ٹھوٹے کو بھی دے دیں گے مگر سجاد کو اچھوت سمجھیں گے۔ سجاد کے ساتھ کوڑ لگی ہوئی ہے۔

جناب والا! اگرچہ اسلام ذات پات کے نظام کی حوصلہ شکنی کرتا ہے لیکن پھر بھی حکم دیتا ہے کہ شادی اپنے برابر کے خاندان اور حسب نسب میں کرو۔ تا ایسا نہ ہو کہ معاشرے میں جو ذات پات کی تفریق پائی جاتی ہے اِس کی بناء پر تمہیں سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ علی زمان صاحب اور ان کے گاؤں کے لوگ گُجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور سائل اعوان برادری سے تعلق رکھتا ہے اور گُجروں کو چونکہ معاشرہ میں بدقسمتی سے حقیر سمجھا جاتا ہے اور شریعت میں جو کُفو کا تصور ہے اُس میں ذات برادری بھی داخل ہے جس بناء پر سائل کو ان کی بیٹی وغیرہ سے شادی کی کوئی حاجت نہیں لیکن اِن

کو اُس کی پسند اور مرضی کے اظہار کی اجازت اور اُس کا حق اور اختیار دیتا ہے اور اگر تمہاری قسمت خراب اور ہماری اچھی ہے تو اِس میں ہمارا کیا قصور؟ جناب والا اِس کا تو صاف صاف مطلب یہ ہے کہ میرے جیسے بدقسمت معذور افراد بالخصوص میرے تکالیف کی ذمہ دار سیدھی سیدھی ریاست ہے۔ اگر آج عمران خان بھی ہمارے ساتھ روائتی ترس کھانے والا اور بھکاریوں جیسا سلوک کرتا ہے اور معذور افراد کو اُس نے قانون سے بالاتر ہونے کا سٹیٹس دے رکھا ہے کہ خواہ یہ اُس کی بیگم پر عاشق ہونے سمیت جو چاہیں کریں انہیں کوئی بھی نہ پوچھے اور سجاد کیونکہ جملہ عورتوں کے علاوہ اِس کی جائز اور ناجائز ماؤں بہنوں، بیٹیوں اور بیگمات کو بھی ناپسند ہے تو اِس پر تو بالکل بھی رحم نہ کیا جائے اور اِسے جیل بھیجتے وقت یہ بھول جائے کہ یہ بھی اُس کی بیگم کا عاشق اور معذور ہے اور اِسے کیوں جیل بھجوایا جائے تو اِس سے تو طالبان القاعدہ اور داعش کی حکومت لاکھ درجہ بہتر ہے۔ اِسی لئے تو کہتا ہوں کہ عمران خان یا مجھے انصاف دو یا پھر اپنی بیگم کا رشتہ دو؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید میں ریحام خان کا رشتہ مانگتا ہوں۔۔ نہیں نہیں ریحام خان اور جمائمہ خان جیسی عورتیں میری کنیزیں اور بشریٰ جیسی عورتیں میری بیویاں بننے کے لائق ہیں۔ ہمارا دین اسلام ہمیں یہ حق دیتا ہے کہ دشمنوں کی جو عورتیں بطور مالِ غنیمت ہمارے ہاتھ لگیں اُنہیں ہم بغیر اُن کی رضامندی کے بھی اپنی لونڈیاں بنا کر اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے بغیر نکاح کے بھی اُن سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور اگر اِس موجودہ نظام میں میرے مسائل کا کوئی حل نہیں تو اسلامی نظام یا طالبان القاعدہ اور داعش جیسی حکومتوں میں میرے مسائل کا حل موجود ہے۔

جناب والا! مجھے علی زمان صاحب کی بیوی بھی کہتی ہے کہ تم شادی کا نام تک نہ لو۔ یعنی علی زمان صاحب جیسے کالے پھوٹے کے پاس سو کر اپنی جنسی خواہش کی تسکین کرواتے ہوئے اُسے کوئی مسئلہ نہیں اور مجھ اتنے خوبصورت پڑھے لکھے شخص کو کہتی ہے کہ تم شادی کا نام تک مت لو۔ جناب والا! کیا سائل کوئی خواجہ سرا ہے؟ اگر سیدنا آدمؑ کی جنت بھی بیوی کے بغیر ادھوری ہے اور اُن کی تنہائی وغیرہ دور کرنے کے لئے اگر اللہ تعالیٰ اُن کے لئے حضرت حوا کو پیدا کر سکتے ہیں اور علی زمان صاحب جیسے کالے ٹھوٹے جن کی آنکھیں بھی حادثہ میں مکمل ضائع ہو جانے کے باعث یہ بدشکل شخص کالی عینکیں لگا کر اپنی بدصورتی کو چھپاتا ہے اور اِس کی بیوی جو بڑے فخر سے اِس کو پکڑ پکڑ کر اِدھر اُدھر لے جاتی اور مجھے کہتی ہے کہ تمہارا ہاتھ پکڑنے کے لئے کون سی عورت تم سے شادی کرے گی؟ جناب والا! کیا اِن کی اپنی بیٹیاں مجھے دینے کے لئے نہیں ہیں؟ یہ جو مجھے لیکچر دیتے رہتے ہیں کہ اتنی گھٹیا گھٹیا عورتوں سے شادی کرو کیونکہ ہم نابینا لوگ بہت مجبور ہیں تو انہوں نے اگر یہ میرے اتنے ہی ہمدرد ہیں کیوں کبھی یہ نہ کہا کہ سجاد تم میرے شاگرد ہو میں تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ دیتا ہوں۔ شاید آج سائل کو بھی کوئی پڑھی لکھی بینا لڑکی میسر ہوتی تو سائل اِس قدر دل گرفتہ نہ ہوتا۔ جناب والا! ایک طرف تو یہ مجھے ضمانتیں دیتے پھرتے ہیں کہ اگر تم میرے گاؤں سے رشتہ مانگو گے تو تمہاری نابینائی پر کوئی اعتراض نہ کرے گا کیونکہ اِس گاؤں میں میں بھی نابینا ہوں اور میری وجہ سے اب کوئی کسی نابینا کو رشتہ دینے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ بہت بہت شکریہ لیکن جناب والا جو اپنے گاؤں کی عورتوں کی ضمانت دینے پر آمادہ ہیں کہ وہ میری نابینائی کی وجہ سے مجھ سے شادی سے انکار نہیں کریں گی تو وہ اپنی بیٹیوں کی گرنٹی کیوں نہیں دے سکتے؟؟

جناب والا! معزرت خواہ ہوں سائل بڑا دکھی ہے اور حرام خور وکلاء بھی جب سائل کی سرزنش کرتے کہ تم نے درخواستوں میں گالیاں کیوں لکھی ہیں تو سائل کہتا کہ جو قانون انہیں نابینا وغیرہ ہونے کی بناء پر سب کچھ کرنے کی اجازت

یہی علی زمان صاحب ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ سائل کے سامنے ایک پاگل عورت کی مثال دے کر" اپنے ہی گراتے ہیں نشیمن پہ بجلیاں" کے مصداق یہ بات سمجھائی کہ ہمارے اپنے ہی اداروں کے لوگ جب ہمارے ساتھ مخلص نہیں تو اوروں سے گلہ کیا؟ جو درد ملا اپنوں سے ملا، اوروں سے شکایت کون کرے، جو دُکھ دیا اپنوں نے دیا، غیروں سے شکایت کون کرے

علی زمان صاحب نے کہانی اِس انداز سے شروع کی:

"ایک گاؤں میں ایک پاگل دیوانی عورت رہتی تھی۔ ایک مرتبہ اُس کے بھائی کی شادی تھی۔ اُس سے لوگوں نے (طنزیہ طور پر) محض چڑانے کے لیے پوچھا اے پگلی کیا تم شادی نہیں کرتی ہو؟ جیسے ہم لوگ تمہیں چڑانے کے لئے پوچھتے ہیں کہ سجاد کیا تم شادی نہیں کرتے ہو؟ تو اُس نے ایک بہت دُکھی آہ بھری اور کہا کہ جب سگے مجھے نہیں بیاہتے تو اور کون مجھے بیاہے گا؟؟ یعنی وہ پاگل تھی اور اُسے معلوم نہیں تھا کہ بہن اور بھائی کی شادی جائز نہیں تو اُسے یہ دکھ تھا کہ میرا بھائی بھی شادی کر رہا ہے اور میں اِس سے محروم ہوں اور میرا بھائی بھی مجھ سے شادی کرنے کو تیار نہیں تو اور کون کرے گا؟ لہذا اُس نے ایک مایوس کُن آہ بھری"

جناب والا! کیا اِن لوگوں بالخصوص علی زمان صاحب کو میرے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیئے؟ جناب والا کیا میں اِن جیسا بلکہ کئی اعتبار سے اِن سے بہتر نابینا نہیں ہوں؟ جناب والا کیا ایسے لوگوں کو ہمارے فلاحی ادارہ جات و تنظیمات کا حصہ ہونا چاہیئے؟ سائل کبھی بھی اساتذہ کرام کے خلاف محاز آرائی نہ کرتا لیکن ادارہ کی نظریاتی ساکھ کو شدید نقصان پہنچایا جا رہا ہے اور سماجی نوعیت کے اِن مسائل کے حوالے سے بدقسمتی سے سائل کی محاز آرائی اپنے اساتذہ کے ساتھ ہوگئی ہے۔ اور اِس محکمہ میں بالخصوص کوئی میرا اُستاد بن کر اور کوئی کسی اور شکل میں میرے محسن بن کر مجھے ایسی ایسی اذیتیں پہنچانا اپنا حق اور فرضِ منصبی سمجھتا ہے اور اِس کے خلاف ذرا سا بھی ردِعمل کو جُرم قرار دیتا ہے۔ جناب والا جب یہ ادارہ جات نہیں تھے تو ۱
تب تو ہم نے صبر شکر کیا ہوا تھا کہ ہم نابینا اور دوسروں سے کم تر ہیں اور بینا لوگ ہم سے آگے ہیں اور ہم بالکل اُن جیسے نہیں ہیں بلکہ ہمارے اور اُن کے درمیان فرق ہے۔ لیکن اب تو یہ احساس دلایا جا رہا ہے کہ سائل اپنے دیگر نابینا ساتھیوں جیسا بھی نہیں ہے۔ کیا یہ بات مزید احساس کمتری اور احساس مرحومی کا باعث نہیں؟ لہذا یا تو ایسے لوگوں کو ہمارے اِن فلاحی ادارہ جات میں نہیں ہونا چاہیئے یا پھر سرے سے ہمارے اِن نام نہاد فلاحی ادارہ جات ہی کو نہیں ہونا چاہیئے۔

لعنت ہو ایسے اداروں پر۔ آگ لگے ایسے اداروں کو۔

جب علی زمان صاحب کا مذکورہ رویہ انکوائری افسر کے سامنے ذکر کیا گیا تو نہ صرف اُس بے حس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی بلکہ علی زمان صاحب نے بھی ایسی باتوں کو محض ہنسی مذاق، کھیل تماشے اور گپ شپ سے تعبیر کیا۔ یہ بھی کہا کہ یہ تو محض گپ شپ ہے۔ کیا یہ کوئی گپ شپ ہے؟ کیا وہ حلفاً میرے باتوں کی تردید کر سکتے ہیں؟

جیسا کہ آج کل روایتی طور پر پھر سائل کو اِن لوگوں کی طرف سے طعنہ زنی کا سامنا ہے اور آج کل ہماری سٹاف ممبر لبنہ بی بی کے حوالے سے سائل کو طعنو تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ لڑکیاں ہمیں پسند کرتی ہیں تمہیں نہیں۔ جناب والا کون کہتا ہے کہ یہ رویہ ایکشن ایبل نہیں؟ یہ تو یہ لوگ سائل کو اِس قدر احساسِ کمتری وغیرہ میں مبتلا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ صرف معذور بلکہ غیر معذور لڑکیاں بھی ہمارے پیچھے بھاگتی ہیں اور تم سے ہر کوئی جان چھڑاتا ہے۔ اور قانون ہر کسی

رویہ اور گھٹیا کردار کو بدلنے کے لئے بھی کوئی نوٹیفکیشن جاری نہیں کر سکتے تو کہتے ہیں یہ تمارا ذاتی معاملہ ہے حالانکہ سائل اُن تمام تکالیف کو ریکارڈ کا حصہ بناتا رہتا ہے جو اِن لوگوں کی جانب سے اِسے پہنچ رہی ہیں اور ماضی میں جب سائل کے خلاف کسی کو مذکورہ زہر والا ایشو نہیں ملا تھا تو یہ ایشو بنا دیا گیا تھا۔ چونکہ سائل کی شادی نہیں ہو رہی اور سائل مختلف نفسیاتی مسائل وامراض اور احساسِ کمتری وغیرہ کا شکار ہو کر اِن کے خلاف بے جا درخواست بازی کرتا ہے حالانکہ اگر سائل کی شادی نہیں ہو رہی تو اِس میں ہمارے کیا قصور یا کیا کردار ہے؟ اِس پر سائل نے انہیں بھرپور جواب دیتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ سائل کی ایک مقدس جدوجہد کو ایسے گھٹیا ہتھکنڈوں کے ذریعے بدنام نہ کیا جائے نیز یہ بھی بتایا کہ اِن کا کیا قصور یا کیا کردار ہے۔؟

جنابِ والا! یہ آپ (محکمہ) نے ہی ذمہ داری لی تھی کہ آپ معذور افراد کو نارمل زندگی میں لاکر بلکُل دوسروں کے شانہ بشانہ چلائیں گے اور جب کوئی اِس طرف آپ کی توجہ دِلاتا ہے کہ آپ اِس کے برعکس کر رہے ہیں یا فلاں فلاں حوالوں سے آپ کے کام میں کوتاہی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اُس کا ذاتی مسئلہ ہے؟ حالانکہ باہر کے لوگوں کی بنسبت اپنے نابینا فرد اور ملازم کی فلاح و بہبود اور بحالی پر میرے زیادہ حق ہے۔ چنانچہ آپ کو پالیسی سازی میں اپنا کردار ادا کرنے کے علاوہ میرے ملزمان کو سزا دلوانے میں بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ خصوصاً اُن لوگوں کو جو ہمارے ہی محکمہ کے لوگ ہو کر نہ صرف ہم سے نفرت کرتے ہیں یا ہمیں بے غیرتی والی زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں اور خصوصاً وہ لوگ جو نا صرف ہماری کمیونٹی اور فلاحی ادارہ جات وتنظیمات کے لوگ ہیں بلکہ ہمارے نمائندہ گان اور رہنما ہونے کے تابعدار ہیں۔

یہ آپ ہی نے ذمہ داری لی تھی کہ آپ ایک جیسے معذور افراد کو ایک جیسے اداروں میں اکٹھا کر کے اُنہیں ایسا ماحول فراہم کریں گے کہ یہ لوگ احساسِ کمتری / احساس مرحومی کا شکار بالکل بھی نہ ہوں اور اپنے آپ کو نابینا سمجھنا ہی چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو بلکُل دوسروں کی طرح محسوس کریں لیکن صورت حال اِس کے برعکس ہے کہ دوسرے لوگوں کیطرح درکنار علی زمان صاحب جیسے لوگ بھی اور تو اور سائل کو نابینا لوگوں اور اپنے جیسا سمجھنے کو بھی تیار نہیں۔ صرف ایک مرتبہ کہیں بھول کر سائل سے اِس کی شادی سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہ اُٹھے کہ تم بھی تو ہماری ہی طرح کے نابینا ہو کوئی خاص قسم کے نابینا تو نہیں ہو۔ اگر ہماری شادیاں ہو سکتی ہیں تو تمہاری کیوں نہیں؟ اِس پر میں اُن کا شکر گزار ہوں کہ وہ واحد نابینا ہیں جنہوں نے اِس محکمہ میں 29 سالہ طالب علمی اور ملازمت کے تجربہ کے دوران صرف ایک مرتبہ یہ جملہ کہہ کر میرے حوصلہ افزائی کی۔ ورنہ مجھے ہمیشہ دوسروں سے مختلف ٹریٹ کیا جاتا ہے، خصوصاً شادی کے معاملہ میں۔ جنابِ والا! آپ اور میرے سمیت ہم سب یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ کین ورکر ارشد مرحوم کی شادی میں ہمارے سٹاف اور متعلقہ انچارج کا کیا کردار تھا۔ اُس کی بحالی کو تو اپنا فرض سمجھا گیا اور میرے بحالی کو محض میرا ذاتی مسئلہ اور محکمہ سے غیر متعلقہ قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ ارشد کتنا جاہل شخص تھا یہ بھی سب جانتے ہیں۔ اکثر طلباء اُسے نماز کا سبق اور کلمہ وغیرہ پوچھ کر تنگ کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر بھی سائل کی درخواستوں میں بارہا آتا رہا لیکن کسی نے اِس کے خلاف انکوائری نہ کی کہ اتنا جاہل شخص کیسے میٹرک کی بنیاد پر کین ورکر کی پوسٹ پر بھرتی ہو کر سرکاری خزانہ کو نہ صرف خود لوٹتا رہا بلکہ اب اُس کا خاندان بھی اُس کی پنشن سے مستفید ہو رہا ہے۔ جنابِ والا! لوٹتے چلے جایئے، لوٹتے چلے جایئے!! یہ سرکار کا مال ہے کونسا آپ کسی کو اپنی ذاتی جیب سے نواز رہے ہیں ۔ مالِ مُفت دلِ بے رحم !!" لیکن لوگوں پر اِس کا بھی احسان جتلاتے رہیئے !۔۔

زندگی کو دفتر ریکارڈ کا حصہ بنائے بلکہ یہ ایک سماجی اور معذور افراد کی بحالی کا مسئلہ ہے جس کے لئے سائل نے خود کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ جب محکمہ نے سائل کے خلاف کچھ کرنا ہو تب تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ سائل کے ذاتی مسائل ہیں مگر جب سائل ایسے مسائل کو اُجاگر کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ ہمارے محکمہ نے کیوں معاشرہ کے سامنے ہار مان لی اور کیوں اپنی شکست تسلیم کر لی؟ آخر سائل کی ذاتی بحالی بھی تو محکمہ کا فرض تھا اور جیسا کہ حکومت نے ہر کام اور ہر شعبہ کو مختلف ادارہ جات میں تقسیم کر رکھا ہے اور ہماری فلاح و بہبود کو محکمہ ہذا کے سپرد کیا ہے۔ یہاں دیگر لوگ اپنی ذاتی نوعیت کی شکایات لے کر آجاتے ہیں اُنہیں تو نہیں کہا جاتا کہ یہ اُن کے محض ذاتی مسائل ہیں اور صرف سائل ہی کی بار یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارے ذاتی مسائل ہیں انکا محکمہ سے کوئی تعلق نہیں لیکن جب سائل کی پگڑی اُچھالنی ہو تو پھر وہ مسائل جن کا واقعی محکمہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا اُن کو خواہ مخواہ اُچھالا جاتا ہے اور پھر محکمہ سے یوں اِن باتوں کا تعلق بن جاتا ہے کہ یہ محکمہ تو ہماری فلاح و بہبود کے لئے ہے نہ کہ ہمیں مزید برباد یا ذلیل و خوار کرنے کے لئے۔ جناب والا! جیسا کہ آپ نے گزشتہ دنوں یہ بتایا تھا کہ محترم جناب DO صاحب کے پاس گزشتہ دنوں ایک عورت اپنے گھر کی شکایات لے کر آئی تھی اُسے تو نہیں کہا گیا کہ یہ تمہارے ذاتی مسائل ہیں اِن کا محکمہ سے کیا تعلق۔ نیز جناب والا چائلڈ پروٹیکشن کے مسائل ہوں یا دارالامان کے جس طرح انہیں سماجی مسائل کی حیثیت سے ٹریٹ کیا جاتا ہے اس طرح نابینا/معذور افراد بالخصوص میرے مسائل جن کا تعلق ہماری سماجی بحالی اور معاشرتی تبدیلی سے ہے کیوں محکمہ ہذا کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے؟ اِن سے تو یا آپ لوگ On the record اظہار لاتعلقی کر لیتے ہیں یا پھر سائل کے خلاف بطور ہتھیار انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ جناب والا! ذیل کی تفصیلات سے سائل کی شادی بیاہ سے متعلق درخواست جو گزشتہ دنوں DPO صاحب کو لکھی گئی اور آپ سمیت دیگر حکام بالا کو نقول ارسال کی گئیں۔ درخواست ہذا سے اِس کا تعلق بالکل واضح ہو جائے گا۔

جناب DPO صاحب و دیگر پولیس حکام کے ذمہ چونکہ امن و امن قائم رکھنے اور افراد معاشرہ کو جرائم سے روکنے کی ذمہ داری ہوتی ہے اور جرم ہر وہ فعل ہے جو ریاستی مفادات کے خلاف ہو یا جس سے ریاست منع کرے۔ چنانچہ درخواست مذکورہ بالا میں فوجداری/قابل دست اندازی جرائم کی نشاندہی کر کے ملزم یا ملزمان کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا گیا تا کہ وہ قانون کی گرفت سے نہ بچ سکیں اور کوئی اور جرم سرزد ہونے سے پہلے ہی اُنہیں قانون کی گرفت میں لایا جا سکے۔

جناب والا! اگر کسی عورت پر گھریلو یا کسی بھی قسم کا جسمانی یا ذہنی تشدد ہو تو وہ تو فلاحی اداروں کا مسئلہ ہوتا ہے اور سجاد کا مسئلہ محض اُس کا ذاتی ہوتا ہے؟؟ جناب والا! اگر ایک معذور کو اُس کے معاون آلات مثلاً ایک نابینا کو سفید چھڑی نہ ملے یا بریل کتب وغیرہ نہ ملیں یا کسی سے اُسے کوئی خطرہ لاحق ہو یا کوئی اُس پر زیادتی کرے تو کیا یہ محض اُس فردِ واحد کا ذاتی مسئلہ ہے؟ جناب والا! یوں تو آپ لوگ بڑے فخر سے ہر ایک کو بتاتے پھرتے ہیں کہ آپ نے فلاں فلاں معذور کی بحالی کے لئے کام کیا اور وہ شادی شدہ اور اُس کے اتنے بچے ہیں تب تو یہ اُس کا ذاتی مسئلہ نہیں رہتا۔ لیکن جب کوئی اس طرف آپ کی توجہ دلائے کہ آپ یعنی حکومتی لوگوں کے غیر ذمہ دارانہ اور مبنی بر غفلت رویہ کے باعث فلاں کی زندگی متاثر ہو رہی ہے یا متاثر ہو چکی ہے اور آپ معذور افراد کی اجتماعی بحالی کے لئے فلاں فلاں اقدامات کر سکتے تھے جو آپ نے نہیں کیئے تو کیا یہ اُس کا ذاتی مسئلہ بن جاتا ہے؟

کیا جس سوچ کی نشاندہی درخواست مذکورہ بالا میں کی گئی آپ اپنے محکمہ کے لوگوں کی سوچ اور ان کے اس منفی

جناب والا! ازدواجی زندگی کے حوالے سے اِن کی سوچ کس قدر گھٹیا اور منفی ہے جس حوالے سے سائل نے اپنی گزشت تحاریز میں بھی بات کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ لوگ اپنے زیر سایہ / زیر تربیت افراد کو ریاست اور اِس کے قانون سے انتہائی بدزن اور متنفر کر کے بغاوت پر اُکساتے اور مجبور کرتے ہیں جو کہ سائل نے گزشتہ دنوں اپنی آخری درخواست بنام DPO ایبٹ آباد جس کی نقل جناب کو بھی مورخہ 19-03-2021 کو ارسال کی اور اِن تمام حُکام جن کو درخواست مذکورہ زیرعنوان <u>"سائل کو ریاست اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے خلاف بغاوت اور دشمنی پر اُکسایا/مجبور کیا جارہا ہے"</u> کو ارسال کی اِن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

۱۔ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785823
۲۔ ڈی آئی جی پولیس ہزارہ، ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785819
۲۔ آئی جی پولیس خیبر پختونخواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785818
۳۔ چیف سیکرٹری خیبر پختونخواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785833
۴۔ صدر PAB ضلع، ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785824
۵۔ سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ فاردی بلائنڈ، ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785813
۶۔ DO سوشل ویلفیئر، ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785820
۷۔ ڈائریکٹر محکمہ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم خیبر پختون خواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785815
۸۔ سیکرٹری زکوٰۃ عشر سماجی بہبود خصوصی تعلیم و ترقی خواتین خیبر پختونخواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785829
۹۔ وزیر برائے زکوٰۃ عشر سماجی بہبود خصوصی تعلیم و ترقی خواتین حکومت خیبر پختونخواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785830
۱۰۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785828
۱۱۔ گورنر خیبر پختون خواہ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785812
۱۲۔ وزیر برائے انسانی حقوق حکومت پاکستان، اسلام آباد، زیر رسید نمبر RGL58785835
۱۳۔ وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد، زیر رسید نمبر RGL58785825
۱۴۔ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد، زیر رسید نمبر RGL58785832
۱۵۔ جوڈیشل مجسٹریٹ، ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785831
۱۶۔ ڈسٹرکٹ / سیشن جج ضلع، ایبٹ آباد، زیر رسید نمبر RGL58785836
۱۷۔ چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ، پشاور، زیر رسید نمبر RGL58785826
۱۸۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، اسلام آباد، زیر رسید نمبر RGL58785834
۱۹۔ ڈائریکٹر جنرل سپیشل ایجوکیشن، اسلام آباد، زیر رسید نمبر RGL58785827
۲۰۔ وزیر برائے قانون حکومت پاکستان، اسلام آباد، زیر رسید نمبر RGL58785835

جناب والا! یہ کوئی سائل کا محض ذاتی معاملہ نہیں تھا اور نہ ہی سائل اتنا پاگل اور بے وقوف ہے جو محض اپنی ذاتی

زمان صاحب نے بہانہ کر کے پوچھا کہ "جناب! کیا میں اپنی پاکٹ فریم لینے جاؤں؟؟" اُنہوں نے پوچھا کہ پہلے کیوں نہیں لے کر آئے؟ تو اُنہوں نے بہانہ کیا کہ الماری میں بھول آئے ہیں اور پوچھ کر کہ طالبعلم کی والدہ کہاں بیٹھی ہے؟ الماری کی طرف گئے اور دانستہ طور پر الماری کو ٹھوکر لگا کر پاس بیٹھی مذکورہ خاتون کو زور سے اُس کے پستانوں سے پکڑتے ہوئے با آواز بلند گویا ہوئے "سوگ دے؟" (کون ہے) وہ عورت جتنی زور سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتی اتنے ہی زور سے یہ اُسے دبوچنے کی کوشش کرتے اور آگے کا حال سائل کو معلوم نہیں۔

علی زمان صاحب نے برے درحلے سے انکوائری افسر کے سامنے کہا کہ ہمارے خلاف تو یہ 78,78،76,76 صفحات لکھتا ہے لیکن جس دن ہم نے یہ صفحات لکھے تو اِسے پتہ چلے گا۔ ہم بھی اِس کے خلاف سینکڑوں صفحات لکھ سکتے ہیں مگر کسی وجہ سے چپ ہیں۔ لیکن اب ہم لکھیں گے۔ جن کا سائل ابھی تک منتظر ہے۔

اِنہوں نے ایک بار پھر سائل کو کرسیوں کا کام نہ آنے کی بات چھیڑی تو سائل نے کہا کہ آپ نے مجھے چیلنج کیوں نہیں کیا تو اِس پر اُنہوں نے اپنی بدعنوان اور قابل مذمت سوچ کا اظہار کرتے ہوئے جو کہ پہلے دن تولا جواب ہو گئے تھے ،دوسرے دن حاضر جوابی سے کہا "چیلنج اس لئے نہیں کیا کہ ہمارا نابینا بھائی کہیں اڑ جائے" یعنی اگر بینا غلط ہو تو چیلنج ایبل اور نابینا غلط ہو تو خیر ہے۔ اور دعوے یہ ہیں کہ یہ لوگ معاشرہ کی اِس روائتی سوچ کو بدلنے کے لئے کام کر رہے ہیں! نیز نابینا اگر اِنہیں چیلنج نہ کریں تو خیر ہے اور اگر چیلنج کریں تو اِس سے بُرا انسان کوئی نہیں؟

15۔ جناب والا! ایک طرف تو ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں دوسروں کے شانہ بشانہ چلانے کی بات کی جاتی ہے تو دوسری طرف ہمیں یہ درس دیا جاتا ہے کہ آپ کا سرکاری ملازمتوں کے بغیر کوئی مستقبل نہیں اور آپ کو مجبوراً سرکاری نوکری کرنا پڑے گی۔ وہ بھی عموماً کسی نابیان سکول میں زیادہ سے زیادہ ایک مدرس کی پوسٹ پر، ورنہ آپ کی شادیاں بھی نہیں ہونگی۔

جب اخبار میں سائل سے منسوب ایک آرٹیکل شائع ہوا تھا تو علی زمان صاحب نے اِس موقع پر سائل کو ڈراتے ہوئے کہا تھا کہ "کبھی کبھی پکوڑا تلتے ہوئے اپنا ہاتھ بھی جل جاتا ہے" نیز اُنہوں نے سائل سے کہا کہ "اگر تمہاری کچھ مجبوریاں تھیں اور تم سرکاری ملازم بھرتی ہوئے تو میری بھی کچھ مجبوریاں تھیں"۔

جناب والا! اِن کی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ اِن کے خیال میں سرکاری ملازمت کے بغیر اِنہیں کوئی بینا رشتہ ملنا ممکن نہیں۔ چنانچہ یہ لوگ سڑکیں بند کر کے دھرنہ دے کر نارہ لگاتے ہیں کہ:

"ساڈی اے مجبوری اے

نوکری لینڑی ضروری ہے" (ہماری یہ مجبوری ہے،،، نوکری لینی ضروری ہے)

اِن کی ایسی کیا مجبوری ہے یہ تو بیچارہ شرماتے ہیں اور کُھل کر نہیں بتا سکتے لیکن سائل آپ کو بتاتا ہے:

"اِن کی یہ مجبوری ہے آنکھ والی چھوکری لینی ضروری ہے،

جس کے لئے سرکاری نوکری ضروری ہے"

"تمہاری یہ مجبوری ہے، آنکھ والی چھوکری لینی ضروری ہے،

جس کے لئے سرکاری نوکری ضروری ہے"

اذیت پہنچاتے ہوئے مثالیں پیش کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو پولیس نے اتنا مارا کہ اُس کی فلاں ہڈی ٹوٹ گئی، فلاں ہڈی باہر آ گئی وغیرہ وغیرہ تو اُس نے اپنا جرم نہیں مانا یعنی یہ لوگ میرے اُن حقوق کو تسلیم نہیں کرتے جو قانون مجھے عطا کرتا ہے۔

بہر حال میرے بری ہونے کے بعد بھی بس نہ کی گئی اور مخالف وکیل کے اصرار پر اور میرے بھی بہترین مفاد میں عدالت نے The Nove انکوائری کا حکم دیا جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے نئے سرے سے انکوائری شروع کی جائے اور پرانی غلطیاں پھر نہ دہرائی جائیں مگر انکوائری افسر سپرنٹنڈنٹ عادل صاحب کے ہمراہ میرے خلاف وہی پرانا ریکارڈ دینے کے لئے تھانہ پہنچ گیا تو سنا ہے کہ وہاں سے بھی اُسے یوں منہ کی کھانی پڑی کہ پولیس نے کہا کہ ہم نے تو اُس پر کیس بنایا تھا اور اقبال جرم بھی مگر عدالت نے اُسے بری کر دیا اب ہمارے ریکارڈ کی کیا حیثیت باقی رہ گئی ہے؟

بہر حال جب علی زمان صاحب جیسے لوگوں سے میرے خلاف کچھ نہ بن پڑا تو انہوں نے اخلاقی جوازات کے ذریعے سائل پر کیچڑ اُچھالنا اور اسے داغ دار کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ ہم اِس کے اُستاد ہیں حالانکہ غدار اور ملک و ملت کے دشمن اساتذہ کے ساتھ اُن کے لائق اور ہونہار شاگردوں کی تاریخ میں جنگیں بھی ملتی ہیں اور راشد منہاس شہید کا کردار بھی ہمارے سامنے ہے مگر راشد منہاس کی مثال پیش کرنے پر علی زمان صاحب نے اپنی طرف سے میرے تردید کرنے کے لئے کہا کہ راشد منہاس کے حال کی اصل حقیقت آج تک کسی کو بھی معلوم نہیں۔ یہ واضح نہیں کہ وہ پائلٹ جہاز کہاں لے جا رہا تھا اور اُس نے فضاء میں کس سے کیا بات کی؟ یہ تو انہوں نے میرے موقف کی مزید تصدیق و توثیق کی اور اِسے مزید مضبوط تر کر دیا کیونکہ جس کا جرم واضح نہیں تھا اُس استاد کو مارنے والا تو ہیرو! اور جن اساتذہ کے جرائم بالکل واضح ہیں اُن کے خلاف قلم اُٹھانے والا ولین/زیرو؟؟!!

بہر حال علی زمان صاحب نے اپنے پاس سے واقعات کو بڑھا چڑھا کر کہا کہ، کیا آپ آج جو ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں وہ وقت بھول گئے جب آپ چل بھی نہیں سکتے تھے؟ ہم نے آپ کی انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا آپ کی جو ناک بہہ رہی ہوتی تھی اور جو آپ کو بیماری تھی اُس کا تو ہم ذکر بھی نہیں کرنا چاہتے"۔ علی زمان صاحب نے اِس موقع پر بھی مجھے گالی دیتے ہوئے "بیٹے" کہہ کر مخاطب کیا جناب والا آپ کا شکریہ کہ آپ سائل کو "بیٹا" کہہ کر مخاطب فرماتی ہیں لیکن سائل جناب کے علاوہ یہ حق اور کسی کو بھی نہیں دینا چاہتا اور اِن کی گھٹیا ذہنیت کو خوب سمجھتا ہے۔ لہذا مہربانی فرما کر ان کی طرف سے سائل کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے پر پابندی لگائی جائے۔

علی زمان صاحب نے انکوائری افسر اور ایاز صاحب کے سامنے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ "ہم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ آپ کو کہیں کورٹ میں چیلنج کریں جو کچھ آپ نے ہمارے بارے میں لکھا ہے" واہ واہ واہ!! بڑے معزز لوگوں کی توہین ہو گئی، سبحان اللہ، سبحان اللہ!!۔

جناب والا علی زمان صاحب جو کہ بڑی عمر میں ادارہ ہذا میں بطور طالبعلم داخل ہوئے تھے اور ایاز صاحب کے ہم مکتب ہیں اِن کے متعلق گزشتہ دنوں ایاز صاحب سے پتہ چلا کہ ادارہ کا ایک سابق طالبعلم جس کا نام نہیں لینا چاہتا اپنی والدہ کے ہمراہ کمرہ جماعت میں بیٹھا کرتا تھا۔ ایاز صاحب کی بینائی اُس وقت قدر تیز تھی جنہوں نے علی زمان صاحب کو کان میں بتایا کہ فلاں طالبعلم کی والدہ بھی یہیں بیٹھی ہے تو جناب قاری سعد نور صاحب جو کلاس لے رہے تھے اُن سے علی

جھوٹی اور مبنی پر بدنیتی انکوائری ایک بار پھر سائل کو پھنسانے کے لئے کر رہے تھے اِن کا منہ کالا ہوا۔

جناب والا! کبھی کبھار ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی سے اِس قدر تنگ آجاتا ہے یا کسی اور مقصد کے لئے بھی پولیس تو کیا جج کے سامنے بھی نہ کردہ گناہ کا بھی اعتراف جرم کر لیتا ہے اور میرے سامنے کئی مرتبہ مجسٹریٹ صاحب نے ایک ایسے شخص کو بار بار باہر بھیجا اور کہا کہ ہمارے طرف سے آپ پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ جو بڑے فخر سے اعتراف کر رہا تھا کہ اُس سے گرینیٹ برآمد ہوئے اور جج صاحب نے پوچھا کہ کیا تم مانتے ہو؟ تو اُس نے بڑے فخر سے چھاتی تان کر اور زمین پر پاؤں مار کر کہا کہ "ہاں مانتا ہوں" مگر جج صاحب اُسے بار بار اپنا بیان یہ کہ کر تبدیل کرنے کے لئے باہر بھیج رہے تھے کہ ہمارے طرف سے آپ پر کائی دباؤ نہیں سوچ سمجھ کر بیان دیں اور دوسروں کو بھی نصیحت فرما رہے تھے کہ اِسے سمجھائیں۔

جناب والا! ARY TV کے ایک مارننگ شو جس کی میزبان صنم بلوچ ہوا کرتی تھیں میں ایک سینئر قانون دان نے پولیس سے کہا کہ آپ نے جو ملزم پکڑا ہے یا آئندہ جو ملزم پکڑیں تو جب تک اُس کا 164 کا بیان قلم بند نہ کر لیا جائے اُسے نہ تو کسی وکیل سے ملوائیں اور نہ کسی رشتہ دار سے اور نہ ہی اُسے ماریں پیٹیں اور نہ ہی کوئی دباؤ ڈالیں بلکہ بڑے پیار محبت سے اُسے مجسٹریٹ پر پیش کر کے جب تک اُس کا 164 کا بیان نہ ہو جائے کسی سے اُسے ملوا کر بیان بدلوانیں کا موقع ہر گز نہ دیں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے اور عارف قتل کیس میں بھی میں نے قاری سعد نور صاحب اور ایاز صاحب جیسے معزز لوگوں کی موجودگی میں DSP کو یہی تجویز دی تو ایاز صاحب نے مجھے بصد شکریہ بہت سراہا اور آئندہ کے لئے بھی اِس مقدمہ کے اُمور مجھے سونپ ڈالے لیکن جب ہم واپس جانے کے لئے گاڑی پر بیٹھے تو ایاز صاحب نے مجھے سراہانے کے ساتھ ساتھ اِس قانون کی بھی تنقیص کی مگر جب میں نے اُنہیں اِس کی منطق سمجھائی تو وہ مان گئے اور دوسروں کو بھی اِس نظریہ کا پرچار کرنے لگے۔

جناب والا! اب علی زمان صاحب جیسے ملزمان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہونا چاہئے اور نا قابل ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر کے باقی ماندہ ثبوت حاصل کرنے کیلئے اُن کا حسب ضرورت جسمانی اور عدالتی ریمانڈ بھی لیا جائے۔

دراصل ہمارے محکمہ کے لوگ اتنے باغی اور خودسر ہیں کہ کسی قانون کو بھی نہیں مانتے اور جس حوالہ سے سائل کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں خود اُس بات پر پورا اُترتے ہوئے ساری دنیا کو بے وقوف اور خود کو عقلمند ثابت کرتے ہوئے اور خصوصاً جس پارلیمنٹ وغیرہ نے قانون سازی کی ہوتی ہے سب سے زیادہ سیانے بن کر قانون کو ہی چیلنج کر ڈالتے ہیں اور میرے حوالے سے تاحال یہ پروپیگنڈا نابینا کمیونٹی میں جاری ہے کہ یہ جھوٹا ہے اور اگر یہ سچا ہوتا تو پولیس کے سامنے اپنا جرم کیوں مانتا۔ پولیس تو نابینا پر سختی کرتی ہی نہیں حالانکہ اِن کے ساتھ پولیس کا رویہ اور ہوتا ہے اور سائل کے ساتھ اور۔ نیز یہ جب سائل یہ بات کرتا تھا کہ پولیس کا رویہ نابینا افراد کے ساتھ امتیازی/مختلف ہوتا ہے تو اِسے نظر انداز کر دیا جاتا۔

جناب والا! سائل کے خلاف یہ پروپیگنڈا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ سائل کو محض نابینا پن کی وجہ سے رعایت ملی۔ حالانکہ قانون کسی کو بھی شک کی بنیاد پر ملزم سے مجرم بنا کر سزا نہیں دیتا اور ذرا سا بھی شک ہو تو ملزم کو بری کر دیا جاتا ہے تا کہ اُسے یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میرے ساتھ قانون و انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوئے مگر چونکہ پورے پاکستان میں سائل کو بدنام کر دیا ہے اور یہ لوگ اپنایا اپنے باپ کا قانون سمجھتے ہوئے بار بار پروپیگنڈا کر کے سائل کو شدید ذہنی

آپ سب نے عزت افزائی کی اُس کا بہت بہت شکریہ آپ نے مجھ سے قانونی مشورے مانگے تو میں نے اپنی معلومات کی حد تک نہ صرف آپ کو انتہائی اخلاص کے ساتھ پُر خلوص مشورے دیے بلکہ پولیس کے سامنے بھی یہ بات رکھی کہ آپ ملزم کی گرفتاری اور اُس کے نام نہاد اعتراف جرم کو بُنیاد بنا کر ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اِس کی جو قانونی حیثیت ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور پولیس نے بھی خود بعد ازاں اپنا یہی موقف اپنایا اور کہا کہ ہمارے سامنے تو ڈر کی وجہ سے ملزمان اعتراف جرم کر لیتے ہیں اور بعد میں مجسٹریٹ کے سامنے جب ضابطہ فوجداری کی دفعہ 164 کے تحت بیان دینے کی باری آتی ہے تو جج صاحب پولیس وغیرہ کو باہر نکال دیتے ہیں تا کہ ملزم پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو اور اُسے اپنے چیمبر میں بٹھا کر آرام اور تسلی سے چائے پلا کر ماجرہ دریافت کرتے ہیں اور اُسے سوچ سمجھ کر بیان دینے اور اپنے خلاف کوئی بھی بیان نہ دینے کا مشورہ دیتے ہیں اور قانون و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے یہ اُن کی قانونی ذمہ داری بھی ہوتی ہے کہ وہ مُلزم کو تمام نتائج سے آگاہ کریں۔ پھر اُس کے بعد بھی اگر ملزم اعترافی بیان دے جو کہ عام طور پر نہیں دیتا تو پھر اُس کی بڑی زبردست ویلیو ہوتی ہے اور یہ چیز کیس کو مضبوط بنا دیتی ہے۔

نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے پاس بھی جب کوئی شخص خود آ کر اعتراف جرم کرتا تھا تو وہ اُسے سزا سے بچانے کے لئے سمجھاتے اور اُس کے اِس اعترافی بیان کی بھی تاویلات فرماتے۔ جیسا کہ اسلامی سزاؤں کی ایک قسم ''حُدود'' کہلاتی ہے جن کے متعلق یہ حکم شرع ہے کہ بات بات پر شُبہ کر کے حُدود کو ساقط کر دیا کرو۔

سائل کے خلاف جو یہ ڈھنڈورا ہر فورم پر پیٹا جاتا رہا کہ اِس نے اعتراف جرم کیا ہے بالکل بے بُنیاد تھا اور اگر اِس بیان کی جو کہ زیر دفعہ CRPC 161 پولیس کے زیر نگرانی قلم بند کیا جاتا ہے اور جس پر ملزم کے دستخط بھی نہیں لئے جاتے تو اگر اِس کی کوئی قانونی حیثیت ہوتی تو عدالتیں اِس بات کو اہمیت کیوں نہ دیتیں؟ اگر عدالتوں کو آپ کی اِس سوچ سے اتفاق ہوتا تو کیا یہ بات عدالت کو معلوم نہ تھی کہ اِس نے پولیس کے سامنے بیان دیا ہے؟ چنانچہ جب سروس ٹریبونل نے سائل کی اپیل جس کا **نمبر 219/17 اپیل عنوان سجاد بنام سرکار** تھا سماعت کے لئے منظور ہوئی تو محکمہ کو نوٹس جاری کرتے وقت جج نیاز صاحب نے جو مقدمہ کی سماعت فرما رہے تھے سائل سے پوچھا کہ کیا آپ کا مجسٹریٹ کے روبرو بیان بھی ہے؟ تو سائل نے نفی میں جواب دیا جس پر جج صاحب نے استفسار کیا کے پھر یہاں لکھا ہوا جو ہے؟ تو سائل نے گزارش کی کہ یہ لوگ 161 کے بیان کو اعترافی بیان قرار دے رہے ہیں۔ تو اُنہوں نے فرمایا ''اچھا اچھا اچھا'' چنانچہ انکوائری افسر یہ بات سن کر مطمئن ہو گیا۔

یہ تو اُس روز کا واقعہ ہے جب انکوائری افسر نے مورخہ 11-08-2020 کو ہم فریقین کو پہلی سماعت کے موقع پر آمنے سامنے بٹھا کر ضابطہ دیوانی 1908ء کے مطابق جرح کا موقع دیے بغیر الگ الگ سُنا مگر جس روز ہمیں آمنے سامنے بٹھایا مگر بیانات حسب ضابطہ قلم بند نہ کیئے اُس روز اُن کی مزید تسلی کے لئے سائل نے یہ بھی بتایا کہ عدالت نے ایک کیس کی سماعت کے دوران مجھے معلوم ہوا کہ اب تو پولیس نے 161 کے بیانات قلم بند کرنے ہی چھوڑ دیے ہیں۔ نیز ایسے بیانات جن کی نہ تو کوئی ویڈیو ہو اور نہ ہی اُن کی بنیاد پر کوئی ثبوت ہاتھ لگا ہو محض دباؤ میں آ کر دیئے گئے بیانات کی کوئی قانونی حیثیت نہیں خواہ ایسے بیانات پولیس تو کیا سپریم کورٹ کے روبرو ہی کیوں نہ دیئے جائیں! جیسا کہ آسیہ مسیح کیس میں سپریم کورٹ کے ریمارکس تھے۔ چنانچہ محکمہ کی ماں مر گئی اور یہ لوگ جو بڑے دڑلے سے منصوبہ بندی کر کے

بعد کی بات تھی لیکن جو شخص پہلی ہی سے دُکھی ہوا اُسے مزید دُکھی کر کے اُس کے زخموں پر مزید نمک چھڑکنا ہرگز مناسب نہیں اور اِس سے مجرمان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے تو جناب والا جب سائل پہلے ہی سے اِتنا دُکھی جو اِسی بناء پر اپنے ذاتی دُکھ بھی بیان کرتا رہتا ہے جسے محض دروغ گوئی اور افسانہ نگاری سے تعبیر کر کے سائل کے زخموں پر نہ صرف یہ کہ مزید نمک چھڑکا جاتا ہے بلکہ مزید مظلوم ہونے کے باوجود حکومتی ارکان تک کی طرف سے سائل کو غلط کہا جاتا ہے تو کیا یہ سائل پر زیادتی اور ملزمان اور مجرمان کی مزید حوصلہ افزائی نہیں؟

پہلے مذکورہ قیصر رحمان صاحب بلکہ مذکورہ انکوائری افسر بھی یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ سائل پر اپنے خاندان کی جانب سے بھی بے پناہ ظلم وزیادتیاں ہو رہی ہیں۔ بہر حال سائل نے انکوائری افسر کی توجہ اِس طرف اُس وقت دلائی جب اُنہوں نے بھی روایتی طور پر سائل کی دُکھتی رگ کو مزید چھلنی کرتے ہوئے پوچھا کہ ''اچھا آپ کے جو گھر میں جھگڑے رہتے ہیں اُن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' اگرچہ سائل نے اُنہیں بہت سمجھایا کہ یہ سائل کا نجی معاملہ ہے اور اِس سے آپ کا یا کسی کا کیا تعلق؟ اگر کوئی تعلق ہے تو وہ یہ کہ محکمہ سماجی بہبود خصوصی تعلیم کی خصوصاً معذور بلخصوص نابینا ادارہ جات وکمیونٹی کو میرا ساتھ دینا چاہئے نہ کہ مجھ پر زیادتی کرنے والے خاندان کا اور عمومی طور پر گھروں میں جھگڑے تو سب ہی کے ہوتے ہیں آپکے بھی ہوتے ہونگے؟ کون سے وہ دو برتن ہیں جو اکھٹے رکھے ہوں اور آپس میں کبھی بھی نہ ٹکرائیں۔ کونسی اولاد ہوگی جسے کبھی بھی ماں باپ کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو؟، کونسے دو میاں بیوی ہونگے جن کا کبھی بھی آپس میں جھگڑا نہ ہوتا ہو دنیا میں کونسے دو ایسے افراد ہونگے جن کی مکمل طور پر آپس میں ذہنی مطابقت پائی جاتی ہوگی؟

سائل نے کہا کہ اُنہیں تو ایسی بات کرتے ہوئے اس لئے بھی شرم آنی چاہئے کہ اِن کا تو یہ دعویٰ ہے کہ جن خاندانوں میں معذور افراد کے ساتھ ظلم وزیادتی کر رویہ برتا جاتا ہے یہ اُن معذور افراد کی دادرسی کرتے ہیں حالانکہ یہ ہمارے دُکھوں میں مزید اضافہ کا باعث ہیں۔ جیسا کہ سائل نے بار بار اپنی تحاریر میں یہ عرض کیا ہے کہ سائل سمیت گھر میں اِس کے کُل 7 بہن بھائی ہیں جن میں سے 3 بھائی اور 4 بہنیں ہیں، جن میں سے ہم 4 بہن بھائی یعنی 2 بھائی اور 2 بہنیں نابینا ہیں اور 1 بہن عدم توجہ ہی کے باعث نابینا ہونے کے علاوہ ذہنی طور پر بھی معذور ہوگئی اور اب وہ خاندان پر ایک بوجھ ہے۔ بہر حال ہم 4 بہن بھائیوں کو خاندان یا معاشرہ کا حصہ ہی نہیں سمجھا جاتا اور یہ قرار دیا جاتا ہے کہ ہمارے والدین کے صرف 3 بچے ہیں یعنی 1 بھائی اور 2 بہنیں جو کہ بینا ہیں اُنہیں ہی صاحب وجود یا خاندان وغیرہ کے ارکان تصور کیا جاتا ہے۔ کیا ایسے لوگوں کا ساتھ دیتے ہوئے اِنہیں شرم نہیں آتی؟

انکوائری افسر نے پوچھا کہ اِس کا کوئی "proof" (ثبوت)؟ تو سائل نے کہا کہ انشاء اللہ وہ خود مانیں گے تو انکوائری افسر نے کہا یہ کیا ثبوت ہوا؟ سائل نے کہا کہ اِس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ مخالف خود ہی اپنے خلاف موقف کو سچا تسلیم کرلے؟ نیز میرے متعلق بھی تو آپ بار بار پولیس کے سامنے نام نہاد اعتراف جرم کا حوالہ دیتے ہیں اور اِسے میرے خلاف ایک ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ایاز صاحب کا شکریہ کہ اب پولیس کے سامنے زیرِ دفعہ 161 ضابطہ فوجداری اعتراف یا بیان کی قانونی حیثیت کے متعلق خود اُنہیں بھی یہ بات سمجھ آگئی ہے اور خصوصاً عارف کشمیری مرحوم کے قتل کیس میں جو میرا کردار رہا اور جو میرے

ہو چکی تھی اور رات ہو رہی تھی۔ انکوائری افسر کو چارسدہ جانے کی جلدی تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ میرے پاس یہاں رہنے کیلئے مزید کپڑے بھی نہیں اور میں روز روز چارسدہ سے نہیں آسکتا۔

جناب والا سائل نے تو اپنے زمانہ طالبعلمی میں غسل خانہ میں جا کر نہانے کے بہانے الحمداللہ مشت زنی نہیں کی تھی۔ سائل تو بہت چھوٹی عمر میں یہاں داخل ہوا تھا اور تجمل وغیرہ کے شکریہ کہ اُنہوں نے گواہی دی کہ سائل لڑکپن میں بہت مذہبی تھا اور خالد صاحب نے بھی کہا کہ یہ شخص بدکردار ہرگز نہیں ہے لیکن جیسا کہ پہلے تفصیلات گزچکیں کہ علی زمان صاحب بری عمر میں جبکہ وہ داڑھی منڈھواتے تھے ادارہ میں آئے اور ایاز صاحب بتاتے ہیں کہ یہ غسل کرنے کے بہانے غسل خانہ میں جا کر بہت زیادہ مشت زنی کرتے اور نیاز واٹرمین اِن کی اِس حرکت کو کہیں نہ کہیں سے دیکھ لیتا اور ایاز صاحب کو آکر بتاتا کہ اِن کا تو سارا جسم نہایت کالا ہے اور یہ انتہائی کالے عضوتناسل کو لے کر بہت سخت مشت زنی کرتے ہیں۔

ایاز صاحب نے بتایا کہ ہمیں سینئر طالبعلم ہونے کے ناطے ماسٹربیشن سمیت جملہ برائیوں میں مبتلا کرنے والا شخص یہی تھا۔ کئی عورتوں کے ساتھ اِن کا معاشقہ تھا اور یہ بانسری بجا کر اور رومال میں چھپا چھپا کر اُنہیں تحائف دے کر اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے۔ علی زمان صاحب کا اپنا یہ کہنا ہے کہ "میں تو مذہب کی طرف آیا ہی نابینا ہونے کے بعد ہوں۔ میں نے اُس کے بعد ہی نماز پڑنی شروع کی تھی"۔

14۔ موصوف نے مجھے انکوائری افسر کے روبرو دورانِ گفتگو گالیاں بھی دیں جن کی طرف بھی میں نے انکوائری افسر کی توجہ دلائی جسے نظرانداز کر دیا گیا۔ اُنہوں نے کہا کہ "آپ تو بے نسلے ہیں" ایاز صاحب کا شکریہ کہ اُنہوں نے جناب کے سامنے اِس بات کی بھی تصدیق کی۔ مزید براں اُنہوں نے کہا کہ "او یار آپ تو ایسے بے نسلے ہیں کہ جس نے آپ کو بھرتی کروایا اور جنہوں نے آپ کو پیدا کیا اُن پر بھی تھوکتے ہیں" حالانکہ آپ سب یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ یہ بات سائل کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہے اور سائل کا ہمیشہ یہی موقف رہا ہے کہ ایسی باتیں کرنا اِن فلاحی ادارہ جات وتنظیمات کے اغراض و مقاصد اور نظریات کے سراسر منافی ہے جس بناء پر بھی اِنہیں یہاں ملازمت کرنے کا کوئی حق نہیں۔

جناب والا جیسا کہ چیف سیکرٹری آفس اور نہ جانے کہاں کہاں اِن لوگوں نے سائل کی ذاتی معاملات کو اُچھال رکھا ہے اور جیسا کہ سائل نے تفصیلاً اپنے چارج شیٹ کے جواب میں بیان کیا تھا کہ اِن لوگوں نے غالباً ڈائریکٹر PMDU چیف سیکرٹری آفس جناب قیصر رحمان صاحب تک بھی یہ باتیں پہنچائی ہوئی ہیں اور اُنہوں نے بھی سائل کے گھریلو مسائل کے حوالے سے سائل کی شدید کردارکشی اور سائل کو شرمندہ کرنے کی کوشش کی مگر والدام کا شکریہ کہ اُنہوں نے میرا ساتھ دے کر اِن کا منہ کالا کیا۔

جناب والا گزشتہ دنوں جس عورت کے ساتھ گجر پورہ لاہور روڈ پر رات کے وقت زیادتی ہوئی جو کہ اکیلے سفر کر رہی تھی اگرچہ سائل اُس خاتون کے ذاتی معاملات سے تو واقف نہیں اور نہ ہی اِس پر کوئی تبصرہ کرنا چاہتا ہے لیکن شرعی لحاظ سے کوئی بھی عورت بغیر محرم کے اتنا طویل سفر رات کے انتہائی پہر میں نہیں کرسکتی اور CCPO لاہور نے اِس اسلامی تعلیم کی طرف میڈیا کی توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ خاتون گھر سے اکیلی نکلی اگرچہ CCPO نے مجرمان اور ملزمان کو پکڑنے سے یا پولیس کی ذمہ داریوں سے انکار نہیں کیا لیکن اِس کے باوجود ہر طرف شور مچ گیا کہ مظلوم کو غلط کیوں کہا؟ مشورہ دینا

حاضر ناظر جان کر صدق دل سے کعبہ کی طرف منہ کر کے نہا دھو کر مسجد میں کھڑے ہو کر قسم کھاتا ہوں تو جناب والا اگر جو میں قسمیں انہیں دیتا رہا انہوں نے محض تکیہ کلام کے طور پر انہوں نے کھائیں تو کیا یہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق حلف دے کر اپنے خلاف الزمات کی تردید کریں گے؟

بہر حال انکوائری افسر اوران سب کا زور اس بات پر تھا کہ تم صرف قسم کھا کر اپنے زہر والے الزام کو جھٹلاؤ اور باقی باتوں کو چھوڑ و اور سائل نے ایسا ہی کیا لیکن ایاز صاحب نے پھر بھی بس نہ کی اور کہا کہ کیا تم آیت مباہلہ کے بارے میں جانتے ہو؟ پھر اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے کہا کہ تم بھی اسی طرح حلف اٹھاؤ اور کہو کہ اگر میں نے زہر ملایا تو اللہ تعالیٰ مجھے تباہ کرے اور انکوائری افسر بھی خوش ہو کر بولا کہ بولو سجاد' اب کیوں چپ ہو گئے (حالانکہ سائل خاموش نہیں ہوا تھا) اور زہر بھی کوئی بھی ہو خواہ ہلکا پھلکا ہی کیوں نہ ہو' اسے گویا میرے خلاف ایک جواز مل گیا تھا اور وہ زور زور سے گرجنے لگا کہ یہ تو بات بات پر کہتا ہے کہ میں زہر دے دوں گا اس کی اپنی تحاریر میں جا بجا اس کا اعتراف ملتا ہے یہ کہہ کر اس نے مجلس برخواست کردی اور ایاز صاحب نے آخر میں پھر کہا کہ باقی باتوں کو چھوڑو (خواہ وہ اس سے زیادہ سنگین نوعیت ہی کی کیوں نہ ہو) صرف اس بات کی قسم کھاؤ میں یہ بات سن سن کر تنگ آ گیا ہوں کہ ہم نے پلین کر کے اسی پھنسایا ہے اگر ہم نے پلین کیا ہو تو اللہ تعالیٰ ہمیں تباہ کرے حالانکہ سارے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت سائل کو پھنسانے کے لئے مذکورہ مقدمہ زیر دفعات J 337 اور PPC 511 بنایا لیکن علی زمان صاحب نے مجھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ ہم نے تو آپ کو اپنے بھائی سمجھ کر اس معاملہ میں دلچسپی ہی نہ لی ورنہ ہم پولیس والوں کو پیسے دے کر آپ پر ایسی ایسی دفعات لگاتے کہ آپ کا پتا چلتا آپ پر تو دہشت گردی کی بھی دفعہ لگ سکتی ہے۔ جناب والا! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض سائل نے واقعی زہر ملایا ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے کس نے سائل کی درخواستوں پر کوئی کاروائی نہ کی اور کس نے سائل کو مایوس کیا انکوائری افسر کے رویہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسا کہ سائل نے یہ مؤقف اختیار کیا تھا کہ کیا کوئی جرم بغیر وجہ کے بھی ہوتا ہے تو وہ یہ قرار دینے چاہتا تھا کہ اس نے اعتراف کیا کہ چونکہ مجھے ان لوگوں کی جانب سے بہت تنگ کیا گیا اور کہیں میری شنوائی نہ ہوئی تو میں نے تنگ آ کر زہر ملا دیا اور وہ آخر میں بہت گرج گرج کر مجھ سے پوچھ رہا تھا ''ایکشن کاری ایکشن؟'' لیکن میں نے سوچا کہ تم ایک بار یہ لکھو تو سہی تم میتی بجے لگتے ہو اور اس بات پر اکتفاء کر کے وہ ایسا دفعہ ہوا کہ آپ تک اس کا کچھ بھی معلوم نہیں ان لوگوں کو اس سے کیا غرض کہ کون کیا کرپشن کر رہا ہے یہ کون سا کسی کو اپنی ذاتی جیب سے تنخواہ دیتے ہیں انہیں تو صرف اس شخص سے غرض ہوتی ہے جو ان کی کرپشن میں خلل ڈالے۔

13۔ جناب علی زمان صاحب نے چونکہ پہلے اپنے بیانیہ میں عدالتی کیس کے دوران یہ قرار دیا تھا کہ سائل میرا شاگرد ہے اور لڑکپن ہی سے اس کا چال چلن ٹھیک نہیں تھا حالانکہ سائل نے کبھی بھی احتراماً موصوف کے چال چلن کو کھول کر بیان نہیں کیا اور انکوائری افسر نے ان کے لڑکے کو اس وجہ سے بھی باہر نکالا تھا کہ اب ان کے چال چلن کو کھول کر بیان کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ اس نے نکالتے ہوئے آہستہ سے یہ بھی کہا ''ایسی باتیں ہونگی کہ۔۔۔۔۔'' لیکن اس کی بھی نوبت نہ آسکی اور چونکہ کیمرہ میں بھی ساری کاروائی ریکارڈ نہیں ہو رہی تھی اور سائل کو ان سے شدید جانی خطرہ بھی تھا اور شام بھی

باہم مقابلہ کروایا جائے تو؟؟۔

جب علی زمان صاحب کے پاس انکوائری افسر کے سامنے کوئی چارہ نہ رہا تو انہوں نے اپنی پرانی منطق بیان کرنا شروع کر دی:

"ملازمت اور سند کو چیلنج کرنے کے لئے ایک خاص مدت اور لمٹ ہوتی ہے ہم اس سے گزر آئے ہیں" جناب والا! پانامالیکز میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایسے ہربوں کو ٹیکنیکل جسٹس (تکنیکی انصاف) سے تعبیر کیا تھا۔

جہاں تک رہی ان کی یہ بات کہ ایک خاص مدت کے بعد انسان بھول بھی سکتا ہے اس سے کوئی چوٹ بھی آسکتی ہے اور وہ کسی دماغی عارضے میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے تو جناب والا! کیا باقی باتیں انہیں یاد رہتی ہیں وہ صرف اسی قسم کی باتیں بھول لیتے ہیں۔ نیز اگر اس کا دماغ اس حد تک خراب ہو چکا ہے تو وہ ملازمت کر کے دوسروں کا مستقبل کیوں برباد کر رہے ہیں؟

جب سائل کے خلاف کچھ کرنا ہو مثلاً یہ کہنا ہو کہ اسے کرسی بننے کا کام جس کے لئے یہ بھرتی ہوا نہیں آتا تب تو انہیں مخصوص مدت یاد نہیں آتی اور جب انہوں نے سائل کو بلیک میل کرنا ہو تو بہت پرانی بات بھی جاگ جاتی ہے جیسا کہ پہلی مرتبہ بشمول علی زمان صاحب جب میرے تبادلہ کی درخواست جملہ سٹاف کی طرف سے 2012ء یعنی میری بھرتی کے 4 سال بعد لکھی گئی تو انہوں نے کہا کہ اسے کرسیاں بننے کا کام نہیں آتا اور اب بھی بار بار یہی فرما رہے تھے حالانکہ کسی جرم کو اتنا عرصہ پوشیدہ رکھنا بھی ایک جرم ہے، بہر حال دھوکہ دہی ایک فوجداری جرم ہے اور سائل نے سینئر وکلاء سے سن رکھا ہے اور کئی عدالتی نظائر بھی ہیں کہ فوجداری مقدمات میں کوئی وقت کی قید اتنی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہوتی۔ بہر حال علی زمان صاحب جیسے لوگوں پر سوال اور اعتراض ضرور اٹھتا ہے کہ پہلے کافی عرصہ تک انہیں کسی کی نااہلی نظر نہیں آتی اور جب انہی کو چیلنج کرتا ہے تو پھر اس کی نااہلی انہیں نظر آجاتی ہے جس کی بنیاد پر وہ شکایت کنندہ کو بلیک میل کرتے رہتے ہیں۔

جب سائل ان سے حلف لینے کی بات کرتا تو وہ آگے سے اپنے خلاف لگائے گئے الزام کا جواب حلفاً دینے کے بجائے جواباً سائل سے پوچھتے کہ "آپ بھی قسم اٹھائیں کہ کیا جب آپ بھرتی ہوئے تھے تو آپ کو اپنے کام کی مہارت تھی یا کرسی بننے آتی تھی؟" سائل نے بہر حال حلف اٹھا کر اثبات میں جواب دیا نیز وہ اور باتوں کے حوالے سے بھی کہتے کہ کیا آپ حلفاً کہتے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

وہ یہ بھی پہلے ہی دن سے کہہ رہے تھے کہ آپ (میری نااہلی یا فلاں فلاں چیز نہ آنے کے بارے میں) ایسی باتیں چھوڑیں اور اس روز جب میں ریاض صاحب ان کے ہمراہ انکوائری افسر کے روبرو ہم چاروں بیٹھے تھے تو ریاضی کے مسئلہ کی جو میں نے تفصیلات بیان کیں ان کی بھی گویا تصدیق کرتے ہوئے اور شہادت دیتے ہوئے اس کو تسلیم کرتے ہوئے بولے "کیا آپ حلفاً بتا سکتے ہیں کہ آپ نے کبھی کوئی نقل نہیں کی کیا آپ حلف اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی طرف سے رائیٹر نے کبھی کوئی لفظ اپنے پاس سے نہیں لکھا؟، کیا آپ قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ Maths کا پرچہ آپ نے خود لکھا تھا؟، کیا آپ نے کوئی ایک لفظ بھی ریاضی کے پرچہ میں خود لکھا یا سارا رائیٹر نے حل کیا؟"۔

وہ یہ بھی بولے کہ یہ تو اب تکیہ کلام بن چکا ہے کہ میں حلفاً کہتا ہوں (یعنی وہ یہ بھی کہہ رہے تھے اگر میں بھی بے خیالی میں یا محض ایک دو مرتبہ جھوٹی قسم بھی کھا لوں تو کوئی بات نہیں) وہ کہنے لگے کہ صحیح قسم یہ ہوتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو

بالا اولیاء کرام کے حوالے سے بحث ہوئی تھی تب بھی علی زمان صاحب نے قرآن مجید کو مذکورہ بالا جملہ کہہ کر ایک مختصر کتاب قرار دیا تھا اور اب جب جماعت پنجم میں علی زمان صاحب کے بعد فردوس عباسی صاحب کے پیریڈ کی باری آئی تو میں نے علی زمان صاحب کی منطق کی پیروی کرتے ہوئے جناب عباسی صاحب کے سامنے یہ بات کر ڈالی کہ ”قرآن مجید ایک مختصر کتاب ہے“ جس پر انہیں شدید غصہ آیا اور جیسا کہ سابقہ تحاریر میں بھی سائل اِس بات پر زور دیتا چلا آیا ہے کہ جو لیکچرز جناب فردوس عباسی صاحب سمیت دیگر اساتذہ ہمیں دیا کرتے تھے وہ آج نہیں پائے جاتے۔ بہر حال عباسی صاحب نے کافی وقت تک مجھے اِس بارے میں لیکچر دیا کہ ”قرآن ایک مفصل کتاب ہے“ وہ ”مُفصِل“ کے لفظ کو انتہائی عالمانہ اور فاضلانہ انداز سے اور زور دے کر ادا کر رہے تھے اور جب عبدالبصیر صاحب پڑھانے کے لئے کمرہ جماعت میں داخل ہوئے اور عباسی صاحب ایک اور پیریڈ لے کر کلاس سے باہر نکل رہے تھے تو بصیر صاحب سے کہنے لگے کہ ”آج صبح اِس نے ایک بات کہی ہے جس پر مجھے بری لہر چڑی ہے (شدید غصہ آیا ہے) اِس نے کہا ہے کہ قرآن ایک مختصر کتاب ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات مجھے علی زمان صاحب نے بتائی ہے“۔

حاصل کلام یہ کہ علی زمان صاحب بات تو درست کر رہے تھے اور فردوس عباسی صاحب بھی اپنی جگہ درست بات فرما رہے تھے کہ قرآن مجید ایک مفصل کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق اور انسانی ذہن میں ابھرنے والے ہر سوال کا مفصل اور مدلل جواب مختصر اور جامع انداز میں دے کر انسانیت کی مکمل رہنمائی فرمائی لیکن چونکہ ان کی علمی سطح ایسی نہ تھی کہ یہ اپنا مدعا بیان کر پاتے کہ یہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جناب والا! علی زمان صاحب جیسے لوگ کیوں BA پاس ہونے کے باوجود ٹائپنگ نہیں کر سکتے؟ اگر ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کی دلچسپی اس طرف نہیں رہی تو یہ سوائے چند رٹے رٹائے الفاظ کے کیوں کسی لفظ کے سپیلنگز نہیں بتا سکتے اگر یہ لفظ قائداعظم کے ہجے نہیں جانتے یا بھول چکے ہیں تو یہ کس لفظ کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟

جناب والا! اردو میں تو یہ بینا سکول میں بھی پرائمری تک پڑھے اور یہاں بھی پڑھتے رہے مگر سائل دعوے سے کہتا ہے کہ ان کے مقابلہ میں میرا چھوٹا نابینا بھائی جو اسی ادارہ میں زیرِ تعلیم رہا بلکہ چھوٹی نابینا بہن جو لائٹ ہاؤس سکول برائے نابینا طالبات ایبٹ آباد میں پرائمری تک زیرِ تعلیم رہی اور کچھ عرصہ جماعت ششم تک پڑھی وہ بھی ان سے بہتر ہجے وغیرہ جانتی ہے۔

جناب والا! ہم نے اپنے زمانہ طالب علمی میں جماعت پنجم میں سندھ ٹیکس بک بورڈ کی پرانی سائنس کی کتاب میں نظام شمسی کے 9 سیاروں کے نام اردو میں پڑھے تھے اور جب پنجاب میں سائل مڈل کر رہا تھا تو سائنس کی کتاب میں انہی سیاروں کے نام اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی پڑھے اور مزید تفصیلات بھی مگر یاد کچھ نہ ہوا۔

کچھ عرصہ قبل سائل کے چچا زاد بیٹے اور پھوپھی زاد بیٹی جو کہ آپس میں میاں بیوی ہیں کے ایک دس سالہ بیٹے عبداللہ کے سامنے میری تعریف اور میرا ذکر خیر کیا گیا کہ یہ استاد ہے اور نابینا بچوں کے سکول میں پڑھاتا ہے تو وہ جو جماعت دوئم کا طالب علم تھا مجھ پر طنز کرنے لگا اور مجھے معلم تسلیم کرنے سے صاف صاف انکار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اگر آپ واقعی استاد ہیں تو مجھے ان سیاروں کے بارے میں بمعہ ان کے ناموں کے بتائیں جس پر سائل کو سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب والا! اس دوسری جماعت کے طالب علم کے سامنے اگر علی زمان صاحب جیسے اساتذہ کو لا کر ان کا

کی قبروں پر جا کر سجدے کرتے ہیں'' اُنہوں نے دوبارہ پوچھا تو سائل نے دوبارہ اپنی بات دہرائی تو موصوف نہایت غضب ناک ہو گئے اور پوچھا کہ کون سی ولی کی قبر کو سجدہ کیا جاتا ہے؟ سائل نے حبیب اللہ صاحب کے نظریات پیش کئے تو علی زمان صاحب نے پوچھا کہ ''سجدے میں آپ کیا پڑھتے ہیں''؟ سائل نے سجدے کی تسبیح بتائی ''سبحان ربی اعلیٰ'' اُنہوں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ جو کچھ تیسرے جماعت کی اسلامیات میں ترجمہ لکھا ہوا تھا سائل نے ہو بہو وہی بتایا اور موصوف نے بھی آہستہ سے اُسے دہراتے ہوئے مزید فرمایا کہ ''میں نے تو آج تک کسی زارت (زیارت) پر یہ نہیں سُنا کہ سبحانَ پیر مہر علی شاہ اعلیٰ، سبحان داتہ صاحب اعلیٰ'' موصوف نے اتنا بھی نہ سوچا کہ جب ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو جب سجدہ کیا تو کیا سبحانَ آدم اعلیٰ کہا ہوگا؟ یا جب یوسفؑ کو خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے سجدہ کیا یا اس کی تعبیر میں اُن کے والدین اور بھائیوں نے جب اُنہیں سجدہ کیا تھا تو کیا سبحانَ یوسف اعلیٰ کہا تھا؟ کیا جب کُفار اپنے معبودانہ باطلہ کو سجدہ کرتے تھے یا کرتے ہیں تو کیا وہ سبحانَ ۔۔۔۔۔۔۔ اعلیٰ کہتے ہیں؟

۲۔ <u>موصوف جیسی شخصیت کو بھی کچھ عرصہ ادارہ کا نگران انچارج ہونے کا شرف حاصل رہا ہے</u> تو اپنی عاجزی جتلانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ فلاں نے مجھے ''صاحب'' کہہ کر نہیں پکارا تو میں خفا نہیں ہوتا کیونکہ یہ میرے لئے عزت کی بات ہے <u>اللہ کو بھی تو لوگ اللہ صاحب یا محمد اللہ یا اللہ احمد یا اللہ خان</u> وغیرہ نہیں کہتے۔

۳۔ جب موصوف مجھے جماعت پنجم میں پڑھاتے تھے تو اُردو کی کتاب میں سبق نمبر 5 ''پیٹ کا درد'' تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ اگر کھانے پینے میں احتیاط نہ کی جائے تو انسان پیٹ کے درد جیسے مرض اور تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس طبی نوعیت کے سبق کی مناسبت سے سائنس پر میرے اور اُن کے درمیان بحث چھڑ گئی اور پہلی مرتبہ اُنہوں نے بتایا کہ قرآن وحدیث میں جو حقائق 1400 سال پہلے بتائے گئے تھے سائنس آج اُن کی تصدیق کر رہی ہے تو میں نے اُن سے پوچھا کے قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ سورج، چاند اور ستارے گردش کر رہے ہیں جبکہ سائنس سورج کو ساکن مانتی ہے اور زمین کی گردش کی قائل ہے تو آپ اِن کی Sense کا اِس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بوجود ہے کہ یہ جانتے بھی ہیں کہ عربی میں ''شمس'' سورج کو کہتے ہیں لیکن سورہ رحمٰن کی جو آیت اپنی تقریر کے دوران موصوف نے جو پڑھی اُس میں یہ لفظ آتا ہی نہیں (رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ) لیکن اس آیات کا ترجمہ کرتے وقت موصوف بولے کے ''اسکا ترجمہ یہ ہے کہ وہ رب جو سورج کو مشرقوں سے طلوع کرتا ہے اور مغربوں میں غروب کرتا ہے'' جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ نہ تو اِس آیت مبارکہ میں کہیں سورج کا ذکر ہے اور نہ طلوع وغروب کا کوئی لفظ آیا ہے لیکن اس آیت کی تشریح میں موصوف کی مزید عجیب وغریب منطق ملاحظہ فرمائیے:۔

''اِس سے پتہ چلا کہ دو مشرقیں اور دو مغربیں ہیں جب کہ ہم صرف ایک مشرق اور ایک ہی مغرب سمجھتیں ہیں سائنس جوں جوں دن بہ دن ترقی کر رہی ہے اور نئی نئی دریافتیں سامنے آرہی ہیں اور قرآن کی مزید تصدیق ہو رہی ہے تو ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر کسی دوسری مشرق اور مغرب کا علم ہو جائے۔ قرآن مجید تو ایک (نعوذ باللہ) ایک مختصر کتاب ہے اگر قرآن میں ہر بات لکھی ہوتی تو اتنی بری کتاب کون کوئی کیسے پڑتا اور یاد کرتا لیکن اِس چھوٹی سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ وہ سورج کو مشرقوں سے نکالتا ہے اور مغربوں میں ڈوبتا ہے یعنی دو مشرقیں اور دو مغربیں ہیں اگر سائنس چاند پر پہنچنے اور دوسرے سیاروں کی دریافت کا دعویٰ کر سکتی ہے تو دوسری مشرق اور مغرب بھی دریافت ہو سکتی ہے'' جب مذکورہ

نمبر- 2فل Contraction کی مثال

نقاط نمبر 4,5,6 +زیر (ایک پانچ) ''استعمال'' بن جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے پتہ چلا کہ سنگل کنٹرکشنز ڈبل یا فل کنٹرکشنز کی نسبت آسان ہوتے ہیں مگر موصوف کو یہ ابتدائی Contracted Braille بھی پڑھانا نہیں آتی اور چوتھی جماعت سے مکمل مخففات (فل کنٹرکشنز) والی بریل یعنی بریل کا درجہ دوئم (گریڈ II) شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے تفصیلات گزر چکی ہیں کہ بریل چونکہ بہت زیادہ جگہ گھیرتی ہے لہذا اسے اِس درجہ میں مختصر نویسی کے اُصول کے تحت لکھا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہماری تیسری کی اسلامیات میں چونکہ بہت زیادہ عربی تھی اور ایمان مفصل اور ایمان مجمل کے تشریحی اسباق کے علاوہ نماز کا طریقہ اور اس حوالہ سے متعلقہ اسباق شامل کئے گئے تھے۔ موصوف کے بس میں اس کی تدریس نہ تھی۔

چنانچہ اُنہوں نے آواز دے کر مجھے ساتھ والی کلاس سے بلوا کر فاروق کو پڑھانے کا حکم دیا۔ جب سائل اُسے ایمانِ مفصل کی تشریح کے تحت والیوم آخر کے زیرِ عنوان قیامت کی نشانیوں کے متعلق سبق پڑھا رہا تھا اور سبق میں آیا کہ جب قیامت قریب آ جائیگی تو دُنیا میں ہر طرف بڑائیاں پھیل جائیں گی اِس پر سائل نے اُستاد علی زمان صاحب کی توجہ حاصل کرتے ہوئے اُنہیں مخاطب ہو کر کہا کہ برائیاں تو ابھی بھی پھیلی ہوئی ہیں جس سے اُنہوں نے اتفاق کیا۔

پھر جب ہم دجّال کے بارے میں پڑھنے لگے اور یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اُس وقت ہمارے ادارہ کا ماحول نہایت اچھا اور علمی ہوا کرتا تھا۔ ہم فارغ اوقات میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ علمی گفتگو کیا کرتے تھے اور اساتذہ کرام بھی ہمیں سبق سے بہت زیادہ تشریح اور اضافی معلومات بھی فراہم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ کتاب میں صرف اتنا درج تھا کہ ''دجّال ایک بے ایمان شخص لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نکلے گا'' مگر اساتذہ کرام نے ہمیں اِسکی بہت سی تفصیلات بتائی تھیں جو فارغ اوقات میں میں نے طلباء سے پہلی مرتبہ دجّال کے متعلق سُنا کہ وہ خُدائی کا دعویٰ کرے گا اور اُس وقت تک سائل جماعت اول کا طالبعلم تھا اور تیسری تک نہیں پہنچا تھا تب بھی دجّال کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا اور فارغ اوقات میں دیگر طلباء و اساتذہ سے اُس کے متعلق تبادلہ خیال کرتا تھا اور تیسری جماعت میں پہنچ کر مجھے اور بھی اُس کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔

جنابِ والا! کیا آج کی اعلیٰ جماعتوں کے طلباء کے پاس بھی یہ معلومات ہیں؟ بلکہ گزشتہ دنوں کیننگ کی کلاس میں جو کہ ہماری ورکشاپ میں منعقد ہو رہی تھی کین سُپر وائزر شکیل صاحب نے بچوں کی فراغت سے فائدہ اُٹھا کر اُنہیں کچھ اضافی معلومات دینا چاہیں تو اعلیٰ جماعتوں کے بچوں کو بھی شیطان کے متعلق معلومات نہ تھیں جب کہ سائل کو اِس بارے میں جماعت اول ہی میں معلوم ہو چکا تھا جو فارغ وقت میں گھومتے پھرتے ہوئے میرے ایک ہم جماعت ساتھی عبداللہ جو کہ اُستادِ محترم اسرار شاہ صاحب کا بھائی تھا کی زبانی معلوم ہوا۔

چونکہ اُس وقت سائل ابھی بچہ تھا اور مختلف فرقوں، مسالک اور اُن کے عقائد کے متعلق اتنا نہ جانتا تھا لہذا جب دجّال والی بات آئی تو سائل نے ایک بار پھر اُستاد صاحب کو خوش کرنے کے لئے اُن کی توجہ حاصل کرتے ہوئے معلمِ اسلامیات جناب حبیب اللہ صاحب جو کہ دیو بندی المسلک ہیں کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں ان سے مخاطب ہوا لیکن یہ نہ جانتا تھا کہ جناب علی زمان صاحب بریلوی المسلک ہیں۔ میں نے کہا کہ ''جناب آج کل بھی تو لوگ اولیاء کرام